قادیانیت
اُس بازار میں

چیلنج

''قادیانیت' اُس بازار میں''

یہ کتاب' اپنے اندر
قادیانی مذہب کے بانی
آنجہانی' مرزا غلام احمد قادیانی
اس کے بیٹوں' اس کے نام نہاد خلیفوں اور دیگر قادیانیوں کی
مستند تصانیف اور اخبارات و رسائل کی
قابل اعتراض' ننگی اور گندی عبارتوں کی عکسی نقول لیے ہوئے ہے
قادیانی جرائم کے یہ ثبوت
اتنے واضح ہیں کہ دنیا کی کسی بھی عدالت میں
ان عکسی دستاویزات کی صداقت کو چیلنج کرنا
کسی بھی قادیانی کے لیے ممکن نہیں ہے۔
ہم اس کتاب میں درج
تمام حوالوں اور عکسی نقول
کی صداقت کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں
اور قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر احمد سمیت
دنیا کے تمام قادیانیوں (بشمول لاہوری گروپ) کو
چیلنج کرتے ہیں کہ
اگر اس کتاب میں موجود کوئی بھی عکس غیر حقیقی ہو' یا
ایک بھی حوالہ من گھڑت پایا جائے
تو ہم اس کے لیے ہر قسم کی سزا پانے کے لیے تیار ہیں!
بصورت دیگر انہیں ضد اور ہٹ دھرمی چھوڑ کر آخرت کی فکر کرتے
ہوئے اسلام کی آغوش میں آ جانا چاہیے۔

ہے کسی قادیانی میں جرأت جو ہمارے اس چیلنج کو قبول کرے؟

(مصنف)

قادیانیت

اُس بازار میں

ترتیب و تحقیق :

محمد متین خالد

فاتح پبلشرز
8-A یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار
لاہور فون : 7352332-7232336
E-Mail:fateh_publishers@hotmail.com

نام کتاب .... قادیانیت' اس بازار میں

ترتیب و تحقیق .... محمد متین خالد

ناشر .... فاتح پبلشرز' لاہور

مطبع .... رحمانیہ پرنٹرز' لاہور

کمپوزنگ .... محمد حفیظ

سن اشاعت 2002ء

قیمت .... -/150 روپے

ملنے کا پتے

فاتح پبلشرز

یوسف مارکیٹ' غزنی سٹریٹ اردو بازار' لاہور فون: 7232336

ای میل: fateh_publishers@hotmail.com

علم و عرفان پبلشرز

7C- ماتھر سٹریٹ لوئر مال روڈ' لاہور فون 7352332

انتساب!!!

معروف سکالر، محقق، دانشور اور منکرین ختم نبوت کے خلاف ہمہ وقت جہاد کرنے والے تحفظ ختم نبوت کے جانباز جرنیل جناب الیاس ستار صاحب نے 1999ء میں قادیانی جماعت کے خلیفہ مرزا طاہر کے جاری کردہ مباہلہ کو قبول کرنے کا اعلان کیا تو قادیانیوں کے ہاں کھلبلی مچ گئی۔ پھر جناب الیاس ستار صاحب نے بڑی جانگسل محنت اور دیدہ ریزی کے بعد مرزا قادیانی کی کتابوں سے اس کی تضاد بیانیوں پر پوری دنیا کے قادیانیوں کو چیلنج کرتے ہوئے کہا کہ وہ اپنی مرضی کے ججوں پر مشتمل دنیا کی کسی بھی عدالت میں میرے سوالوں کا جواب دے دیں تو میں انہیں ایک کروڑ روپے نقد انعام دوں گا۔ ان کا چونکا دینے والا یہ چیلنج لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو کر اور انٹرنیٹ کے ذریعے پوری دنیا میں پھیل چکا ہے جس سے مسلمانوں کے ایمان کو ایک نئی حرارت اور ولولہ تازہ ملا جبکہ قادیانیوں کے ہاں نہ صرف سوگ کا عالم بلکہ انھیں اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ اس تاریخی چیلنج کے نتیجے میں کئی قادیانی، قادیانیت پر تین حرف بھیج کر اسلام کی آغوش میں آ چکے ہیں۔ جناب الیاس ستار کا یہ چیلنج تاریخ میں ہمیشہ زندہ اور قادیانیوں کو رسوا کرتا رہے گا۔ وہ دلائل و براہین سے مسلح بیک وقت قادیانیت، عیسائیت اور بہائیت کے خلاف مورچہ زن ہیں اور ان فتنوں کو ہمیشہ پسپا کرتے بلکہ شکست سے دوچار کرتے رہتے ہیں۔ پوری ملت اسلامیہ کو اُن پر فخر ہے۔ میں اس کتاب کا انتساب عہد ساز شخصیت جناب الیاس ستار صاحب کے نام کرتے ہوئے بے حد فخر و انبساط محسوس کر رہا ہوں۔

~ صدیوں میں کہیں پیدا ہوتا ہے حریف اس کا

فہرست

توجہ فرمائیں!

- اس کتاب کے مختلف عنوانات ہیں۔
- ہر عنوان ایک مختلف موضوع کا مکمل احاطہ کرتا ہے۔
- ان عنوانات کے تحت قادیانیوں کی متعلقہ عبارتوں کو نمبر شمار لگا کر ایک ترتیب سے درج کیا گیا ہے۔
- آخر میں اسی ترتیب کے ساتھ اصل قادیانی کتب کے عکسی فوٹو دے دیئے گئے ہیں۔ مثلاً ''قادیانی کوک شاستر'' کے عنوان سے حوالہ نمبر 2 کا عکسی فوٹو' کتاب کے آخر میں حوالہ نمبر 2 کے تحت دے دیا گیا ہے۔
- اصل قادیانی کتابوں کے ٹائٹل کا فوٹو ہر حوالہ کے ساتھ بار بار دینے کی بجائے صرف ایک دفعہ دیا گیا ہے۔ اس کے لیے دیکھیں صفحہ نمبر 11
- متنازعہ قادیانی تحریروں کو نمایاں کرنے کے لیے ان کے باہر موٹی آؤٹ لائن لگادی گئی ہے۔
- قادیانی کتب سے پورے صفحے کا عکسی فوٹو دینے سے قادیانیوں کا یہ اعتراض بھی ختم ہو جاتا ہے کہ ان کی گندی' ننگی اور متنازعہ عبارات سیاق وسباق سے ہٹ کر بیان کی جاتی ہیں۔

فہرست ٹائٹل کتب

جنسی جمناسٹک کے قادیانی اداکاروں کے غلیظ کرتب

بعض باتیں نا قابل یقین ہوتی ہیں اور حیرت انگیز حد تک نا قابل تسلیم، ایسی ہوش رُبا کہ ہر ذی شعور اُسے تسلیم کرنے میں تامل کا مظاہرہ کرے، عقل جواب دے جاتی اور آدمی حیرت کے سمندر میں ڈوب ڈوب جاتا ہے لیکن یہ ٹھوس حقیقت ہوتی ہیں اور ان کا نا قابل تردید وجود ہوتا ہے۔

قادیانی جماعت کا بانی آنجہانی مرزا قادیانی جس نے بیک وقت نعوذ باللہ نبی، رسول، مہدی اور مسیح موعود ہونے کے دعوے کئے۔ ستم ظریفی تو یہ ہے کہ اس پوچ نگار اول جلول کو عقل کے اندھے قادیانی ''سلطان القلم'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس دریدہ دہن نے اللہ تعالیٰ پر ایسا بیہودہ اور من گھڑت الزام لگایا جسے پڑھ کر سر شرم سے جھک جاتا، روح میں نشتر چبھتے اور دماغ مفلوج ہوتا محسوس ہوتا ہے۔ لیکن قادیانی گروہ اس بیہودہ الزام کو نہ صرف دنیا کی ہر زبان میں شائع کرتا ہے بلکہ اس پر اتراتا نہیں تھکتا۔

تفو برتو اے چرخ گرداں تفو!!!

مرزا قادیانی اپنی کتاب ''کشتی نوح'' میں لکھتا ہے۔

''مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں۔ مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔'' (کشتی نوح ص 47، مندرجہ روحانی خزائن جلد 19 ص 50 از مرزا قادیانی)

مرزا قادیانی کا ایک خاص مرید قاضی یار محمد اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقعہ پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا تھا، سمجھنے والے کے لیے اشارہ کافی ہے۔'' (اسلامی قربانی ٹریکٹ نمبر 34، از قاضی یار محمد قادیانی مرید مرزا قادیانی)

بنایا ایک ہی ابلیس آگ سے تُو نے
بنائے خاک سے اس نے دو صد ہزار ابلیس

حقیقت یہ ہے کہ شیطان نے ایک انتہائی بارعب اور وجیہ نورانی شخصیت کے روپ میں مرزا

قادیانی کو ورغلا پھسلا کر پٹایا۔شہر سدوم لے جا کر اپنی رجولیت کی طاقت کا اظہار (یعنی عمل قوم لوط) فرمایا اور یوں جب مرزا کے مفعولی جذبات کی تسکین ہوگئی تو خاکش بدہن "روغنی عادات" کے حامل مرزا قادیانی نے اسے اللہ تعالیٰ سے منسوب کر دیا۔ جب سے یہ کائنات تخلیق ہوئی ہے پرلے درجے کے کسی دریدہ دہن نے بھی اللہ تعالیٰ پر ایسا گھٹیا اور بدترین کفریہ الزام لگانے کی جرات تو درکنار، سوچا تک نہیں۔ یہ ذلت ورسوائی صرف مرزا قادیانی کو ہی نصیب ہوئی جس کا نقد انعام اسے دنیا میں بیت الخلاء میں موت کی صورت میں ملا۔ سامراج کی گندی موری کی اینٹ نے آخری سانس فضلے کے ڈھیر میں لیا۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

آنجہانی مرزا قادیانی وحشیانہ جنسی جبلت کا مالک تھا۔ جن دنوں مرزا قادیانی کا محمدی بیگم سے یکطرفہ عشق عروج پر تھا' وہ اپنی گھریلو ملازمہ بھانو کے ذریعے محمدی بیگم کے گھر سے خصوصی طور پر حیض سے آلودہ اس کی شلوار منگواتا، اُسے سونگھتا اور سکون پاتا۔ اس نے اپنی عشقیہ اور ہوسناک شاعری میں کھلے عام ان باتوں کا اعتراف بھی کیا ہے۔ اس کی کتابوں میں خرافات، ہذیانات، مغلظات اور بکواسیات کے کیا کیا "نادر شہ پارے" پائے جاتے ہیں ان کی تفصیلات تو آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ ظلم تو یہ ہے کہ جن کتابوں میں یہ خرافات درج کی گئی ہیں' ان کے نام خالص اسلامی رکھے گئے ہیں تا کہ یہ سچا دین بدنام ہو۔ میرے خیال میں مرزا قادیانی کی کتب کے نام ڈسٹ بن، فلتھ ڈپو، آنت نگری، غلاظت کدہ اور خباثت پورہ ہونے چاہئیں۔

معروف دانشور مرزا محمد حسین پہلے نہ صرف قادیانی تھے، بلکہ قادیانی قیادت کے اتنے قریب کہ مرزا محمود کے خاندان کی تمام مستورات کے اتالیق تھے۔ درون خانہ قادیانی قیادت کی اخلاق باختگی کو دیکھا تو تڑپ گئے۔ مذہب کے نام پر اس حرام کاری وحرام خوری کو برداشت نہ کر سکے۔ غیرت وحمیت کے پیش نظر قادیانیت پر تین حرف بھیج کر مسلمان ہوگئے۔ اپنے مسلمان ہونے کی روداد میں لکھتے ہیں

"میں سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ قادیانیت، مذہب کے لبادہ میں اتنا خطرناک اور شرمناک مذہب ہوگا۔ یہ سوچتے سوچتے صرف ایک رات میں میرے سر کے تمام بال گر گئے اور میں مستقل گنجا ہوگیا۔"

موصوف خانہ ساز نبوت کے گھر کے بھیدی تھے۔ لہٰذا جو کچھ دیکھا، اسے اپنی معرکتہ العراء کتاب "فتنہ انکار ختم نبوت" میں لکھ دیا، اس کتاب میں ایک عینی شاہد نے جو کچھ دیکھا، تاریخ کے روبرو انتہائی خوفناک انکشافات کے روپ میں پیش کر دیا۔

عرصہ ہوا معروف عالم دین جناب ڈاکٹر اسرار احمد نے مرزا محمد حسین کو اپنے ہاں کھانے پر مدعو کیا۔ وہاں موجود کئی جید علماء کرام، صاحبان فہم وفراست اور دانشوروں نے جناب مرزا محمد حسین سے درخواست کی کہ چونکہ آپ ایک عرصہ قادیانیوں کے خاص حلقہ میں رہے ہیں، آپ کو وہاں وی آئی پی کی حیثیت

حاصل تھی اور آپ نے قادیانیت کو بہت قریب سے دیکھا ہے' لہٰذا آپ ہمیں اس فتنہ کے متعلق کچھ بتائیں۔ مرزا محمد حسین پہلے تو کچھ ہچکچائے، پھر ٹال مٹول سے کام لینے کی کوشش کی۔ آخر کار حاضرین محفل کے پرزور اصرار پر یوں گویا ہوئے کہ قادیانیت کے متعلق بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں' میں اپنے مشاہدات کی روشنی میں جو کچھ عرض کروں گا، آپ اس پر ہرگز یقین نہیں کریں گے۔

وہ بات کہہ دوں کہ پتھروں کے جگر کو بھی آب آب کر دے

حاضرین محفل نے حیرت واستعجاب سے پوچھا، مرزا صاحب! ہم آپ کے کہنے پر کیوں یقین نہ کریں گے۔ آپ تو گھر کے بھیدی ہیں، ویسے بھی...... ''قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید''...... مرزا محمد حسین کہنے لگے کہ باتیں ہی ایسی ہیں۔ میں اپنے میں اتنی سکت اور حوصلہ نہیں پا رہا کہ اپنے مشاہدے کو اظہار کی زبان دے سکوں۔ حاضرین کا تجسس مزید بڑھا اور انہوں نے پھر درخواست کی کہ کسی فتنے اور شر کے متعلق حقائق کو محض اس لیے چھپانا کہ وہ شرمناک یا خوفناک ہیں، یہ بھی کتمان حق کے زمرے میں آتا ہے۔ آپ ''گھر کے بھیدی'' کی حیثیت سے قادیان کی لنکا کے متعلق جو کچھ جانتے ہیں، اس کا بلا کم وکاست اظہار کر کے تاریخ کی امانت تاریخ کے سپرد کرنے کا فریضہ ادا کریں اور ہمیں اس ''سربستہ فتنہ'' کے خفی و جلی پہلوؤں سے ضرور آگاہ کریں۔ ماضی کی تلخ یادیں تازہ کرتے ہوئے مرزا محمد حسین کے چہرے پر عجیب گھبراہٹ اور اضطراب عیاں تھا۔ کہنے لگے کہ میں قادیانی خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کی حمق کی حد تک پوجا کرتا تھا۔ جب اس کی سیاہ کاریوں کا پردہ چاک ہوا تو میرے اوسان وحواس جواب دے گئے۔ اور مجھے داخلی سطح پر اتنا گہرا صدمہ پہنچا کہ آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ اس صدمہ کی شدت سے ایک ہی رات میں میرے سر کے بال غائب ہو گئے، پھر یہ حالت جسم تک محدود نہ رہی بلکہ دل کے نشیمن سے طائر ایمان بھی پرواز کر گیا اور میں چند روز تک دہریت کے اژدھا کا لقمہ بن کر رہ گیا۔ اس ناگہانی انکشاف سے یہ سب کچھ ہونا بعید از قیاس نہ تھا۔ کہاں یہ کہ میں جہالت میں اس کو ''فضل عمر'' سمجھتا تھا اور کہاں یہ کہ اس کی سیاہ کاریوں کے بیان کے لیے اب موزوں الفاظ نہیں مل رہے۔ یہ ''برہنہ سیاہ کاریاں'' اور ''عریاں کالی کرتوتیں'' اس حد تک رونگٹے کھڑے کر دینے والی ہیں کہ شاید ہی کسی بڑے سے بڑے اہل زبان اور اہل قلم کو ان کے بیان کرنے کا یارا ہو۔ میرے لیے کیسے ممکن ہے کہ الفاظ میں ان معصیتوں کی تصویر کشی کر سکوں۔ اس کے بیان کے لیے تو بندے کے پاس منٹو کا قلم، جوش کی زباں، عصمت چغتائی کا مشاہدہ اور قراۃ العین حیدر کی جزئیات نگاری کی اہلیت کا ہونا اشد ضروری ہے، تب کہیں جا کر ان ''فواحشات'' کی ادنیٰ سی جھلک پیش کی جاسکتی ہے۔ یہ کہتے ہوئے مرزا محمد حسین بے اختیار رو پڑے اور کہنے لگے کہ میں پس پردہ کہانی پوری طرح سنا نہ سکوں گا کیونکہ جنسی سفاکی کے جو ہولناک مناظر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں، اگر ان کو بیان کروں تو وہ ایک عجوبہ روزگار انداز میں سامنے آئیں اور اگر ان کے صحیح بیان

پر اصرار کیا جائے تو زبان کے سانچے ریزہ ریزہ ہو جائیں اور الفاظ و محاورات دم توڑ جائیں۔

کلیجہ تھام لو پہلے، سنو پھر داستاں میری

مرزا محمد حسین ہچکیوں اور سسکیوں میں کہنے لگے کہ وہ لرزہ خیز واقعہ جسے میں سنانا نہیں چاہتا تھا، وہ یہ ہے کہ میں نے بچشم خود بقید ہوش وحواس مرزا بشیر الدین محمود کو اپنی بیٹی ''امتہ الرشید'' کے ساتھ زنا کرتے دیکھا، بچاری ابھی بلوغت کی عمر کو بھی نہیں پہنچی تھی۔ یہ بچی اپنے والد کی ہوسنا کی کا شکار ہو کر بے ہوش ہوگئی۔ بعد ازاں یہ دیکھ کر مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا کہ بچی کے سرینوں کے نیچے قرآن مجید رکھا ہوا تھا۔ (نعوذ باللہ، نعوذ باللہ) ایسے انسانیت سوز جنسی جرائم کے ارتکاب کے بعد قادیان کا راسپوٹین مرزا بشیر الدین محمود اپنی راسپوتینی محفل میں بصد فخر و مباہات کہا کرتا تھا کہ ''آدم کی اولاد کی افزائش ہی اس طرح سے ہوئی ہے کہ کوئی مقدس سے مقدس رشتہ مجامعت میں حائل نہیں ہوسکتا''۔ (العیاذ باللہ) اور ''حضرت مسیح موعود'' بھی یہی کام کرتے تھے۔

ہنر آتا ہے اسے اپنے عیبوں کو چھپانے کا
وہ اپنے قد سے بھی لمبی قبائیں رکھتا ہے

ربوہ میں یہ بات ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گئی کہ جنسیات کے معاملے میں طوائفوں کی بجائے قادیانی جنسیات کی درس گاہ کے استاد مرزا بشیر الدین محمود کی رائے زیادہ وقیع ہوتی ہے کہ وہ اس میدان کے ''یکہ تاز شہسوار'' ہیں۔ مرزا محمود نے اپنے حیوانی بزرگوں کے دوش بدوش اس میدان میں خوب خوب نام کمایا ہے۔ اس کا کردار قادیانیوں کی نفسیات کے مطالعہ میں بے حد مفید ثابت ہوسکتا ہے۔

اور اک تُو ہے کہ تیرا سایہ بھی نجس

قادیانی مذہب میں کسی غیر محرم کے ساتھ بدفعلی یا اس کی کوشش کرنے کی سزا ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) مرزا صاحب قادیان: مرزا بشیر الدین محمود قادیانی خلیفہ

(۲) عزیزہ بیگم: مرزا بشیر الدین محمود کی بیوی۔

(۳) ابوبکر صدیق: عزیزہ بیگم اور مسماۃ سلمٰی کا والد۔

(۴) مسماۃ سلمٰی: ابوبکر صدیق کی لڑکی، جس کا عدالتی بیان درج ذیل ہے۔

(۵) احسان علی: ایک قادیانی دوا فروش، قادیان میں۔

''میرے باپ کا نام ابوبکر صدیق ہے، وہ مرزا صاحب قادیان کا خسر ہے، میں بھی مرزا صاحب قادیان کے گھر میں تقریباً (۵) سال رہی ہوں، میں مستغیث احسان علی کو جانتی ہوں۔ چار سال ہوئے مرزا صاحب کے لڑکے کی دوائی لینے احسان علی کی دوکان پر گئی تھی، میں نسخہ لے کر اس کی دوکان پر گئی تھی، اول احسان علی نے میرے ساتھ مخول کرنا شروع کیا اور پھر مجھ سے کہا کہ میں مضربوں کے کمرہ میں جاؤں،

اس دوسرے کمرہ میں اس نے مجھے لٹایا اور میرے ساتھ بدفعلی کرنے کی کوشش کی، لوگ میرے رولا کرنے پر اکھٹے ہوگئے اور دروازہ کھلایا اور احسان علی کو لعنت اور ملامت کری تھی۔ احسان علی نے میرے ساتھ بدفعلی کرنی شروع کری تھی۔ میں نے گھر میں جا کر عزیزہ بیگم کے پاس شکایت کری تھی اور اس وقت مرزا صاحب وہاں موجود تھے، ان ایام میں عزیزہ بیگم کے پاس رہتی تھی، مرزا صاحب نے احسان علی کو بلایا اور لعنت ملامت کری اور احسان علی کو کہا کہ قادیان سے نکل جاؤ۔ احسان علی نے معافی مانگی اور مرزا صاحب نے حکم دیا کہ اگر احسان علی دس جوتے کھالیوے تب اس کو معاف کیا جاتا ہے، اور ٹھہر سکتا ہے، چنانچہ احسان علی نے اس کو قبول کیا، اور میں نے اس کو دس جوتے لگائے تھے، جو جوتیاں مرزا صاحب کے سامنے ماری تھیں...... جبکہ میں نے احسان علی کو جوتیاں ماریں تھیں تو تین چار آدمی اکھٹے ہوگئے تھے ان ایام میں 'میں بغیر پردہ کے باہر پھرا کرتی تھی...... اس کے بعد میں سودا لینے بازار نہیں گئی۔'' (مسماۃ سلمٰی کی حلفیہ شہادت جو اس نے بتاریخ ۱۰ جولائی ۱۹۳۵ء ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع امرتسر کی عدالت میں ادا کی۔
(بمقدمہ ازالہ حیثیت حرفی زیر دفعہ ۵۰۰ احسان علی بنام محمد اسمٰعیل، نمبری ۲/۸۶ مرجوعہ ۷ اجولائی ۱۹۳۵ء)

قادیانیت سے پوچھا کفر نے تُو کون ہے؟
ہنس کے بولی آپ ہی کی دلربا سالی ہوں میں

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی جماعت کے دوسرا خلیفہ مرزا ناصر کی دوسری شادی کے سلسلہ میں بعض خاص باتوں کا ذکر بھی کرتے چلیں۔

معروف قادیانی پروفیسر نصیر احمد کی ایک چھوٹی بہن ڈاکٹر طاہرہ لجنہ (قادیانی عورتوں کی تنظیم) کی اہم عہدیدار تھی۔ پروفیسر صاحب اس کی شادی کے لیے کوشاں تھے۔ ڈاکٹر طاہرہ اپنے حسن و جمال کے حوالہ سے قادیانی حلقہ میں بے حد معروف تھی۔ علامہ سلطان اپنی تصنیف ''قادیانیوں کی عریاں تصویریں'' میں لکھتے ہیں کہ

''یہ دوشیزہ اپنے قاتلانہ نخروں کے ساتھ جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ مرزا ناصر احمد کے بڑے صاحبزادے مرزا لقمان احمد (جو قادیانی جماعت کے موجودہ سربراہ مرزا طاہر احمد کے داماد ہیں) کو کئی بار ''درشن'' دے چکی تھی۔ اس کی چشم نیم باز اور شوخ قہقہے اس متوقع خلیفہ کے کلیجہ پر چھری چلا جاتے۔ جب وہ خلیفہ کی رائل فیملی کے گھر آ نکلتی تو یوں محسوس ہوتا جیسے بارش کی رت میں کوئی مورنی ناچ رہی ہے۔''

مرزا لقمان اور ڈاکٹر طاہرہ کا عشق پروان چڑھتا رہا۔ آخر مرزا لقمان نے اپنی والدہ سے اپنے دل کی بات کہہ دی اور ڈاکٹر طاہرہ سے دوسری شادی کرنے کی اجازت چاہی۔ ماں نے اجازت دے دی لیکن اس بات کی بھنک مرزا طاہر احمد کے کانوں میں پڑی تو اس نے مرزا ناصر سے بات کی اور کہا کہ اگر

اس کی بیٹی کے مقابلہ میں کوئی دوسری سوکن لائی گئی تو وہ اس سلسلہ میں سخت قدم اٹھائیں گے۔ مرزا ناصر نے جماعت احمدیہ میں انتشار روکنے کی خاطر مرزا لقمان کو دوسری شادی کرنے سے سختی سے منع کر دیا۔

ادھر نیرنگی دوراں دیکھئے کہ ڈاکٹر طاہرہ کے لیے جو رشتے آئے، ان کی لسٹ بنا کر انہوں نے اپنے پیرومرشد مرزا ناصر کے پاس دعا کے لئے بھیجی کہ اس ضمن میں وہ مناسب نام تجویز فرما دیں۔ مرزا ناصر نے لسٹ میں درج شدہ تمام ناموں پر خط تنسیخ کھینچ کر سب سے اوپر اپنا نام لکھ دیا اور لسٹ پروفیسر صاحب کے ہاتھ میں تھما دی۔ انہی دنوں خلیفہ کے لیے بیوی کی اہمیت پر مرزا ناصر نے خطبے بھی دینے شروع کر دیئے کہ "میں نے استخارہ کر کے معلوم کیا ہے کہ یہ رشتہ ہمارے لیے انتہائی بابرکت اور سلسلہ احمدیہ کی ترقی کا باعث ہوگا۔" نیز چند کاسہ لیس قسم کے مشہور قادیانی بزرگ استخارہ کرنے بیٹھ گئے۔ ان میں مولوی عبدالمالک، صوفی غلام محمد اور دوست محمد شاہد پیش پیش تھے اور قادیانی اخبار "الفضل" میں ان کی طرف سے بیانات آنے لگ گئے کہ استخارہ میں اس کے رشتہ کے بارے میں بشارت ہوئی ہے کہ یہ دونوں کے لیے بہت پائیدار، باعث برکت اور خوشگوار ازدواجی زندگی کا باعث ہوگا۔ ان بزرگوں اور سب چھچھوں لوٹوں کی مبارک سلامت کے شور میں "بڈھا گھوڑا لال لگام" کے مصداق یہ شادی ہوگئی اور مرزا ناصر احمد اپنی نئی نویلی دلہن کے ساتھ ہنی مون منانے اسلام آباد چلے گئے۔ اس پر جماعت احمدیہ کے مخالف لاہوری گروپ نے طنزاً یہ کہنا شروع کر دیا کہ "پچ بیٹے نے تیار کروائی تھی لیکن بیٹنگ باپ نے شروع کر دی"۔

سب سے سبقت لے گئی بے حیائی آپ کی

تھوڑا عرصہ بعد جب مرزا ناصر کی وفات ہوئی تو نئی بیوی حمل سے تھی۔ خطرہ تھا کہ کہیں وراثت کے چکر میں طاہرہ کو ختم ہی نہ کروا دیا جائے۔ اس خدشہ کی طرف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما مکرم مولانا اللہ وسایا صاحب نے ربوہ کی مسجد میں لاؤڈ سپیکر پر خطبہ جمعہ میں اظہار فرمایا اور پھر وہی ہوا، جس کا خدشہ تھا۔ مرزا طاہر احمد نے ایک سازش کے تحت ڈاکٹرہ طاہرہ کو ادویات کھلا کر اس کا حمل ضائع کروا دیا، جس پر طاہرہ کو خطرناک حالت کے پیش نظر ۲۵ جون ۱۹۸۲ء کو اسلام آباد کے ہسپتال میں داخل کروایا گیا، جہاں طاہرہ کے جسم سے خون کے لوتھڑے خارج ہوتے رہے۔ یہ سب کچھ مرزا طاہر نے اس لیے کیا کہ پیدا ہونے والا بچہ "رائل قادیانی فیملی" کا ممبر کہلوائے گا اور جماعت احمدیہ کی اربوں روپے کی اندرون اور بیرون ممالک جائیداد میں سے وراثت کا دعویدار ہوگا۔ طاہرہ اس صدمہ سے کئی ماہ نڈھال رہی۔ قصر ربوہ کے شہزادوں نے حمل ضائع کروا دیا اور اپنے تئیں اس طرح مستقبل کے ایک متوقع وارث سے محفوظ ہوگئے۔ طاہرہ کی زندگی بچ گئی مگر ان اندوہناک واقعات کے نتیجہ میں پروفیسر نصیر احمد پر دل کا شدید دورہ پڑا اور وہ جان سے گئے۔ قدرت کا انتقام دیکھئے کہ اب میڈم طاہرہ، سیٹلائیٹ ٹاؤن راولپنڈی میں نائکہ کی حیثیت سے جسم فروشی کا اڈہ چلا رہی ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

بالکل یہی سلوک ڈاکٹر عبدالسلام کی سوتیلی ہمشیرہ مسعودہ بیگم (جو ڈاکٹر عبدالسلام کے والد چوہدری محمد حسین کی پہلی بیوی سعیدہ بیگم کی اکلوتی بیٹی تھیں) کی زندگی میں ان کے ساتھ کیا گیا۔ اسی طرح خدام الاحمدیہ کے نوجوانوں نے ڈاکٹر عبدالسلام کی دوسری بیوی لوئس جانسن جو لندن سے ڈاکٹر عبدالسلام کے تابوت کے ساتھ پاکستان آئی، سلام کی پہلی بیوی امتہ الحفیظ اور بیٹیوں عزیزہ، آصفہ اور بشریٰ کی اشتعال انگیزی پر بے حد بدتمیزی کی۔

شہر ارتداد ''ربوہ'' جسے سدوم، عمورہ اور ادمہ کا جڑواں بھائی بھی کہا جاتا ہے، آج کل اپنے مکینوں کی جنسی بداعمالیوں اور بدعنوانیوں کی وجہ سے ''دیکھو مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہو'' کی زندہ تفسیر بنا ہوا ہے۔............سر فرانسس موڈی نے اپنے ''خود کاشتہ پودے'' کو ضلع جھنگ میں دریائے چناب کے کنارے پرانہ آنہ فی مرلہ کے حساب سے 1033 ایکڑ، 7 کنال، 8 مرلے زمین 100 سالہ لیز پر عطا کی۔ پہاڑیوں کے درمیان دفاعی لحاظ سے محفوظ عجمی اسرائیل کفار کی امیدوں اور سازشوں کا گڑھ ہے۔

قادیانی اس شہر کی کرامت یہ بیان کرتے ہیں کہ یہاں کبھی سیلاب نہیں آیا۔ مجاہد ختم نبوت آغا شورش کاشمیریؒ نے اس پر دہلا پھینکا تھا کہ لاہور کی ''ہیرا منڈی'' کی بھی یہی کرامت ہے۔ وہاں بھی کبھی سیلاب نہیں آیا۔ جن لوگوں نے گھر کے بھیدی جناب شفیق مرزا کی کتاب ''شہر سدوم'' پڑھی ہو، وہ جانتے ہوں گے کہ انہوں نے لنکا ڈھا کر کس خوبصورتی سے ثابت کیا ہے کہ یہ دونوں علاقے اپنے مزاج، گفتار اور کردار کے اعتبار سے آپس میں کتنی مماثلت رکھتے ہیں۔ ربوہ، جہاں سے بدنام زمانہ جسٹس منیر ایسے عیاش اور بدقماش طبع قادیانی نواز صاحبان اقتدار کی راتوں کو رنگین و سنگین بنانے کے لیے ''لجنہ'' کی ایمان شکن حسینان (قادیانی حوروں) کی شکل میں ''مال'' سپلائی ہوتا تھا اور ''سلسلہ احمدیہ کے سلوک کی یہ منزل'' پوری آب و تاب کے ساتھ آج بھی جاری ہے۔

واعظ نے کر لی ساقی سے دوستی
یہ تو بڑی دلچسپ کہانی ہو گئی

ویڈیو فلموں کی سب سے بڑی مارکیٹ ہال روڈ لاہور پر واقع ہے۔ یہاں کے ڈیلروں کا کہنا ہے کہ انگریزی اور بھارتی فلموں کی سب سے زیادہ کھپت ربوہ میں ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھارت میں ''قلی'' نامی فلم بنی جس میں معروف اداکار امیتابھ بچن نے بطور ہیرو کام کیا اور شوٹنگ کے دوران ایک سین فلمبند کرواتے ہوئے امیتابھ بچن بری طرح زخمی ہوئے اور ایک عرصہ تک ہسپتال رہے۔ پوری دنیا سے ان کے مداحوں نے انہیں عیادت کے خطوط لکھے۔ سب سے زیادہ خطوط انہیں ربوہ سے موصول ہوئے۔ خود میں نے ربوہ میں اقصیٰ چوک کے قریب ایک ویڈیو شاپ پر نہایت دلچسپ منظر دیکھا۔ دوکان کے اندر دیوار پر نیم برہنہ انڈین اداکاراؤں کے جھرمٹ میں مرزا قادیانی کی بڑی تصویر سجی ہوئی تھی۔ نیچے

لکھا تھا مسیح آخر الزمان حضرت مرزا غلام احمد قادیانی.........

لجنہ سے تعلق رکھنے والی یہاں کی کسی بھی خوبرو حسینہ کو جنہوں نے مخصوص نقاب اوڑھے ہوتے ہیں، بے نقاب کریں تو آپ کو اس کے چہرے پر دانتوں اور ناخنوں کے نشانات کثرت سے دکھائی دیں گے۔ یہ لڑکیاں جنہیں ربوہ میں ''ییلو کیب'' کہا جاتا ہے، ننگی ہوس کا بدترین نمونہ ہیں۔ آپ انہیں قادیانی شدادوں کی جنت کی ''حوریں'' بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ لڑکیاں آپ کو اکثر سرگودھا روڈ پر بسوں اور گاڑیوں میں سادہ لوح مسلمان نوجوانوں کو اپنے مصنوعی حسن اور اخلاق سے شکار کرتی نظر آئیں گی۔ ان کے شکار کیے ہوئے کئی نوجوان نوکری اور رشتہ کے لالچ میں متاع ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ گزشتہ دنوں قادیانی جماعت کے موجودہ خلیفہ مرزا طاہر نے اپنے خطبہ جمعہ میں لجنہ سے تعلق رکھنے والی تمام لڑکیوں کو ہدایت کی کہ وہ شہر بھر میں ہیروئن کے نشے میں دھت نوجوانوں کو خود ''فضل عمر ہسپتال'' پہنچائیں۔ جبکہ واقفان کا کہنا ہے کہ نوجوانوں میں نشے کی لعنت کے فروغ کا بڑا سبب بذات خود ''نشے کی یہ سانس لیتی پڑیاں'' ہیں۔

؎ میر کیا سادے ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

اگر آپ کو ربوہ جانے کا اتفاق ہو تو آپ کو ربوہ کی ہر دیوار پر مردانہ کمزوری کے علاج کے اشتہارات بکثرت ملیں گے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سارا شہر امراض مخصوصہ میں مبتلا ہے۔ دواخانہ حکیم نظام جان تو اسی کام کے لیے مخصوص ہے۔ اس کے بعض نسخوں میں سینکھیا ہونے کی وجہ سے کئی قادیانی نوجوان سہاگ رات کو ہی مر گئے۔ 1992ء میں ایسے ہی ایک واقعہ میں رائل فیملی کے ایک نوجوان کی ہلاکت پر وہاں کافی ہنگامہ ہوا۔ ربوہ میں آپ کو کثرت سے یہ مناظر ملیں گے کہ دور سے آتی ہوئی خاتون کو دیکھ کر وہاں کے نوجوان ازار بند کھول کر دیوار کی آڑ میں اجابت کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ یہ وہاں کا عام کلچر ہے۔

؎ وہ مر گیا جس شخص کا کردار مر گیا

اس شہر کی جنس زدہ فضا عریانی و بے حیائی کی گرد سے اٹی پڑی ہے، جہاں بھی چار آدمی کھڑے ہیں، یقیناً وہ وفور شوق اور ابلیسی لذت سے بھرپور سیکسی گفتگو کر رہے ہوتے ہیں۔

یہ کتاب نہ صرف جنسی سرکس کے قادیانی قلابازوں کے نٹ کھٹ کرتبوں پر مشتمل ہے بلکہ ان کی جھوٹی عباؤں، عیار قباؤں اور خود غرض دستار فضیلت پر زناٹے دار طمانچہ اور عبرت نامہ بھی۔

محمد متین خالد

قادیانیت
اُس بازار میں

وأشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمداً عبده ورسوله
١٤٠٤

بابو تاج محمدؒ مرزا قادیانی کی ''خوش اخلاقی'' کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''مرزا غلام احمد قادیانی کی تصانیف میں دو قسم کی بدزبانی پائی جاتی ہے۔

پہلی قسم انفرادی حیثیت رکھتی ہے اور دوسری اجتماعی۔ اگر ایک طرف مرزا صاحب یہ لکھتے ہیں کہ ''گالیاں دینا سفلوں اور کمینوں کا کام ہے'' (ست بچن ص 29) تو دوسری طرف تحریر کرتے ہیں کہ ''اگر تو نرمی کرے گا تو میں بھی نرمی کروں گا۔ اگر تو گالی دے گا تو میں بھی گالی دوں گا'' (حجۃ اللہ ص 93) اگر ایک پہلو یہ فقرہ نظر آئے کہ ''کسی کو گالی مت دو اگرچہ وہ گالی دیتا ہو'' (کشتی نوح ص 11) تو دوسرے پہلو پہ یہ عبارت بھی ملے گی کہ ''کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ میں نے کسی مخالف کی نسبت اس کی بدگوئی سے پہلے خود بدزبانی میں سبقت کی ہو۔'' (تتمہ حقیقۃ الوحی ص 21) اگر ایک طرف یہ لکھا ہوا دیکھو کہ ''ہر ایک سختی کو برداشت کرو۔ ہر ایک گالی کا نرمی سے جواب دو'' تو دوسری جانب یہ تحریر بھی ملے گی کہ ''اے گولڑہ کی سرزمین تجھ پر لعنت تو ملعون کے سبب ملعون ہو گئی'' (اعجاز احمدی ص:75)

مناظر اسلام مولانا حافظ نور محمد صاحب سہانپوری تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مصلح اور رہبر قوم جس کا فرض منصبی قوموں و جماعتوں کی اصلاح و تعلیم ہو اس کے لئے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ وہ تہذیب و اخلاق سے موصوف اور صبر و تحمل، حلم و عفو سے آراستہ ہو۔ وہ برگشتہ قوم کو اپنی شیریں بیانی کے ذریعہ راہ راست پر لائے اور ان کو رذائل و خبائث سے پاک کر کے محاسن و مکارم کا حامل بنا دے۔ چنانچہ دیکھئے انبیاء علیہم السلام و دیگر مصلحین امت میں کس قدر اخلاق حسنہ کی

فراوانی تھی۔ خصوصاً سردار انبیاء حضرت رسول خدا ﷺ تو مکارم اخلاق کے ایک بے نظیر پیکر اور صبر و تحمل اور حلم و عفو کے ایک بے مثال مجسمہ بن کر رونق افروز عالم ہوئے تھے کہ دوستوں کے علاوہ ان جانی دشمنوں کے لیے بھی جن کا شب و روز آپ کو تکلیف پہنچانا' شیوۂ خاص تھا' سراپا رحمت تھے کہ زبان مبارک سے ان کے لیے بھی کوئی برا کلمہ نہیں نکالا۔ اس نرمی و شیریں بیانی سے گفتگو فرماتے تھے کہ دشمنِ سخت دل بھی پانی پانی ہو جاتا تھا اور دل دکھانے والے سخت الفاظ سے دشمن کو بھی یاد کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔

لیکن پنجاب کی نبوت خیز سرزمین ضلع گورداسپور کے ایک غیر معروف گاؤں قادیان میں غلام احمد نامی ایک شخص پیدا ہوا اور کچھ لکھ پڑھ کر سیالکوٹ کی کچہری میں پندرہ روپے ماہوار پر کلرک لگ گیا۔ اس کے بعد اس کا اپنے متعلق یہ یقین ہو گیا کہ میں ''مصلح اعظم''، ''مسیح موعود'' اور ''نبی و رسول'' ہوں بلکہ کامل اتباع اور فنافی الرسول کے باعث ''محمد ثانی'' ہوں۔ اس لیے لازم تھا کہ آپ بھی اعلیٰ اخلاق' بہترین تہذیب' حلم و عفو' شیریں کلامی' سنجیدگی و دیگر اخلاقی کمالات سے نہ صرف موصوف ہی ہوتے بلکہ اس میں وہ یکتائے روزگار بھی ہوتے۔ لیکن افسوس کہ مصلح اعظم بننے والے اور نبوت و رسالت کے دعوے کرنے والے مرزا کے ''ظرف'' میں اخلاق حسنہ کا ایک قطرہ بھی نہیں تھا۔ بلکہ وہ سراسر اخلاقی کمزوریوں' نکتہ چینیوں' بدگوئیوں اور بدکلامیوں سے لبریز تھا۔ اور یہاں تک کہ آپ نے اس فن دشنام دہی میں ترقی کی تھی کہ اس کو دیکھ کر اور سن کر بداخلاقی و بدتمیزی بھی شرم و ندامت سے سرنگوں ہو جاتی ہے۔ اس لیے اگر مرزا قادیانی کو' اس فن کا پیغمبر اعظم کہا جائے تو کچھ بے جا نہیں۔

نگاہِ عبرت سے دیکھئے کہ خداوند تعالیٰ کو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ اس کے مقدس حبیب ﷺ کی نبوت کا روپ بدلنے والے دنیا میں مہذب و خلیق بن کر زندگی بسر کریں۔

کہتے ہیں کہ جو کچھ برتن کے اندر ہوتا ہے' وہی باہر ٹپکتا ہے۔ قادیانی جماعت کے بانی آنجہانی مرزا قادیانی جس طرح ظاہری طور پر بدصورت تھے' اسی طرح باطنی طور پر بھی بدسیرت تھے۔ قادیانی امت انہیں ''سلطان القلم'' کہتی ہے۔ اس پنجابی نبی کی تحریرات کو ملاحظہ کیا جائے تو جابجا بدکلامی و بدگوئی کی نجاست و غلاظت بکھری ہوئی نظر آئے گی۔ ذیل میں غلاظت کے ڈھیر میں نمونہ کے طور پر ''سلطان القلم'' کی تحریروں کے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں ورنہ مرزا قادیانی کی ساری کتابیں ایسی ہی تحریروں سے بھری ہوئی ہیں۔ ان فحش' مخرب اخلاق' حیا سوز'

گندی اور بازاری تحریروں سے با آسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کیا یہ کسی شریف انسان کی تحریریں ہوسکتی ہیں اور ہے کوئی قادیانی جو اپنے ''نبی'' کی ان تحریروں کو گلی' محلے یا گھر میں اپنے اہل خانہ کے سامنے بآواز بلند پڑھ سکے۔

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لیے

VIEW PROOF

(1) پرمیشر کی جگہ

''پرمیشر ناف سے دس انگلی نیچے ہے (سمجھنے والے سمجھ لیں۔)''

(چشمہ معرفت ص106 مندرجہ روحانی خزائن جلد 23 ص114 از مرزا قادیانی)

پرمیشر ہندوؤں کے خدا کو کہتے ہیں۔ مرزا قادیانی نے ہندوؤں کے خدا کو اپنی ناف سے دس انگل نیچے قرار دے کر انہیں بہت بڑی گالی دی۔ اس کے رد عمل میں ہندوؤں نے نہ صرف اپنے جلوسوں میں سر عام اسلام اور بانی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی توہین کی بلکہ مسلمانوں کی دل آزاری پر مبنی ''ستیارتھ پرکاش'' نامی کتاب بھی لکھی جس کے پہلے ایڈیشن میں صرف 13 ابواب تھے جبکہ مرزا قادیانی کی طرف سے ہندوؤں کی مذہبی شخصیات کو گالیاں دینے کے بعد چودھویں باب کا اضافہ کیا گیا جس میں انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو ناقابل بیان گالیاں دیں پھر ایک عرصہ بعد رسوائے زمانہ کتاب ''رنگیلا رسول'' بھی لکھی گئی جس سے برصغیر کے مسلمانوں میں کہرام برپا ہوگیا۔ اس کی تمام تر ذمہ داری مرزا قادیانی اور ان کی ذریت پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے اپنی تحریروں کے ذریعے ہندوؤں کو اشتعال دلایا۔ حالانکہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جھوٹے خداؤں کو بھی گالی نہ دو مبادا یہ کہ وہ تمہارے سچے خدا کو گالی دیں۔

VIEW PROOF

(2) قادیانی کوک شاستر

''ایک معزز آریہ کے گھر میں اولاد نہیں ہوتی' دوسری شادی کر نہیں سکتا کہ وید کی رو سے حرام ہے' آخر نیوگ کی ٹھہرتی ہے' یار دوست مشورہ دیتے ہیں کہ لالہ صاحب نیوگ کرائیے' اولاد بہت ہو جائے گی' ایک بول اٹھتا ہے کہ مہر سنگھ جو اسی محلہ میں رہتا ہے' اس کام کے بہت لائق ہے' لالہ بہاری لال نے اس سے نیوگ کرایا تھا' لڑکا پیدا ہوگیا۔ یہ لالہ لڑکا پیدا ہونے کا نام سن کر باغ باغ ہوگیا۔ بولا مہاراج آپ ہی نے سب کام کرنے ہیں' میں تو مہر سنگھ کا واقف بھی نہیں۔ مہاراج شریر النفس بولے کہ ہاں ہم سمجھا دیں گے' رات کو آ جائے گا۔ مہر سنگھ کو خبر دی گئی' وہ محلہ میں

ایک مشہور قمار باز' اوّل نمبر کا بدمعاش اور حرام کار تھا۔ سنتے ہی بہت خوش ہو گیا اور انہیں کاموں کو وہ چاہتا تھا پھر اس سے زیادہ اس کو کیا چاہیے تھا۔ ایک نوجوان عورت اور پھر خوبصورت' شام ہوتے ہی آ موجود ہوا۔ لالہ صاحب نے پہلے ہی دلالہ عورتوں کی طرح ایک کوٹھری میں نرم بستر بچھوا رکھا تھا اور کچھ دودھ اور حلوا بھی دو برتنوں میں سرہانے کی طاق میں رکھوا دیا تھا تاکہ اگر بیرج داتا کو ضعف ہو تو کھا پی لیں۔ پھر کیا تھا آتے ہی بیرج داتا نے لالہ دیوث کے نام و ناموس کا شیشہ توڑ دیا اور وہ بدبخت عورت تمام رات اس سے منہ کالا کراتی رہی اور اس پلید نے جو شہوت کا مارا تھا' نہایت قابل شرم اس عورت سے حرکتیں کیں اور لالہ باہر کے والان میں سوئے اور تمام رات اپنے کانوں سے بے حیائی کی باتیں سنتے رہے بلکہ تختوں کی دراڑوں سے مشاہدہ بھی کرتے رہے۔ صبح وہ خبیث اچھی طرح لالہ کی ناک کاٹ کر کوٹھری سے باہر نکلا' لالہ تو منتظر ہی تھے' دیکھ کر اس کی طرف دوڑے اور بڑے ادب سے اس پلید بدمعاش کو کہا' سردار صاحب رات کیا کیفیت گذری' اس نے مسکرا کر مبارک باد دی اور اشاروں میں جتا دیا کہ حمل ٹھہر گیا۔ لالہ دیوث سن کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ مجھے تو اسی دن سے آپ پر یقین ہو گیا تھا جبکہ میں نے بہاری لال کے گھر کی کیفیت سنی تھی اور پھر کہا وید حقیقت میں ودیا سے بھرا ہوا ہے' کیا عمدہ تدبیر لکھی ہے جو خطا نہ گئی۔ مہر سنگھ نے کہا کہ ہاں لالہ صاحب' سب سچ ہے کیا وید کی آ گیا کبھی خطا بھی جاتی ہے میں تو انہی باتوں کے خیال سے وید کوست ودیاؤں کا پستک مانتا ہوں۔ اور دراصل مہر سنگھ ایک شہوت پرست آدمی تھا۔ اس کو کسی وید شاستر اور شرتی شلوک کی پروا نہ تھی اور نہ ان پر کچھ اعتقاد رکھتا تھا۔ اس نے صرف لالہ دیوث کی حماقت کی باتیں سن کر اس کے خوش کرنے کے لیے ہاں میں ہاں ملا دی مگر اپنے دل میں بہت ہنسا کہ اس دیوث کی پتر لینے کے لیے کہاں تک نوبت پہنچ گئی پھر اس کے بعد مہر سنگھ تو رخصت ہوا اور لالہ گھر کی طرف خوش خوش آیا اور اسے یقین تھا کہ اس کی استری رام دئی بہت ہی خوشی کی حالت میں ہو گی کیونکہ مراد پوری ہوئی۔ لیکن اس نے اپنے گمان کے برخلاف اپنی عورت کو روتے پایا اور اس کو دیکھ کر تو وہ بہت ہی روئی' یہاں تک کہ چیخیں نکل گئیں۔ اور ہچکی آنی شروع ہوئی۔ لالہ نے حیران سا ہو کر اپنی عورت کو کہا کہ "ہے بھاگوان آج تو خوشی کا دن ہے کہ دل کی مرادیں پوری ہوئیں اور بیج ٹھہر گیا پھر تو روتی کیوں ہے؟ وہ بولی میں کیوں نہ روؤں' تو نے سارے کنبے میں میری مٹی پلید کی اور اپنی ناک کاٹ ڈالی اور ساتھ ہی میری بھی۔ اس سے بہتر تھا کہ میں پہلے ہی مر جاتی۔ لالہ دیوث بولا کہ یہ سب کچھ ہوا مگر اب بچہ ہونے کی بھی کس قدر خوشی

ہوگئ وہ خوشیاں بھی تو تو ہی کرے گی مگر رام دئی شاید کوئی نیک اصل کی تھی۔ اس نے ترت جواب دیا کہ حرام کے بچہ پر کوئی حرام کا ہی ہو تو خوشی منائے۔ لالہ تیز ہو کر بولا کہ ہے ہے کیا کہہ دیا۔ یہ تو وید آ گیا ہے۔ عورت کو یہ بات سن کر آگ لگ گئی' بولی میں نہیں سمجھ سکتی کہ یہ کیسا وید ہے جو بدکاری سکھلاتا اور زنا کاری کی تعلیم دیتا ہے۔ یوں تو دنیا کے مذاہب ہزاروں باتوں میں اختلاف رکھتے ہیں مگر یہ کبھی نہیں سنا کہ کسی مذہب نے وید کے سوا یہ تعلیم بھی دی ہو کہ اپنی پاک دامن عورتوں کو دوسروں سے ہم بستر کراؤ۔ آخر مذہب پاکیزگی سکھلانے کے لیے ہوتا ہے نہ بدکاری اور حرام کاری میں ترقی دینے کے لیے۔ جب رام دئی سب باتیں کہہ چکی تو لالہ نے کہا کہ چپ رہو اب جو ہوا سو ہوا۔ ایسا نہ ہو کہ شریک سنیں اور میرا ناک کاٹیں۔ رام دئی نے کہا کہ اے بے حیا کیا' ابھی تک تیرا ناک تیرے منہ پر باقی ہے' ساری رات میرے شریک نے جو تیرا ہمسایہ اور تیرا پکا دشمن ہے' تیری سہروں کی بیاہتا اور عزت کے خاندان والی سے تیرے ہی بستر پر چڑھ کر تیرے ہی گھر میں خرابی کی اور ہر ایک ناپاک حرکت کے وقت جتا بھی دیا کہ میں نے خوب بدلا لیا۔ سو کیا اس بے غیرتی کے بعد بھی تُو جیتا ہے۔ کاش تُو اس سے پہلے ہی مرا ہوتا۔ اب وہ شریک اور پھر دشمن باتیں بنانے اور ٹھٹھا کرنے سے کب باز رہے گا بلکہ وہ تو کہہ گیا ہے کہ میں اس فتح عظیم کو چھپا نہیں سکتا کہ جو آج وساوامل کے مقابل پر مجھے حاصل ہوئی۔ میں ضرور رام دئی کا سارا نقشہ محلّہ کے لوگوں پر ظاہر کروں گا' سو یاد رکھ کہ وہ ہر ایک مجلس میں تیرا ناک کاٹے گا اور ہر ایک لڑائی میں یہ قصہ تجھے جتائے گا اور اس سے کچھ تعجب نہیں کہ وہ دعویٰ کر دے کہ رام دئی میری ہی عورت ہے کیونکہ وہ اشارہ سے یہ کہہ بھی گیا ہے کہ آئندہ بھی میں تجھے کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ لالہ دیوث نے کہا کہ نکاح کا دعویٰ ثابت ہونا تو مشکل ہے البتہ یارانہ کا اظہار کرے تو کرے تا ہماری اور بھی رسوائی ہو' بہتر تو یہ ہے کہ ہم دیش ہی چھوڑ دیں۔ بیٹا ہونے کا خیال تھا' وہ تو ایشر نے دے ہی دیا۔ بیٹے کا نام سن کر عورت زہر خندہ ہنسی اور کہا کہ تجھے کس طرح اور کیونکر یقین ہوا کہ ضرور بیٹا ہوگا' اوّل تو پیٹ ہونے میں ہی شک ہے اور پھر اگر ہو بھی تو اس بات پر کوئی دلیل نہیں کہ لڑکا ہی ہوگا' کیا بیٹا ہونا کسی کے اختیار میں رکھا ہے۔ کیا ممکن نہیں کہ حمل ہی خطا جائے یا لڑکی پیدا ہو' لالہ دیوث بولے کہ اگر حمل خطا گیا تو میں کھڑک سنگھ کو جو اسی محلّہ میں رہتا ہے' نیوگ کے لیے بلا لاؤں گا' عورت نہایت غصہ سے بولی کہ اگر کھڑک سنگھ بھی کچھ نہ کر سکا تو پھر کیا کرے گا۔ لالہ بولا کہ تو جانتی ہے کہ نرائن سنگھ بھی ان دونوں سے کم نہیں' اس کو بلا لاؤں گا۔ پھر اگر ضرورت پڑی تو جیمل سنگھ' لہنا سنگھ' بوڑھ سنگھ' جیون

سنگھ' صوبا سنگھ' خزان سنگھ' ارجن سنگھ' رام سنگھ' کشن سنگھ' دیال سنگھ سب اس محلہ میں رہتے ہیں اور زور اور قوت میں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں' میرے کہنے پر سب حاضر ہو سکتے ہیں' عورت بولی کہ میں اس سے بہتر تجھے صلاح دیتی ہوں کہ مجھے بازار میں ہی بٹھا دے' تب دس بیس کیا ہزاروں لاکھوں آ سکتے ہیں' منہ کالا جو ہونا تھا' وہ تو ہو چکا مگر یاد رکھ کہ بیٹا ہونا پھر بھی اپنے بس میں نہیں اور اگر ہوا بھی تو تجھے اس سے کیا جس کا وہ نطفہ ہے آخر وہ اسی کا ہوگا اور اسی کی خو بو لائے گا کیونکہ درحقیقت وہ اسی کا بیٹا ہے' اس کے بعد رام دئی نے کچھ سوچ کر پھر رونا شروع کیا اور دور دور تک آواز گئی اور آواز سن کر ایک پنڈت نہال چند نام دوڑا آیا اور آتے ہی کہا کہ لالہ سکھ تو ہے' یہ کیسی رونے کی آواز آئی۔ لالہ ناک کٹا چاہتا تو نہیں تھا کہ نہال چند کے آگے قصہ بیان کرے مگر اس خوف سے کہ رام دئی اس وقت غصہ میں ہے' اگر میں بیان نہ کروں تو وہ ضرور بیان کر دے گی۔ کچھ کھسیانا سا ہو کر زبان دبا کر کہنے لگا کہ مہاراج آپ جانتے ہیں کہ وید میں وقت ضرورت نیوگ کے لیے آ گیا ہے۔ سو میں نے بہت دنوں سوچ کر رات کو نیوگ کرایا تھا' مجھ سے یہ غلطی ہوئی کہ میں نے نیوگ کے لیے مہر سنگھ کو بلا لیا' پیچھے معلوم ہوا کہ وہ میرے دشمن کرم سنگھ کا بیٹا اور نہایت شریر آدمی ہے' وہ مجھے اور میری امتری کو ضرور خراب کرے گا اور وہ وعدہ کر گیا ہے کہ میں یہ ساری کیفیت خوب شائع کروں گا۔ نہال چند بولا کہ درحقیقت بڑی غلطی ہوئی اور پھر بولا کہ وساوامل' تیری سمجھ پر نہایت ہی افسوس ہے۔ کیا تجھے معلوم نہ تھا کہ نیوگ کے لیے پہلا حق برہموں کا ہے اور غالباً یہ بھی تجھ پر پوشیدہ نہیں ہوگا کہ اس محلہ کی تمام کھترانی عورتیں مجھ سے ہی نیوگ کراتی ہیں اور میں دن رات اسی سیوا میں لگا ہوا ہوں پھر اگر تجھے نیوگ کی ضرورت تھی تو مجھے بلا لیا ہوتا۔ سب کام سدھ ہو جاتا اور کوئی بات نہ نکلتی۔ اس محلہ میں اب تک تین ہزار کے قریب ہندو عورتوں نے نیوگ کرایا ہے مگر کیا کبھی تم نے اس کا ذکر بھی سنا' یہ پردہ کی باتیں ہیں' سب کچھ ہوتا ہے پھر ذکر نہیں کیا جاتا لیکن مہر سنگھ تو ایسا نہیں کرے گا۔ ذرہ دو چار گھنٹوں تک دیکھنا کہ سارے شہر میں رام دئی کے نیوگ کا شور و غوغا ہوگا۔ لالہ دیوث بولا کہ درحقیقت مجھ سے سخت غلطی ہوئی۔ اب کیا کروں۔ اس وقت شریر پنڈت نے جو باعث نہ ہونے رسم پردہ کے رام دئی کو دیکھ چکا تھا کہ جوان اور خوش شکل ہے' نہایت بے حیائی کا جواب دیا کہ اگر اسی وقت رام دئی مجھ سے نیوگ کرے تو میں ذمہ دار ہوتا ہوں کہ مہر سنگھ کے فتنہ کو میں سنبھال لوں گا اور پہلا حمل ایک شکی بات ہے۔ اب بہرحال یقینی ہو جائے گا تب وساوامل دیوث تو اس بات پر بھی راضی ہو گیا مگر رام دئی نے سن کر سخت گالیاں اس کو

نکالیں۔ تب وساوا ل نے پنڈت کو کہا کہ مہاراج اس کا یہی حال ہے ہرگز نیوگ کرنا نہیں چاہتی۔ پہلے بھی مشکل سے کرایا تھا جس کو یاد کر کے اب تک رو رہی ہے کہ میرا منہ کالا کیا۔ اسی سے تو اس نے چیخیں ماری تھی جن کو آپ سن کر دوڑے آئے تب وہ شہوت پرست پنڈت وساوا ل کی یہ بات سن کر رام دئی کی طرف متوجہ ہوا اور کہا نہیں بھاگوان نیوگ کو برا نہیں ماننا چاہیے۔ یہ وید آ گیا ہے مسلمان بھی تو عورتوں کو طلاق دیتے ہیں اور وہ عورتیں کسی دوسرے سے نکاح کر لیتی ہیں سو جیسے طلاق جیسے نیوگ۔ بات ایک ہی ہے۔"

(آریہ دھرم ص 31 تا 34 مندرجہ روحانی خزائن جلد 10 ص 31 تا 34 از مرزا قادیانی)

(3) قادیانی خشوع وخضوع

VIEW PROOF

"یاد رکھنا چاہیے کہ نماز اور یاد الٰہی میں جو کبھی انسان کو حالت خشوع میسر آتی ہے اور وجد اور ذوق پیدا ہو جاتا ہے یا لذت محسوس ہوتی ہے۔ یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اس انسان کو رحیم خدا سے حقیقی تعلق ہے جیسا کہ اگر نطفہ اندام نہانی کے اندر داخل ہو جائے اور لذت بھی محسوس ہو تو اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ اس نطفہ کو رحم سے تعلق ہو گیا ہے بلکہ تعلق کے لیے علیحدہ آثار اور علامات ہیں۔ پس یاد الٰہی میں ذوق شوق جس کو دوسرے لفظوں میں حالت خشوع کہتے ہیں' نطفہ کی اس حالت سے مشابہ ہے جب وہ ایک صورت انزال پکڑ کر اندام نہانی کے اندر گر جاتا ہے۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص 192 مندرجہ روحانی خزائن جلد 21 ص 192 از مرزا قادیانی)

(4)

VIEW PROOF

"جیسا کہ نطفہ کبھی حرام کاری کے طور پر کسی رنڈی کے اندام نہانی میں پڑتا ہے تو اس میں بھی وہی لذت' نطفہ ڈالنے والے کو حاصل ہوتی ہے جیسا کہ اپنی بیوی کے ساتھ۔ پس ایسا ہی بت پرستوں اور مخلوق پرستوں کا خشوع وخضوع اور حالت ذوق وشوق' رنڈی بازوں سے مشابہ ہے یعنی خشوع اور خضوع مشرکوں اور ان لوگوں کا جو محض اغراض دنیویہ کی بنا پر خدا تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔ اس نطفہ سے مشابہت رکھتا ہے جو حرام کار عورتوں کے اندام نہانی میں جا کر باعث لذت ہوتا ہے بہرحال جیسا کہ نطفہ میں تعلق پکڑنے کی استعداد ہے۔ حالت خشوع میں بھی تعلق پکڑنے کی استعداد ہے مگر صرف حالت خشوع اور رقت اور سوز اس بات پر دلیل نہیں ہے کہ وہ تعلق ہو بھی گیا ہے جیسا کہ نطفہ کی صورت میں جو اس روحانی صورت کے مقابل پر ہی مشاہدہ ظاہر کر رہا ہے۔ اگر

کوئی شخص اپنی بیوی سے صحبت کرے اور منی عورت کے اندام نہانی میں داخل ہو جائے اور اس کو اس فعل سے کمال لذت حاصل ہو تو یہ لذت اس بات پر دلالت نہیں کرے گی کہ حمل ضرور ہو گیا ہے۔ پس ایسا ہی خشوع اور سوز و گداز کی حالت گو وہ کیسی ہی لذت اور سرور کے ساتھ ہو خدا سے تعلق پکڑنے کے لیے کوئی لازمی علامت نہیں ہے۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص 193 مندرجہ روحانی خزائن جلد 21 ص 193 از مرزا غلام احمد قادیانی)

VIEW PROOF **(5)**

"اور پھر ایک اور مشابہت خشوع اور نطفہ میں ہے اور وہ یہ کہ جب ایک شخص کا نطفہ اس کی بیوی یا کسی اور عورت کے اندر داخل ہوتا ہے تو اس نطفہ کا اندام نہانی کے اندر داخل ہونا اور انزال کی صورت پکڑ کر رواں ہو جانا بعینہ رونے کی صورت پر ہوتا ہے جیسا کہ خشوع کی حالت کا نتیجہ بھی رونا ہی ہوتا ہے۔ اور جیسے بے اختیار نطفہ اچھل کر صورت انزال اختیار کرتا ہے۔ یہی صورت کمال خشوع کے وقت رونے کی ہوتی ہے کہ رونا آنکھوں سے اچھلتا ہے اور جیسی انزال کی لذت کبھی حلال طور پر ہوتی ہے جبکہ اپنی بیوی سے انسان صحبت کرتا ہے اور کبھی حرام طور پر جبکہ انسان کسی حرام کار عورت سے صحبت کرتا ہے۔ یہی صورت خشوع اور سوز گداز اور گریہ وزاری کی ہے یعنی کبھی خشوع اور سوز و گداز محض خدائے واحد لاشریک کے لیے ہوتا ہے جس کے ساتھ کسی بدعت اور شرک کا رنگ نہیں ہوتا۔ پس وہ لذت سوز و گداز کی ایک لذت حلال ہوتی ہے مگر کبھی خشوع اور سوز و گداز اور اس کی لذت بدعات کی آمیزش سے یا مخلوق کی پرستش اور بتوں اور دیویوں کی پوجا میں بھی حاصل ہوتی ہے مگر وہ لذت حرامکاری کے جماع سے مشابہ ہوتی ہے۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص 196 مندرجہ روحانی خزائن جلد 21 ص 196 از مرزا غلام احمد قادیانی)

VIEW PROOF **(6)**

قادیانی ترانہ

"چھپکے چھپکے حرام کروانا
آریوں کا اصول بھاری ہے
زن بیگانہ پر یہ شیدا ہیں
جس کو دیکھو وہی شکاری ہے

غیر مردوں سے مانگنا نطفہ
سخت خبث اور نابکاری ہے
غیر کے ساتھ جو کہ سوتی ہے
وہ نہ بیوی زن بزاری ہے
نام اولاد کے حصول کا ہے
ساری شہوت کی بے قراری ہے
بیٹا بیٹا پکارتی ہے غلط
یار کی اس کو آہ و زاری ہے
دس سے کروا چکی زنا لیکن
پاک دامن ابھی بچاری ہے
گھر میں لاتے ہیں اس کے یاروں کو
ایسی جورو کی پاسداری ہے
اس کے یاروں کو دیکھنے کے لیے
سر بازار ان کی باری ہے
ہے قوی مرد کی تلاش انہیں
خوب جورو کی حق گذاری ہے"

(آریہ دھرم ص 76,75 مندرجہ روحانی خزائن جلد 10 ص 76,75 از مرزا غلام احمد قادیانی)

VIEW PROOF

(7) پیٹ سے چوہا؟

"اب عبدالحق کو ضرور پوچھنا چاہیے کہ اس کا وہ مباہلہ کی برکت کا لڑکا کہاں گیا۔ کیا اندر ہی اندر پیٹ میں تحلیل پا گیا یا پھر رجعت قہقری کر کے نطفہ بن گیا...... اور اب تک اس کی عورت کے پیٹ میں سے ایک چوہا بھی پیدا نہ ہوا۔"

(انجام آتھم ص 317,311 مندرجہ روحانی خزائن جلد 11 ص 317,311 از مرزا قادیانی)

VIEW PROOF

(8) رحم پر مہر

"خدا تعالیٰ نے اس (عبدالحق غزنوی) کی بیوی کے رحم پر مہر لگا دی۔"

(تتمہ حقیقت الوحی ص 444 مندرجہ روحانی خزائن جلد 22 ص 444 از مرزا قادیانی)

VIEW PROOF

(9) عضو تناسل کاٹ دینا......

''حضرت مسیح موعود کے قریباً ہم عمر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی تھے۔ ان کے والد کا جس وقت نکاح ہوا۔ اگر ان کو حضرت اقدس مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی حیثیت معلوم ہوتی اور وہ جانتے کہ میرا ہونے والا بیٹا محمد رسول اللہ ﷺ کے ظل اور بروز کے مقابلہ میں وہی کام کرے گا جو آنحضرت ﷺ کے مقابلہ میں ابو جہل نے کیا تھا تو وہ اپنے آلہ تناسل کو کاٹ دیتا اور اپنی بیوی کے پاس نہ جاتا۔''

(مرزا بشیر الدین محمود کا خطبہ نکاح' روزنامہ الفضل قادیان مورخہ 2 نومبر 1922ء جلد 10 شمارہ 35)

VIEW PROOF

(10) بے غسل......؟

''اس شخص نے کہا کہ کیا ہم یہودی ہیں۔ میں نے کہا کہ تم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو کہ تمہارے قول و فعل کس سے ملتے جلتے ہیں۔ اس بات پر وہ شخص سخت غضبناک ہو کر کہنے لگا۔ دیکھو جی مرزا رات کو لگائی سے بدکاری کرتا ہے اور صبح کو بے غسل لوٹا ابھرا ہوا ہوتا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ مجھے یہ الہام ہوا اور وہ الہام ہوا' میں مہدی ہوں' مسیح ہوں۔

مجھ جیسا انسان غیرت مند کب روا رکھ سکتا تھا کہ حضرت اقدس مرزا قادیانی (فداہ جانی وروحی ونفسی وامی وابی) کی نسبت ایسا گندہ جملہ سن سکے۔ بس میں نے اس کے ایک ایسا تھپڑ مارا کہ اس کی ٹوپی پگڑی سر پر سے اتر کر دور جا پڑی اور کہا او مردود و دشمن مقبول الٰہی' تو ایسا جملہ ناپاک ایسے صادق مصدوق' طاہر و مطہر انسان کی نسبت اور میرے آقا اور مرشد اور رہنما ہیں۔ خبردار جو آج سے میرے پاس آیا اور یا مجھ سے ملا۔''

(تذکرہ المہدی ص 157 از پیر سراج الحق نعمانی قادیانی)

VIEW PROOF

(11) جہاں سے نکلے تھے......

''جھوٹے آدمی کی یہ نشانی ہے کہ جاہلوں کے روبرو تو بہت گزاف مارتے ہیں مگر جب کوئی دامن پکڑ کر پوچھے کہ ذرا ثبوت دے کر جاؤ تو جہاں سے نکلے تھے وہیں داخل ہو جاتے ہیں۔''

(حیات احمد' حضرت مسیح موعود کے سوانح حیات جلد دوئم نمبر اوّل ص25 از یعقوب علی عرفانی)

VIEW PROOF

(12) عورت کی کارروائی

''مرد اور کئی وجوہات اور موجبات سے ایک سے زیادہ بیوی کرنے کے لیے مجبور ہوتا ہے۔ مثلاً اگر مرد کی ایک بیوی تغیر عمر یا کسی بیماری کی وجہ سے بدشکل ہو جائے تو مرد کی قوت فاعلی جس پر سارا مدار عورت کی کارروائی کا ہے' بیکار اور معطل ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر مرد بدشکل ہو تو عورت کا کچھ بھی حرج نہیں کیونکہ کارروائی کی کل مرد کو دی گئی ہے اور عورت کی تسکین کرنا مرد کے ہاتھ میں ہے۔ ہاں اگر مرد اپنی قوت مردی میں قصور یا عجز رکھتا ہے تو قرآنی حکم کے رو سے عورت اس سے طلاق لے سکتی ہے اور اگر پوری پوری تسلی کرنے پر قادر ہو تو عورت یہ عذر نہیں کر سکتی کہ دوسری بیوی کیوں کی ہے۔ کیونکہ مرد کی ہر روزہ حاجتوں کی عورت ذمہ دار اور کاربرآر نہیں ہو سکتی۔ اور اس سے مرد کا استحقاق دوسری بیوی کرنے کے لیے قائم رہتا ہے۔''

(آئینہ کمالات اسلام ص282 مندرجہ روحانی خزائن جلد5 ص282 از مرزا قادیانی)

نوٹ: (لجنہ اماء اللہ سے تعلق رکھنے والی تمام قادیانی حوریں کارروائی کرواتے وقت مرزا قادیانی کی مندرجہ بالا ہدایات پر عمل کریں' فائدہ ہوگا۔)

VIEW PROOF

(13) مرزا قادیانی کی اپنی جماعت کو نصیحت

''مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہماری جماعت کے آدمیوں کو چاہیے کہ کم از کم تین دفعہ ہماری کتابوں کا مطالعہ کریں اور فرماتے تھے کہ جو ہماری کتب کا مطالعہ نہیں کرتا۔ اس کے ایمان کے متعلق مجھے شبہ ہے۔''

(سیرت المہدی جلد دوئم ص78 از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

متنبیِّ قادیاں کی ''سیرتِ مقدسہ'' اور آپ کے ''اخلاقِ عالیہ'' کے تصور سے جبینِ انسانیت عرق آلود اور چشمِ غیرت اشکبار ہے جس کی بدگوئی سے نہ کوئی چھوٹا بچا ہے نہ بڑا۔ غوثِ وقت' قطبِ دوراں' حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت اپنی کتاب ''مواہب الرحمٰن'' میں ہرزہ سرائی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''خبیث وخبیث مایخرج من فیہ'' یہ شخص خود بھی پلید ہے اور جو کچھ اس کے منہ سے نکلتا ہے وہ بھی پلید' حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرزا قادیانی کے جواب میں خلق محمدی کا نمونہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو کردی
جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خا را

بندۂ خدا مجھے تو جو چاہو کہہ لو۔ لیکن میرے منہ سے تو اسمِ خدا بھی نکلتا ہے۔ اس کی نسبت ایسا لفظ استعمال کرنا اندیشہ ہے کہ قیامت میں اس کا مواخذہ نہ ہو۔

مولانا محمد کرم الدین جہلمی ''تازیانۂ عبرت'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ مرزا جی کی بدزبانی سے کسی ملت اور کسی فرقہ کا کوئی متنفس نہ بچا ہوگا جو کہ ان کی گالیوں کا نشانہ نہ بنا ہو۔ بعض نے تو آپ کو ترکی بہ ترکی سنائیں۔ اور اکثر سنجیدہ مزاجوں نے سکوت کیا۔ جوں جوں دوسری طرف سے خاموشی ہوتی گئی' مرزا صاحب کا حوصلہ بلند ہوتا گیا۔ گالیوں میں مشاق ہوتے گئے۔ حتیٰ کہ فن گالیوں کے آپ پورے امام بن گئے اور گالیوں کی ایجاد میں آپ نے وہ یدِ طولیٰ حاصل فرمایا کہ اس علم کے آپ استاد وادیب مانے جانے لگے اور دنیا قائل ہوگئی کہ کوئی شخص امام الزماں کا مقابلہ اس فن میں کرنے کے قابل نہیں رہا ہے۔

رفتہ رفتہ یہ معاملہ حکام وقت کے سامنے پیش آیا۔ اور مختلف مواقع پر آپ کی وہ تصنیفات جو مغلظات کا ایک مجموعہ تھیں' دفتر عدالت میں پیش ہوئیں۔ چنانچہ بعض بیدار مغز حکام نے مرزا قادیانی کو ڈانٹا کہ مرزا جی منہ سنبھالیے۔ گورنمنٹ انگلشیہ کے اصول امن پسندی کو نظر انداز نہ فرمایئے۔ مرزا قادیانی عدالت کے تیور بدلے ہوئے دیکھ کر آئندہ کے لیے قسم کھانے لگے کہ معاف کیجئے آئندہ کے لیے ایسا نہ ہوگا۔ اس سلسلہ میں مسٹر ڈوئی صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور اور مسٹر ڈگلس صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کے فیصلے ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

(14) چوہڑی' زانیہ اور کنجروں کے خواب

''بعض فاسق اور فاجر اور زانی اور ظالم اور غیر متدین اور چور اور حرام خور اور خدا کے احکام کے مخالف چلنے والے بھی ایسے دیکھے گئے ہیں کہ ان کو بھی کبھی سچی خوابیں آتی ہیں اور یہ میرا ذاتی تجربہ ہے (تجربہ کے لیے مرزا صاحب ان کے پاس جاتے تھے یا وہ ان کے پاس آتے تھے؟) کہ بعض عورتیں جو قوم کی چوہڑی یعنی بھنگن تھیں جن کا پیشہ مردار کھانا اور ارتکاب جرائم کا م تھا' انہوں نے ہمارے روبرو بعض خوابیں بیان کیں اور وہ سچی نکلیں۔ اس سے بھی عجیب تر یہ کہ بعض زانیہ عورتیں اور قوم کے کنجر جن کا دن رات زنا کاری کام تھا' ان کو دیکھا گیا کہ بعض خوابیں

انہوں نے بیان کیں اور وہ پوری ہو گئیں۔"

(حقیقۃ الوحی ص 3 مندرجہ روحانی خزائن جلد 2 ص 5 از مرزا غلام احمد قادیانی)

VIEW PROOF

(15) ٹانک وائن

"مجبی اخویم حکیم محمد حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے آپ اشیاء خریدنی خود خرید دیں اور ایک بوتل "ٹانک وائن" کی پلومر کی دکان سے خرید دیں مگر ٹانک وائن چاہئے اس کا لحاظ رہے۔ باقی خیریت ہے۔ والسلام۔"

مرزا غلام احمد عفی عنہ

(خطوط امام بنام غلام ص 5 از حکیم محمد حسین قریشی قادیانی)

(ٹانک وائن ایک ولائتی شراب ہے جو پاکستان بننے سے پہلے ای پلومر کی دکان سے دستیاب ہوتی تھی۔ یہ دکان لاہور ہائی کورٹ کے سامنے کارنر پر واقع ہے۔ اب یہاں نظر کے چشمے وغیرہ ملتے ہیں۔ پہلے اس میں شراب کے چشمے ابلتے تھے۔ ناقل)

VIEW PROOF

(16) جائے نفرت

"کرم خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار"

(درثمین اردو ص 116 از مرزا غلام احمد قادیانی)

یعنی مرزا قادیانی کہتا ہے کہ میں کرم خاکی ہوں اور آدم زاد نہیں ہوں۔ بلکہ انسانوں کی عار اور جائے نفرت ہوں۔ قادیانیوں کا کہنا ہے کہ اس شعر میں مرزا قادیانی نے عاجزی وانکساری کا اظہار کیا ہے۔ یہ کیسی عاجزی ہے جس میں آدمی خود کو انسان کا بچہ ماننے سے انکار کر دے اور خود کو انسانوں کی نفرت والی جگہ (؟) کو سنی خلیفہ قادیانی خود کریں۔

VIEW PROOF

(17) "میں ایسے پردے کا قائل نہیں"

"بیان کیا حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اوّل نے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود کسی سفر میں تھے۔ سٹیشن پر پہنچے تو ابھی گاڑی آنے میں دیر تھی۔ آپ بیوی صاحبہ کے ساتھ

سٹیشن کے پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگ گئے' یہ دیکھ کر مولوی عبدالکریم صاحب جن کی طبیعت غیور (اور مرزا قادیانی کی؟) اور جوشیلی تھی' میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ بہت لوگ اور پھر غیر لوگ ادھر ادھر پھرتے ہیں۔ آپ حضرت صاحب سے عرض کریں کہ بیوی صاحبہ کو کہیں الگ بٹھا دیا جائے۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ میں نے کہا میں تو نہیں کہتا' آپ کہہ کر دیکھ لیں۔ ناچار مولوی عبدالکریم صاحب خود حضرت صاحب کے پاس گئے اور کہا کہ حضور' لوگ بہت ہیں۔ بیوی صاحبہ کو الگ ایک جگہ بٹھا دیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا جاؤ جی میں ایسے پردے کا قائل نہیں ہوں۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ اس کے بعد مولوی عبدالکریم صاحب سر نیچے ڈالے میری طرف آئے۔ میں نے کہا مولوی صاحب! جواب لے آئے؟''

(سیرت المہدی جلد اوّل ص 63 از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

(18) عشقیہ شاعری

VIEW PROOF

''خاکسار عرض کرتا ہے کہ مرزا سلطان احمد صاحب سے مجھے حضرت مسیح موعود کی ایک شعروں کی کاپی ملی ہے جو بہت پرانی معلوم ہوتی ہے غالباً نوجوانی کا کلام ہے۔ حضرت صاحب کے اپنے خط میں ہے جسے میں پہچانتا ہوں' بعض شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

عشق کا روگ ہے کیا پوچھتے ہو اس کی دوا
ایسے بیمار کا مرنا ہی دوا ہوتا ہے
کچھ مزا پایا میرے دل! ابھی کچھ پاؤ گے
تم بھی کہتے تھے کہ الفت میں مزا ہوتا ہے

....

ہائے کیوں ہجر کے الم میں پڑے
مفت بیٹھے بٹھائے غم میں پڑے
اس کے جانے سے صبر دل سے گیا
ہوش بھی ورطۂ عدم میں پڑے

....

سبب کوئی خداوندا بنا دے
کسی صورت سے وہ صورت دکھا دے
کرم فرما کے آ او میرے جانی
بہت روئے ہیں اب ہم کو ہنسا دے
کبھی نکلے گا آخر تنگ ہو کر
دلا اک بار شور و غل مچا دے

....

نہ سر کی ہوش ہے تم کو نہ پا کی
سمجھ ایسی ہوئی قدرت خدا کی
مرے بت اب سے پردہ میں رہو تم
کہ کافر ہو گئی خلقت خدا کی

....

نہیں منظور تھی گر تم کو الفت
تو یہ مجھ کو بھی جتلایا تو ہوتا
مری دلسوزیوں سے بے خبر ہو
مرا کچھ بھید بھی پایا تو ہوتا
دل اپنا اس کو دوں یا ہوش یا جاں
کوئی اک حکم فرمایا تو ہوتا"

(سیرت المہدی جلد اوّل ص 233,232 از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

(19) گول منہ لمبا منہ

VIEW PROOF

"بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ مدت کی بات ہے جب میاں ظفر احمد صاحب کپور تھلوی کی پہلی بیوی فوت ہو گئی اور ان کو دوسری بیوی کی تلاش ہوئی تو ایک دفعہ حضرت صاحب نے ان سے کہا کہ ہمارے گھر میں دو لڑکیاں رہتی ہیں' ان کو میں لاتا ہوں۔ آپ ان کو دیکھ لیں پھر ان میں سے جو آپ کو پسند ہو اس سے آپ کی شادی کر دی جائے۔ چنانچہ

حضرت صاحب گئے اور ان دو لڑکیوں کو بلا کر کمرہ کے باہر کھڑا کر دیا اور پھر اندر آ کر کہا کہ وہ باہر کھڑی ہیں' آپ چک کے اندر سے دیکھ لیں چنانچہ میاں ظفر احمد صاحب نے ان کو دیکھ لیا اور پھر حضرت صاحب نے ان کو رخصت کر دیا اور اس کے بعد میاں ظفر احمد صاحب سے پوچھنے لگے کہ اب بتاؤ تمہیں کونسی لڑکی پسند ہے۔ وہ نام تو کسی کا جانتے نہ تھے۔ اس لیے انہوں نے کہا کہ جس کا منہ لمبا ہے' وہ اچھی ہے۔ اس کے بعد حضرت صاحب نے میری رائے لی۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میں نے تو نہیں دیکھا پھر آپ خود فرمانے لگے کہ ہمارے خیال میں تو دوسری لڑکی بہتر ہے جس کا منہ گول ہے۔ پھر فرمایا جس شخص کا چہرہ لمبا ہوتا ہے۔ وہ بیماری وغیرہ کے بعد عموماً بدنما ہو جاتا ہے لیکن گول چہرہ کی خوبصورتی قائم رہتی ہے۔ (کامیاب دلال۔ مرتب) میاں عبداللہ صاحب نے بیان کیا کہ اس وقت حضرت صاحب اور میاں ظفر احمد صاحب اور میرے سوا اور کوئی شخص وہاں نہ تھا۔ اور نیز یہ کہ حضرت صاحب ان لڑکیوں کو کسی احسن طریق سے وہاں لائے تھے اور پھر ان کو مناسب طریق پر رخصت کر دیا تھا جس سے ان کو کچھ معلوم نہیں ہوا مگر ان میں سے کسی کے ساتھ میاں ظفر احمد صاحب کا رشتہ نہیں ہوا' یہ مدت کی بات ہے۔

(سیرت المہدی جلد اوّل ص 259 از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

(20) کنجنی کی رقم

VIEW PROOF

''بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ ایک دفعہ انبالہ کے ایک شخص نے حضرت صاحب سے فتویٰ دریافت کیا کہ میری ایک بہن کنجنی تھی۔ اس نے اس حالت میں بہت سا روپیہ کمایا پھر وہ مرگئی اور مجھے اس کا ترکہ ملا مگر بعد میں مجھے اللہ تعالیٰ نے توبہ اور اصلاح کی توفیق دی۔ اب میں اس مال کو کیا کروں؟ حضرت صاحب نے جواب دیا کہ ہمارے خیال میں اس زمانہ میں ایسا مال اسلام کی خدمت میں خرچ ہو سکتا ہے۔''

(سیرت المہدی جلد اوّل ص 262,261 از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

(نوٹ)...... کنجنی پیشہ ور فاحشہ عورت کو کہتے ہیں۔

(21) ممنوعہ چیزیں ''بھنگ دھتورہ افیون'' سب جائز

VIEW PROOF

''ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے سل دق کے مریض کے لیے ایک گولی بنائی تھی۔ اس میں کونین اور کافور کے

علاوہ افیون' بھنگ اور دھتورہ وغیرہ زہریلی ادویہ بھی داخل کی تھیں اور فرمایا کرتے تھے کہ دوا کے طور پر علاج کے لیے اور جان بچانے کے لیے ممنوع چیز بھی جائز ہو جاتی ہے۔"

(سیرت المہدی جلد سوئم ص 111 از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

(22) احتلام

VIEW PROOF

"ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت صاحب کے خادم میاں حامد علی کی روایت ہے کہ ایک سفر میں حضرت صاحب کو احتلام ہوا۔ جب میں نے یہ روایت سنی تو بہت تعجب ہوا کیونکہ میرا خیال تھا کہ انبیاء کو احتلام نہیں ہوتا پھر بعد فکر کرنے کے اور طبی طور پر اس مسئلہ پر غور کرنے کے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ احتلام تین قسم کا ہوتا ہے ایک فطرتی' دوسرا شیطانی خواہشات اور خیالات کا نتیجہ اور تیسرا مرض کی وجہ سے۔ انبیاء کو فطرتی اور بیماری والا احتلام ہو سکتا ہے مگر شیطانی نہیں ہوتا۔ لوگوں نے سب قسم کے احتلام کو شیطانی سمجھ رکھا ہے جو غلط ہے۔"

(سیرت المہدی جلد سوئم ص 242 از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

(23) نماز میں نامناسب تکلیف

VIEW PROOF

"قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک زمانہ میں حضرت اقدس حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے ساتھ اس کوٹھڑی میں نماز کے لیے کھڑے ہوا کرتے تھے جو مسجد مبارک میں بجانب مغرب تھی مگر 1907ء میں جب مسجد مبارک وسیع کی گئی تو وہ کوٹھڑی منہدم کر دی گئی۔ اس کوٹھڑی کے اندر حضرت صاحب کے کھڑے ہونے کی وجہ غالباً یہ تھی کہ قاضی یار محمد صاحب حضرت اقدس کو نماز میں تکلیف دیتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ قاضی یار محمد صاحب بہت مخلص آدمی تھے مگر ان کے دماغ میں کچھ خلل تھا جس کی وجہ سے ایک زمانہ میں ان کا یہ طریق ہو گیا تھا کہ حضرت صاحب کے جسم (خاص حصہ) کو ٹٹولنے لگ جاتے تھے اور تکلیف اور پریشانی کا باعث ہوتے تھے۔"

(سیرت المہدی جلد سوئم ص 265 از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

(24)

VIEW PROOF

"ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ قدیم مسجد مبارک میں حضور

(مرزا قادیانی) نماز جماعت میں ہمیشہ پہلی صف کے دائیں طرف دیوار کے ساتھ کھڑے ہوا کرتے تھے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں سے آج کل موجودہ مسجد مبارک کی دوسری صف شروع ہوتی ہے۔ یعنی بیت الفکر کی کوٹھڑی کے ساتھ ہی مغربی طرف۔ امام اگلے حجرہ میں کھڑا ہوتا تھا۔ پھر ایسا اتفاق ہوا کہ ایک شخص پر جنون کا غلبہ ہوا اور وہ حضرت صاحب کے پاس کھڑا ہونے لگا اور نماز میں آپ کو تکلیف دینے لگا۔ اور اگر کبھی اس کو پچھلی صف میں جگہ ملتی۔ تو ہر سجدہ میں وہ صفیں پھلانگ کر حضور کے پاس آتا اور تکلیف دیتا اور قبل اس کے کہ امام سجدہ سے سر اٹھائے۔ وہ اپنی جگہ پر واپس چلا جاتا۔ اس تکلیف سے تنگ آ کر حضور (مرزا قادیانی) نے امام کے پاس حجرہ میں کھڑا ہونا شروع کر دیا۔ مگر وہ بھلا مانس حتیٰ المقدور وہاں بھی پہنچ جایا کرتا اور ستایا کرتا تھا۔ مگر پھر بھی وہاں نسبتاً امن تھا۔ اس کے بعد آپ وہیں نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ مسجد کی توسیع ہو گئی۔ یہاں بھی آپ دوسرے مقتدیوں سے آگے امام کے پاس ہی کھڑے ہوتے رہے۔ مسجد اقصیٰ میں جمعہ اور عیدین کے موقعہ پر آپ صفِ اوّل میں عین امام کے پیچھے کھڑے ہوا کرتے تھے۔ وہ معذور شخص جو ویسے مخلص تھا' اپنے خیال میں اظہار محبت کرتا اور جسم پر نامناسب طور پر ہاتھ پھیر کر تبرک حاصل کرتا تھا۔''

(سیرت المہدی جلد سوئم ص 269,268 از مرزا بشیر احمد ایم اے قادیانی)

(25) بھانو

VIEW PROOF

''ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت ام المومنین (مرزا قادیانی کی بیوی) نے ایک دن سنایا کہ حضرت صاحب کے ہاں ایک بوڑھی ملازمہ مسماۃ بھانو تھی۔ وہ ایک رات جبکہ خوب سردی پڑ رہی تھی۔ حضور کو دبانے بیٹھی چونکہ وہ لحاف کے اوپر سے دباتی تھی' اس لیے اسے یہ پتہ نہ لگا کہ جس چیز کو میں دبا رہی ہوں۔ وہ حضور کی ٹانگیں نہیں ہیں بلکہ پلنگ کی پٹی ہے تھوڑی دیر کے بعد حضرت صاحب نے فرمایا' بھانو آج بڑی سردی ہے۔ بھانو کہنے لگی ''ہاں جی تدے تے تہاڈی لتاں لکڑی وانگر ہویاں ہویاں ایں۔'' یعنی جی ہاں جبھی تو آج آپ کی لاتیں لکڑی کی طرح سخت ہو رہی ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب نے جو بھانو کو سردی کی طرف توجہ دلائی تو اس میں بھی غالباً یہ جتانا مقصود تھا کہ آج شاید سردی کی شدت کی وجہ سے تمہاری حس کمزور ہو رہی ہے

اور تمہیں پتہ نہیں لگا کہ کس چیز (ہائے) کو دبا رہی ہو مگر اس نے سامنے سے اور ہی لطیفہ کر دیا۔"

(سیرت المہدی جلد سوئم ص 210 از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

(26) "نبی معصوم"

VIEW PROOF

"سوال ششم: حضرت اقدس (مرزا قادیانی) غیر عورتوں سے ہاتھ پاؤں کیوں دبواتے ہیں؟

جواب: وہ نبی معصوم ہیں' ان سے مس کرنا اور اختلاط منع نہیں بلکہ موجب رحمت و برکات ہے۔"

(قادیانی اخبار الحکم قادیان جلد 11 نمبر 13 مورخہ 17 اپریل 1907ء)

(27) زینب بیگم

VIEW PROOF

"ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ مجھ سے میری لڑکی زینب بیگم نے بیان کیا کہ میں تین ماہ کے قریب حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کی خدمت میں رہی ہوں گرمیوں میں پنکھا وغیرہ اور اسی طرح کی خدمت کرتی تھی۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ نصف رات یا اس سے زیادہ مجھ کو پنکھا ہلاتے گزر جاتی تھی۔ مجھ کو اس اثنا میں کسی قسم کی تھکان و تکلیف محسوس نہیں ہوتی تھی بلکہ خوشی سے دل بھر جاتا تھا۔ دو دفعہ ایسا موقعہ آیا کہ عشاء کی نماز سے لے کر صبح کی اذان تک مجھے ساری رات خدمت کرنے کا موقعہ ملا۔ پھر بھی اس حالت میں مجھ کو نہ نیند نہ غنودگی اور نہ تھکان معلوم ہوئی بلکہ خوشی اور سرور پیدا ہوتا تھا۔ (موقعہ بھی تو سرور کا تھا۔ مرتب) اسی طرح جب مبارک احمد صاحب بیمار ہوئے تو مجھ کو ان کی خدمت کے لیے بھی اسی طرح کئی راتیں گزارنی پڑیں تو حضور نے فرمایا کہ زینب اس قدر خدمت کرتی ہے کہ ہمیں اس سے شرمندہ ہونا پڑتا ہے (کیوں؟) اور آپ کئی دفعہ اپنا تبرک (؟) مجھے دیا کرتے تھے۔"

(سیرت المہدی جلد سوئم ص 273,272 از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

(28) لڑکی کیسی ہونی چاہیے

VIEW PROOF

"ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے

لاہور کی پہلی شادی حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے گورداسپور میں کرائی تھی۔ جب رشتہ ہونے لگا۔ تو لڑکی کو دیکھنے کے لیے حضور نے ایک عورت کو گورداسپور بھیجا۔ تا کہ وہ آ کر رپورٹ کرے کہ لڑکی صورت وشکل وغیرہ میں کیسی ہے اور مولوی صاحب کے لیے موزوں بھی ہے یا نہیں۔ چنانچہ وہ عورت گئی۔ جاتے ہوئے اسے ایک یادداشت لکھ کر دی گئی۔ یہ کاغذ میں نے لکھا تھا اور حضرت صاحب نے بمشورہ حضرت ام المومنین لکھوایا تھا۔ اس میں مختلف باتیں نوٹ کرائیں تھیں۔ مثلاً یہ کہ لڑکی کا رنگ کیسا ہے۔ قد کتنا ہے۔ اس کی آنکھوں میں کوئی نقص تو نہیں۔ ناک' ہونٹ' گردن' دانت' چال ڈھال وغیرہ کیسے ہیں۔ غرض بہت ساری باتیں ظاہری شکل وصورت کے متعلق لکھوادی تھیں کہ ان کی بابت خیال رکھے اور دیکھ کر واپس آ کر بیان کرے۔ جب وہ عورت واپس آئی اور اس نے ان سب باتوں کی بابت اچھا یقین دلایا تو رشتہ ہو گیا۔ اسی طرح جب خلیفہ رشید الدین صاحب نے اپنی بڑی لڑکی حضرت میاں صاحب (مرزا صاحب) کے لیے پیش کی تو ان دنوں میں یہ خاکسار ڈاکٹر صاحب موصوف کے پاس چکراتہ پہاڑ پر جہاں وہ متعین تھے' بطور تبدیلی آب وہوا کے گیا ہوا تھا۔ واپسی پر مجھ سے لڑکی کا حلیہ وغیرہ تفصیل سے پوچھا گیا۔ پھر حضرت میاں صاحب سے بھی شادی سے پہلے کئی لڑکیوں کا نام لے لے کر حضور نے ان کی والدہ کی معرفت دریافت کیا کہ ان کی کہاں مرضی ہے۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب نے بھی والدہ ناصر احمد کو انتخاب فرمایا اور اس کے بعد شادی ہو گئی۔"

(سیرت المہدی جلد سوئم ص 296 از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

(29) تھیٹر

"حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے امرتسر جانے کی خبر سے بعض اور احباب بھی مختلف شہروں سے وہاں آ گئے۔ چنانچہ کپورتھلہ سے محمد خاں صاحب اور منشی ظفر احمد صاحب بہت دنوں وہاں ٹھہرے رہے۔ گرمی کا موسم تھا۔ اور منشی صاحب اور میں ہر دو نحیف البدن اور چھوٹے قد کے آدمی ہونے کے سبب ایک ہی چارپائی پر دونوں لیٹ جاتے تھے۔ ایک شب دس بجے کے قریب میں تھیٹر میں چلا گیا۔ جو مکان کے قریب ہی تھا۔ اور تماشہ ختم ہونے پر دو بجے رات کو واپس آیا۔ صبح منشی ظفر احمد صاحب نے میری عدم موجودگی میں حضرت صاحب کے پاس میری شکایت کی کہ مفتی صاحب رات تھیٹر چلے گئے تھے۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ ایک دفعہ ہم بھی گئے تھے

تا کہ معلوم ہو کہ وہاں کیا ہوتا ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں فرمایا۔ منشی ظفر احمد صاحب نے خود ہی مجھ سے ذکر کیا کہ میں تو حضرت صاحب کے پاس آپ کی شکایت لے کر گیا تھا اور میرا خیال تھا کہ حضرت صاحب آپ کو بلا کر تنبیہ کریں گے۔ مگر حضور نے تو صرف یہی فرمایا کہ ایک دفعہ ہم بھی گئے تھے۔"

(ذکر حبیب ص 18 از مفتی محمد صادق قادیانی)

(30) ایہو کڑی لینی ایں

VIEW PROOF

"آج میں نے بوقت صبح صادق چار بجے خواب میں دیکھا کہ ایک حویلی ہے۔ اس میں میری بیوی والدہ محمود اور ایک عورت بیٹھی ہے۔ تب میں نے ایک مشک سفید رنگ میں پانی بھرا ہے۔ اور اس مشک کو اٹھا کر لایا ہوں۔ اور وہ پانی لا کر ایک گھڑے میں ڈال دیا ہے۔ میں پانی کو ڈال چکا تھا کہ وہ عورت جو بیٹھی ہوئی تھی' یکایک سرخ اور خوش رنگ لباس پہنے ہوئے میرے پاس آ گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جوان عورت ہے۔ (قادیانی حور' ناقل) پیروں سے سر تک سرخ لباس پہنے ہوئے شاید جالی کا کپڑا ہے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ وہی عورت ہے جس کے لیے اشتہار دیئے تھے۔ لیکن اس کی صورت میری بیوی کی صورت معلوم ہوئی۔ گویا اس نے کہا۔ یا دل میں کہا کہ میں آ گئی ہوں۔ میں نے کہا یا اللہ آ جاوے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ

(تذکرہ مجموعہ الہامات ص 831 طبع دوم از مرزا غلام احمد قادیانی)

(31) پیغمبری ادویات

VIEW PROOF

ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مفصلہ ذیل ادویات حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیشہ اپنے صندوق میں رکھتے تھے۔ اور انہی کو زیادہ استعمال کرتے تھے۔ انگریزی ادویہ میں سے کونین' ایسٹن سیرپ' فولاد ارگٹ' وائینم اپی کاک' کوکا اور کولا کے مرکبات' سپرٹ ایمونیا' بید مشک' مٹرانس وائن آف کاڈلور آئل' کلوروڈین کا کل پل سلفیورک ایسڈ ایرومیٹک' سکاٹس ایملشن رکھا کرتے تھے۔ اور یونانی میں سے مشک' عنبر' کافور' ہینگ' جدوار اور ایک مرکب جو خود تیار کیا تھا یعنی تریاق الٰہی رکھا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ ہینگ غرباء کی مشک ہے۔ اور فرماتے تھے کہ افیون میں عجیب و غریب فوائد ہیں۔ اسی لیے اسے حکماء نے تریاق کا نام دیا ہے۔ ان میں سے بعض دوائیں اپنے لیے ہوتی تھیں۔ اور بعض دوسرے لوگوں کے لیے۔

کیونکہ اور لوگ بھی حضور کے پاس دوا لینے آیا کرتے تھے۔

(سیرت المہدی جلد سوم ص 284 'از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

(32) نسخہ زد جام عشق

VIEW PROOF

ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حافظ حامد علی صاحب مرحوم خادم حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان کرتے تھے کہ جب حضرت صاحب نے دوسری شادی کی تو ایک عمر تک تجرد میں رہنے اور مجاہدات کرنے کی وجہ سے آپ نے اپنے قویٰ میں ضعف محسوس کیا۔ اس پر وہ الہامی نسخہ جو "زد جام عشق" کے نام سے مشہور ہے' بنوا کر استعمال کیا۔ چنانچہ وہ نسخہ نہایت ہی بابرکت ثابت ہوا۔ حضرت خلیفہ اوّل بھی فرماتے تھے کہ میں نے یہ نسخہ ایک بے اولاد امیر کو کھلایا۔ تو خدا کے فضل سے اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ جس پر اس نے ہیرے کے کڑے ہمیں نذر دیئے۔

نسخہ زد جام عشق یہ ہے۔ جس میں ہر حرف سے دوا کے نام کا پہلا حرف مراد ہے:

زعفران' دار چینی' جائفل' افیون' مشک' عقر قرحا' شنگرف' قرنفل یعنی لونگ۔ ان سب کو ہموزن کوٹ کر گولیاں بناتے ہیں اور روغن سم الفار میں چرب کر کے رکھتے ہیں اور روزانہ ایک گولی استعمال کرتے ہیں۔

الہامی ہونے کے متعلق دو باتیں سنی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ نسخہ ہی الہام ہوا تھا۔ دوسرے یہ کہ کسی نے یہ نسخہ حضور کو بتایا۔ اور پھر الہام نے اسے استعمال کرنے کا حکم دیا۔ واللہ اعلم۔

(سیرت المہدی جلد سوم ص 50,51 از مرزا بشیر احمد ایم اے)

(33) بیوی کے ایام نے عزت رکھ لی

VIEW PROOF

مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ حافظ صاحب سے روایت کرتے ہیں:

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے (گویا نومبر 1884ء میں) ایک روز مجھے فرمایا۔ میاں حامد علی! سفر پر جانا ہے۔ چنانچہ یکہ کرایہ پر لیا۔ جب خاکروبوں کے محلّہ کے قریب پہنچے تو مرزا اسمٰعیل بیگ صاحب سے فرمایا کہ میں دہلی شادی کرنے کے لیے جا رہا ہوں۔ وہیں رخصتانہ اور ولیمہ ہوگا۔ یہ بات کسی کو نہ بتائیں۔ میں جا کر خط لکھوں گا۔ اُس وقت سلطان احمد کی والدہ کو بتا دینا۔ تا کہ میری واپسی تک وہ رو دھو بیٹھے۔ میں حضور کی یہ بات سن کر سخت حیرت زدہ ہو گیا۔ کیونکہ مجھے بخوبی معلوم تھا کہ حضور اس وقت ازدواجی زندگی کے قابل نہ تھے۔ اور عرصہ سے میں مختلف حکیموں اور طبیبوں سے نسخے معلوم کر کے نوٹ کیا کرتا تھا (اور حضور کو کھلاتا تھا لیکن کسی کا بھی اثر نہ ہوتا تھا۔) مرزا اسمٰعیل بیگ صاحب کی موجودگی میں تو میں نے اپنے تئیں بمشکل ضبط کیا لیکن نہر

کے پل پر پہنچے تو عرض کیا۔ آپ کی حالت آپ پر اور نہ مجھ پر مخفی ہے۔ پھر آپ نے شادی کا کیوں ارادہ فرمایا ہے۔ فرمایا کہ آپ کی بات درست ہے۔ لیکن میں کیا کروں۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ چل تو میں چلتا ہوں۔ اس جواب پر میں کیا عرض کرتا۔ سو میں خاموش ہو گیا۔

دہلی میں حضرت میر ناصر نواب صاحب کے ہاں پہنچے تو بیٹھک میں مجھے ٹھہرایا گیا۔ چند روز قبل ہی بیوی صاحبہ (حضرت سیدہ نصرت جہان بیگم صاحبہ) ایام سے پاک ہوئی تھیں۔ گھر پر ہی رخصتانہ عمل میں آیا۔ رخصتانہ کی رات میں نہایت بیقرار تھا کہ کیا ہوگا۔ چنانچہ شدت اضطراب کی وجہ سے میری نیند کافور ہوگئی۔ اور میں رات بھر حضور کے لیے نہایت تضرع سے دعا میں مصروف رہا۔ صبح کی اذان ہوئی تو حضور میرے پاس تشریف لائے اور ہم نے نماز فجر ادا کی۔ جس کے بعد فرمایا۔ آؤ! لال قلعہ کی طرف سیر کر آئیں۔ چنانچہ راستہ میں خود ہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کتنی پردہ پوش اور باوفا ہے کہ رات بیوی صاحبہ کو پھر ایام شروع ہو گئے اور ہمیں چھٹی ہوگئی۔ چنانچہ اسی حالت میں حضور حضرت ام المومنین کو لے کر قادیان تشریف لے آئے۔

کچھ عرصہ بعد حضرت میر صاحب نے حضور کو لکھا کہ آپ لڑکی کو چھوڑ جائیں۔ حضور نے ایک سو روپیہ بھجوا کر لکھا کہ مجھے تصنیف کے کام کی وجہ سے فرصت نہیں' آپ آ کر لے جائیں۔ چنانچہ میر صاحب آ کر لے گئے پھر دو تین ماہ بعد حضور کو لکھا کہ آپ آ کر بچی کو لے جائیں۔ حضور نے ایک سو روپیہ بھیج دیا اور لکھا کہ آپ آ کر چھوڑ جائیں۔ چنانچہ میر صاحب آ کر چھوڑ گئے۔ حضرت ام المومنین کے اخلاقِ عالیہ قابل تعریف ہیں کہ آپ نے اپنے والدین کے ہاں اور سہیلیوں سے اس بارہ میں کوئی شکوہ نہیں کیا۔

میں حضور کے علاج میں پہلے ہی مصروف تھا۔ بیوی صاحبہ کی واپسی پر آٹھ دس ماہ گذر گئے لیکن علاج بے اثر رہا۔ ایک روز سیر میں حضور نے ہمیں فرمایا کہ تم لوگ دعویٰ محبت کرتے ہو۔ میں تمہارا امتحان کرنا چاہتا ہوں۔ ہم حیران ہوئے کہ نہ معلوم کیا امتحان ہوگا۔ تو فرمایا۔ میرے دل میں ایک بات ہے اس کے متعلق دعا کرو۔ اور جو پتہ لگے بتاؤ۔ چنانچہ حضور روزانہ ہم سے دریافت کرتے تھے کہ کیا خواب آئی ہے۔ دیگر احباب اپنی خوابیں سناتے تو حضور فرماتے کہ یہ اس امر کے متعلق نہیں۔ مجھے کوئی خواب نہ آئی تھی۔ ایک روز موضع تھہ غلام نبی اپنے اہل وعیال کے پاس جانے کی میں نے اجازت لی اور ابھی قادیان سے نکلا ہی تھا کہ غیر اختیاری طور پر میری زبان پر درود شریف جاری ہوگیا۔ اور میں گاؤں تک درود شریف ہی پڑھتا گیا اور گھر پہنچا اور بچوں سے

ملا کھانا کھایا۔ لیکن میری یہ خاص کیفیت اسی طرح قائم تھی۔ تھکا ماندہ تھا۔ سو گیا۔ رات خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ملے اور فرمایا۔ حامد علی! تمہاری کاپی میں جو فلاں نسخہ ہے وہ مرزا صاحب کو کیوں نہیں دیتے؟ اِس پر میں بیدار ہو گیا۔ اور صحن میں نکل کر دیکھا تو رات چاندنی ہونے کی وجہ سے یہ سمجھا کہ صبح ہو گئی ہے۔ اور میں قادیان کو روانہ ہو گیا۔ جب میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب والے مکان کی بیٹھک والی جگہ پر پہنچا تو حضور بیت الفکر میں ٹہل رہے تھے اور اس وقت فجر کی اذان کا وقت ہو گیا تھا۔ میں نے کوچہ سے السلام علیکم عرض کیا۔ تو حضور نے جواب دے کر پوچھا۔ کون ہے؟ عرض کیا۔ حامد علی۔ فرمایا۔ خیر ہے؟ عرض کیا کہ خیر ہے۔ اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی خواب بیان کی۔ فرمایا۔ یہی بات تھی جس کے لیے میں نے آپ دوستوں کو دعا کے لیے کہا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنی کاپی میں تحریر کردہ وہ دو اڑھائی پیسے کا معمولی نسخہ بنا کر حضور کو استعمال کروایا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسا مفید ثابت ہوا کہ کچھ عرصہ تک حضور ہر نماز غسل کر کے پڑھتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے بعد میں ایک اور نسخہ بھی بتا دیا جو بے حد مفید ثابت ہوا۔ چنانچہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کی روایت ہے:

''حافظ حامد علی صاحب مرحوم خادم مسیح موعود علیہ السلام بیان کرتے تھے کہ جب حضرت صاحب نے دوسری شادی کی تو ایک عمر تک تجرد میں رہنے اور مجاہدات کرنے کی وجہ سے آپ نے اپنے قویٰ میں ضعف محسوس کیا۔ اِس پر وہ الہامی نسخہ جو ''زد جام عشق'' کے نام سے مشہور ہے بنوا کر استعمال کیا۔ چنانچہ وہ نسخہ نہایت ہی بابرکت ثابت ہوا۔ حضرت خلیفہ اوّل بھی فرماتے تھے کہ میں نے یہ نسخہ ایک بے اولاد امیر کو کھلایا تو خدا کے فضل سے اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جس پر اس نے ہیرے کے کڑے ہمیں نذر دیئے۔''

یہ ساری تفصیل فضلِ الٰہی کے نشان کی خاطر دی گئی ہے۔ حضور تحریر فرماتے ہیں:

''اس وقت میرا دل و دماغ اور جسم نہایت کمزور تھا اور علاوہ ذیابیطس اور دوران سر اور تشنج قلب کے دق کی بیماری کا اثر ابھی بکلی دور نہیں ہوا تھا۔ اس نہایت درجہ کے ضعف میں جب نکاح ہوا تو بعض لوگوں نے افسوس کیا کیونکہ میری حالت مردمی کالعدم تھی۔ اور پیرانہ سالی کے رنگ میں میری زندگی تھی۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے مجھے خط لکھا تھا...... کہ آپ کو شادی نہیں کرنی چاہیے تھی ایسا نہ ہو کہ کوئی ابتلاء پیش آوے۔ مگر باوجود ان کمزوریوں کے خدا نے مجھے پوری قوت، صحت اور طاقت بخشی اور چار لڑکے عطا کیے۔''

(اصحاب احمد جلد سیز دہم از ملک صلاح الدین قادیانی)

(34) یورپین سوسائٹی کا عیب والا حصہ

''جب میں ولایت گیا تو مجھے خصوصیت سے خیال تھا کہ یورپین سوسائٹی کا عیب والا حصہ بھی دیکھوں۔ مگر قیام انگلستان کے دوران میں مجھے اس کا موقعہ نہ ملا۔ واپسی پر جب ہم فرانس آئے تو میں نے چودھری ظفر اللہ خان صاحب سے جو میرے ساتھ تھے' کہا کہ مجھے کوئی ایسی جگہ دکھائیں۔ جہاں یورپین سوسائٹی عریانی سے نظر آ سکے۔ وہ بھی فرانس سے واقف تو نہ تھے مگر مجھے ایک اوپیرا میں لے گئے جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ اوپیرا سینما کو کہتے ہیں۔ چودھری صاحب نے بتایا کہ یہ اعلیٰ سوسائٹی کی جگہ ہے جسے دیکھ کر آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان لوگوں کی کیا حالت ہے۔ میری نظر چونکہ کمزور ہے۔ اس لیے دور کی چیز اچھی طرح نہیں دیکھ سکتا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے جو دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ سینکڑوں عورتیں بیٹھی ہیں۔ میں نے چودھری صاحب سے کہا' کیا یہ ننگی ہیں۔ انہوں نے بتایا یہ ننگی نہیں بلکہ کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ مگر باوجود اس کے' وہ ننگی معلوم ہوتی تھیں۔ تو یہ بھی ایک لباس ہے۔ اسی طرح ان لوگوں کے شام کی دعوتوں کے گاؤن ہوتے ہیں۔ نام تو اس کا بھی لباس ہے۔ مگر اس میں سے جسم کا ہر حصہ بالکل ننگا نظر آتا ہے۔''

(روزنامہ اخبار الفضل قادیان دارالامان مورخہ 24 جنوری 1934ء)

(35) کبھی کبھی زنا

''حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) ولی اللہ تھے۔ اور ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کر لیا کرتے ہیں۔ اگر انہوں نے کبھی کبھار زنا کر لیا۔ تو اس میں حرج کیا ہوا۔ پھر لکھا ہے۔ ہمیں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) پر اعتراض نہیں۔ کیونکہ وہ کبھی کبھی زنا کیا کرتے تھے۔ ہمیں اعتراض موجودہ خلیفہ پر ہے۔ کیونکہ وہ ہر وقت زنا کرتا رہتا ہے۔''

(روزنامہ الفضل قادیان دارالامان مورخہ 31 اگست 1938ء)

تاریخ محمودیت کے چند پوشیدہ اوراق

''زمین و آسمان اپنے جائے قیام بدل سکتے ہیں' فرشتے زمین پر اور انسان آسمان پر منتقل ہو سکتے ہیں لیکن خدائے برتر ایسے انسانوں کو کبھی معاف نہیں کرے گا جن کی مذہبی قیادت

نے ہزاروں عصمتوں پر ڈاکے ڈالے جو رہبر کے بھیس میں دنیا کے سامنے آیا' لوگ اسے رہنما سمجھ کر پیچھے ہو لیے لیکن وہ رہزن نکلا۔ دنیا نے اسے انسان سمجھا لیکن وہ بھیڑیا ثابت ہوا۔ اس نے اپنے چاروں طرف ظلمتیں پھیلا دیں تا کہ اس کی بے راہ روی پر پردے پڑے رہیں۔'' بظاہر رہنما بباطن رہزن یہ کون شخص تھا' یہ تھا مرزا بشیر الدین قادیانی۔

مرزا بشیر الدین محمود آنجہانی جو مرزا غلام احمد قادیانی کا بڑا بیٹا تھا' اس پر زنا کا الزام تواتر کے ساتھ اس کے مریدوں نے لگایا۔ اس نے قادیان و ربوہ کے کسی قابل ذکر لڑکے و عورت کو نہیں چھوڑا۔ اس کی بدکرداریوں پر انہی کے اپنے آدمی' یعنی قادیانیوں کا تبصرہ' اعداد و شمار' شواہدات' حلفی بیانات' مباہلے' قسمیں' حکومت کو درخواستیں' بشیر الدین سے خط و کتابت غرضیکہ ایسی ایسی چیزیں ہیں کہ آپ پڑھ کر پکار اٹھیں گے کہ جس طرح مرزا قادیانی اس صدی میں دنیا کا سب سے بڑا کذاب تھا۔ اسی طرح آپ یقین کریں گے کہ اس صدی کا سب سے بڑا بدکردار شخص مرزا بشیر الدین تھا جس نے اپنی بیٹیوں تک کو اپنی ہوس کا نشانہ بنایا۔ مرزائیوں کے منہ پر مرزائیوں کے جوتے یہ اس کتاب کا تعارف ہے۔ مصنف کے باپ فخر الدین ملتانی کو مرزا بشیر الدین محمود نے محض اس لیے قتل کرا دیا تھا کہ اس نے بشیر الدین کے کریکٹر سے متعلق قادیان میں ایک اشتہار شائع کیا تھا۔ قادیانیوں کی' قادیانی سربراہ کے متعلق تصنیف اور تحریری شہادت ایک تاریخی دستاویز ہے اور ایک ایسا آئینہ ہے' جس میں قادیانی اپنے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کی عریاں تصویریں دیکھ سکتے ہیں۔

مرزا بشیر الدین محمود آنجہانی نام نہاد مرزائی خلیفہ کی عریاں' شرم ناک' سنگین و رنگین کہانی کو حلفِ مؤکد بعذاب کے ساتھ اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے اور مرزائیوں کی عورتوں اور مردوں کی حلفیہ شہادتوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا بشیر الدین ایک زانی و بدمعاش شخص تھا جو تقدس کے پردہ میں عورتوں اور لڑکوں کا شکار کرتا تھا۔

مظہر الدین ملتانی قادیانی نے راسپوٹین مرزا محمود کے متعلق جو انکشافات کیے ہیں' وہ پڑھنے کے لائق ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ مظہر الدین ملتانی آخری وقت تک قادیانی مذہب پر قائم رہے۔ صرف مرزا محمود سے اس کی رنگینیوں اور سنگینیوں کی وجہ سے اختلاف رہا۔ سچ ہے اللہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔

(36) مباہلہ جائز ہے

''حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے تین حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔ اس میں زنا کے الزام پر مباہلہ کرنے کی پوری پوری وضاحت موجود ہے۔ اس سے یہ ثابت ہے کہ زنا کے الزام لگانے والے خواہ چار گواہ پیش نہ بھی کریں تو وہ میدان مباہلہ میں نکل آئیں تو ان سے مباہلہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ حضور کا حکم ملاحظہ فرمائیے۔

1- ''مباہلہ صرف ایسے شخصوں سے ہوتا ہے جو اپنے قول کی قطع اور یقین پر بنا رکھ کر کسی دوسرے کو مفتری اور زانی قرار دیتے ہیں''۔

(الحکم 24 مارچ 1902ء)

2- دوم اس ظالم کے ساتھ جو بے جا تہمت کسی پر لگا کر اور اس کو ذلیل کرنا چاہتا ہے۔ مثلاً مستورہ عورت کو کہتا ہے کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ عورت زانیہ ہے۔ کیونکہ میں نے بچشم خود اس کو زنا کرتے دیکھا ہے یا مثلاً ایک شخص کو کہتا ہے کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ شراب خور ہے۔ کیونکہ بچشم خود اسے شراب پیتے دیکھا ہے۔ تو اس حالت میں بھی مباہلہ جائز ہے۔ کیونکہ اس جگہ کوئی اجتہادی اختلاف نہیں کیونکہ ایک شخص اپنے یقین اور رویت کی بنا رکھ کر ایک مومن بھائی کو ذلت پہنچانا چاہتا ہے''۔

(الحکم 24 مارچ 1902ء)

3- ''یہ تو اسی قسم کی بات ہے جیسے کوئی کسی کی نسبت یہ کہے کہ میں نے اسے بچشم خود زنا کرتے دیکھا ہے یا بچشم خود شراب پیتے دیکھا ہے۔ اگر میں اس بے بنیاد افتراء کے لیے مباہلہ نہ کرتا تو اور کیا کرتا''۔

(تبلیغ رسالت' جلد نمبر 2' ص 2)

خلیفہ صاحب کی عیاری

خلیفہ صاحب ربوہ نے جب یہ دیکھا کہ میری بدچلنی کا بھانڈا چوراہے میں پھوٹ رہا ہے اور حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے فتویٰ کی روشنی میں چار گواہوں کی بھی ضرورت نہیں اور کہیں احمدی جماعت کے افراد مجھے مباہلہ کے لیے تیاری شروع نہ کروا دیں' فوراً کمال چابکدستی سے پینترا یوں بدلا کہ میں مباہلہ کے لیے تیار ہوں مگر گمنام شخص دعوت مباہلہ دے رہا ہے۔ اس لیے

اس سے مباہلہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور 8 ستمبر 1956ء کے الفضل میں گواہیوں کو رد کرتے ہوئے میاں زاہد کی گواہی کو سراہا اور یوں فرمایا:

''کہ مجھے کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ میرے لیے میاں زاہد کی گواہی اور اپنا حافظہ کافی ہے''۔

(الفضل' 8 ستمبر 1956ء)

الفضل 31 جولائی 1956 میں میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ربوہ نے یہ بھی شکوہ فرمایا ہے کہ ''ہر عقل مند انسان سمجھ سکتا ہے کہ گمنام شخص سے مباہلہ کون کر سکتا ہے''۔

(الفضل' 31 جولائی 1956ء)

میاں زاہد سے میری بیویاں پردہ نہیں کرتیں

چونکہ خلیفہ صاحب کو اپنے حافظہ پر ناز ہے۔ بھولنا بھی ان کے بس کی بات نہیں۔ حفظ ماتقدم کے طور پر یاد کروانا ضروری خیال کرتا ہوں۔ ہاں! یہ وہی میاں زاہد ہیں جن کو آپ نے مورخہ 8 ستمبر 1956ء کے الفضل میں فرمایا تھا کہ میری بیویاں میاں زاہد سے پردہ نہیں کرتیں۔ الفضل...... میں عرض کر رہا تھا۔ یہ دونوں صورتیں میاں زاہد نے پوری کر دیں' جو ان کے بیان سے ظاہر ہے۔ اس لیے غور سے ملاحظہ کیجیے:

شہادت نمبر 1

چیلنج مباہلہ

بنام میاں محمود احمد خلیفہ' قادیان

صدق و کذب میں فیصلہ کا آسان طریق

اب میاں زاہد صاحب کا بیان مباہلہ بغیر تبصرہ کے شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں اور میاں محمود احمد صاحب ان کی گواہی از خود تسلیم کر چکے ہیں۔ اس لیے آپ بغیر کسی تاویل کے حضرت مسیح موعود کے فتویٰ کی روشنی میں اس مباہلہ کو قبول فرمائیے۔ ''مباہلہ ایسے لوگوں سے ہوتا ہے جو اپنے قول کی قطع اور یقین کی بنا رکھ کر دوسرے کو مفتری اور زانی قرار دیتے ہیں''۔

(اخبار الحکم)

کیونکہ آپ عجیب وغریب تفرقہ انگیز فتویٰ مثلاً یہ کہ تمام روئے زمین کے کلمہ گو مسلمان کافر ہیں۔ ان کے پیچھے نماز قطعی حرام ہے۔ ان کے اور ان کے معصوم بچوں کا جنازہ تک پڑھنا ناجائز اور ان سے رشتہ و ناطہ حرام ہے' صادر فرمانے کی وجہ سے مسلمانوں میں خصوصاً اور باقی دنیا میں عموماً کافی شہرت رکھتے ہیں۔ آنجناب کا دعویٰ ہے کہ آپ خدا کے مقرر کردہ خلیفۃ المسلمین ہیں اور خدا نے ہی آپ کو دنیا کی ہدایت و اصلاح کے لیے مامور فرمایا ہے اور اگر فی زمانہ کوئی روحانیت کا مجسم نمونہ اور اسلام کا سچا حامی علمبردار ہے تو وہ آپ کی ذاتِ والا صفات ہے۔

خلافت مآب کے ان عظیم الشان دعاوی نے ایک دنیا کو حیرت میں ڈال رکھا تھا۔ لیکن یہ کیونکر ممکن تھا کہ اس قادر مطلق خبیر و علیم جس سے کوئی نہاں در نہاں فعل پوشیدہ نہیں اور جس نے ابتدائے عالم سے مخلوق کو گمراہی سے بچانے کے سامان پیدا کیے اور بالآخر ہمارے مولیٰ و آقا سیّد الکونین حضرت محمد ﷺ کو دنیا کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا۔ کسی ایسے شخص کو زیادہ مہلت دیتا جو اس کے اور اس کے پاک رسول ﷺ کے نام کی آڑ میں بندگان خدا کو گمراہ کر رہا ہو۔ آج اس مسبب الاسباب کے پیدا کردہ یہ سامان ہیں کہ خود خلیفۂ قادیان کے مخلص مرید آنجناب کے پوشیدہ رازوں کا انکشاف کر رہے ہیں اور عرصہ سے خلافت مآب کو جو پیشتر ازیں ہر مخالف کو مباہلہ کے لیے بلایا کرتے تھے' ان کے مشتبہ چال چلن پر مباہلہ کی دعوت دے رہے ہیں مگر آج تک اس روحانیت' پاکیزگی اور تعلق باللہ کے مدعی کو میدان میں آنے کی جرأت نہیں۔

خاکسار اپنے فرض سے سبکدوش ہونے کے لیے اور دنیا پر حقیقت کو بے نقاب اور جملہ برادرانِ اسلامی کی آگاہی کے لیے بذریعہ اشتہار ہذا اس امر کی اطلاع دیتا ہوں کہ یہ عاجز بھی عرصہ سے خلافت مآب کو یہی چیلنج دے رہا ہے کہ اگر ان کی ذات پر عائد کردہ الزامات غلط ہیں تو وہ میدان مباہلہ میں آکر اپنی روحانیت کی صداقت کا ثبوت دیں مگر خلافت مآب نے آج تک اس چیلنج کو قبول ہی نہیں کیا۔ آج پھر اتمام الحجت بذریعہ اعلان ہذا میں خلیفہ قادیان کو چیلنج دیتا ہوں کہ ان کے دعاوی میں ذرہ بھر بھی صداقت ہے تو اپنے چال چلن پر الزامات کے خلاف دعا مباہلہ کریں تاکہ فریقین میں سے جو جھوٹا اور کاذب ہو' وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جائے اور دنیا اس مباہلہ کے نتیجے سے حق و باطل میں فیصلہ کر سکے۔

کیا میں امید کروں کہ آنحضرت ﷺ کی مماثلت کا دعویٰ کر کے اہل اسلام کے دلوں کو مجروح کرنے والا اور تمام انبیاء کی پیش گوئیوں کا مصداق ہونے کا دعوے دار اس دعوت مباہلہ کو

قبول کر کے اپنی صداقت کا ثبوت دے گا۔

ذیل میں یہ عاجز اس ہستی کا فتویٰ درج کرتا ہے جس کے قائم مقام ہونے کا خلافت مآب کو دعویٰ ہے اور جس کو آپ بعد آنحضرت ﷺ حقیقی نبی تسلیم کرتے ہیں تا کہ خلیفہ صاحب یہ کہنے کی جرأت نہ کر سکیں کہ ایسا مباہلہ جائز نہیں۔

مباہلہ ایسے لوگوں سے ہوتا ہے جو اپنے قول کی قطع اور یقین پر بنا رکھ کر دوسرے کو مفتری اور زانی قرار دیتے ہیں۔(اخبار الحکم)

خاکسار خلیفۂ قادیان کا ایک سابق مرید محمد زاہد اخبار مباہلہ قادیان۔

شہادت نمبر 2

چونکہ شریعت نے عورتوں کو پردے کی اجازت دی ہے اس لیے اس نام کو بے پردہ نہیں کہا گیا۔اس کی فی الحال ضرورت تو نہ تھی لیکن اس خوف سے کہ خلیفہ صاحب کو ٹال مٹول کا موقع نہ ملے کہ عورتوں کی گواہی کسی کی بھی نہیں۔اس لیے مباہلہ نامی اخبار قادیان میں بیان شائع ہوا ہے وہ ایک احمدی قادیانی خاتون کا ہے۔وہ پیش خدمت ہے:

VIEW PROOF

ایک احمدی خاتون کا بیان

میں میاں صاحب کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں اور لوگوں میں ظاہر کر دینا چاہتی ہوں کہ وہ کیسی روحانیت رکھتے ہیں۔میں اکثر اپنی سہیلیوں سے سنا کرتی تھی کہ وہ بڑے زانی شخص ہیں مگر اعتبار نہیں آتا تھا۔کیونکہ ان کی مومنانہ صورت اور نیچی شرمیلی آنکھیں ہرگز یہ اجازت نہ دیتی تھیں کہ ان پر ایسا الزام لگایا جا سکے۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ میرے والد صاحب نے' جو ہر کام کے لیے حضور سے اجازت حاصل کیا کرتے تھے اور بہت مخلص احمدی ہیں۔ایک رقعہ حضرت صاحب کو پہنچانے کے لیے دیا' جس میں اپنے ایک کام کے لیے اجازت مانگی تھی۔خیر میں رقعہ لے کر گئی۔اس وقت میاں صاحب نئے مکان (قصر خلافت) میں مقیم تھے۔میں نے اپنے ہمراہ ایک لڑکی لی' جو وہاں تک میرے ساتھ گئی اور ساتھ ہی واپس آ گئی۔چند دن بعد مجھے پھر ایک رقعہ لے کر جانا پڑا۔اس وقت بھی وہی لڑکی میرے ہمراہ تھی۔جونہی ہم دونوں میاں صاحب کی نشست گاہ میں پہنچیں تو اس لڑکی کو کسی نے پیچھے سے آواز دی۔میں اکیلی رہ گئی۔میں نے رقعہ پیش کیا اور جواب کے لیے عرض کیا

مگر انہوں نے فرمایا کہ میں تم کو جواب دے دوں گا گھبراؤ مت۔ باہر آدمی میرا انتظار کر رہے ہیں' ان سے مل آؤں۔ مجھے یہ کہہ کر اس کمرے کے باہر کی طرف چلے گئے اور چند منٹ بعد پیچھے کے تمام کمروں کو قفل لگا کر اندر داخل ہوئے اور اس کا بھی باہر والا دروازہ بند کر دیا اور چٹکنیاں لگا دیں۔ جس کمرے میں' میں تھی وہ اندر کا چوتھا کمرہ تھا۔ میں یہ حالت دیکھ کر سخت گھبرائی اور طرح طرح کے خیال دل میں آنے لگے۔ آخر میاں صاحب نے مجھ سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور مجھ سے برا فعل کروانے کو کہا۔ میں نے انکار کیا۔ آخر زبردستی انہوں نے مجھے پلنگ پر گرا کر میری عزت برباد کر دی اور ان کے منہ سے اس قدر بدبو آ رہی تھی کہ مجھ کو چکر آ گیا اور وہ گفتگو بھی ایسی کرتے تھے کہ بازاری آدمی بھی ایسی نہیں کرتے۔ ممکن ہے جسے لوگ شراب کہتے ہیں' انہوں نے پی ہو۔ کیونکہ ان کے ہوش و حواس بھی درست نہیں تھے۔ مجھ کو دھمکایا کہ اگر کسی سے ذکر کیا تو تمہاری بدنامی ہوگی۔ مجھ پر کوئی شک بھی نہ کرے گا۔"

(از حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود کی تحریر میں مرزا محمود احمد کی تصویر)

VIEW PROOF

شہادت نمبر 3

خاکسار پرانا قادیانی ہے اور قادیان کا ہر فرد و بشر مجھے خوب جانتا ہے۔ ہجرت کا شوق مجھے بھی دامنگیر ہوا اور میں قادیان ہجرت کر آیا۔ قادیان میں سکونت اختیار کی۔ خلیفہ قادیان کے محکمہ قضاء میں بھی کچھ عرصہ کام کیا۔ مگر دل میں آرزو آزاد روزگار کی تھی اور اخلاص مجبور کرتا تھا کہ اپنا کاروبار شروع کر کے خدمت دین بجالاؤں۔ چنانچہ خاکسار نے احمدیہ دوا گھر کے نام ایک دواخانہ کھولا۔ جس کے اشتہارات عموماً اخبار الفضل میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ اگر میں یہ کہوں تو بجا ہوگا کہ قادیان کی رہائش میری عقیدت کو زائل کرنے کا باعث ہوئی ورنہ اگر میں قادیانی بھائیوں کی طرح دور دور ہی رہتا تو آج مجھے اس تجارتی کمیٹی کے ایکٹروں کے سربستہ رازوں کا انکشاف نہ ہوتا یا اگر میں خاص قادیان میں اپنا مکان بنا لیتا یا خلیفہ قادیان کا ملازم ہو جاتا تو بھی مجھے آج اس اعلان کی جرأت نہ ہوتی......

(خاکسار شیخ مشتاق احمد' احمدیہ دوا گھر قادیان)

VIEW PROOF

شہادت نمبر 4

میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اسی کی قسم کھا کر جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام

ہے‘ یہ شہادت دیتا ہوں کہ میں اس ایمان اور یقین پر ہوں کہ موجودہ خلیفہ مرزا محمود احمد دنیادار‘ بدچلن اور عیش پرست انسان ہے۔ میں ان کی بدچلنی کے متعلق خانہ خدا خواہ وہ مسجد ہو یا بیت اللہ شریف یا کوئی اور مقدس مقام ہو‘ میں حلف مؤکد بعذاب اٹھانے کے لیے ہر وقت تیار ہوں۔ اگر خلیفہ صاحب مباہلہ کے لیے نکلیں تو میں مباہلہ کے لیے حاضر ہوں۔

یہ الفاظ میں نے دلی ارادہ سے لکھ دیئے ہیں تاکہ دوسروں کے لیے ان کی حقیقت کا انکشاف ہو سکے۔ والسلام (خاکسار ڈاکٹر محمد عبداللہ‘ آنکھوں کا ہسپتال قادیان حال لائلپور)

VIEW PROOF

شہادت نمبر 5 (حلفیہ شہادت)

میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس کی قسم کھا کر یہ تحریر کرتا ہوں کہ موجودہ خلیفہ مرزا محمود احمد دنیادار‘ عیش پرست اور بدچلن انسان ہے۔ میں ہر وقت اس سے مباہلہ کے لیے تیار ہوں۔

(مستری اللہ بخش احمدی‘ قادیان)

VIEW PROOF

شہادت نمبر 6

بیگم صاحبہ ڈاکٹر عبداللطیف صاحب مرحوم ہم زلف خلیفہ‘ ربوہ فرماتی ہیں ”مرزا محمود احمد خلیفہ‘ ربوہ بدچلن‘ زناکار انسان ہیں۔ میں نے ان کو خود زنا کرتے دیکھا اور میں اپنے دونوں بیٹوں کے سر پر ہاتھ رکھ کر مؤکد بعذاب حلف اٹھاتی ہوں۔“

VIEW PROOF

بے خوف مجاہد

خان عبدالرب خان صاحب برہم صدر انجمن کے دفتر بیت المال میں کام کرتے اور سر محمد ظفر اللہ کی کوٹھی کے ایک حصہ میں رہائش پذیر تھے۔ آپ نے مرزا محمود کی ہمشیرہ کا دودھ بھی پیا ہوا ہے۔ اس سے آپ گہرے مراسم کا اندازہ لگائیے۔ باوجود اس قدر گہرے تعلقات کے جب حق کی بات کا قصہ آیا‘ حق کو مقدم کر کے خدا کو خوش کر لیا۔

امر واقعہ یہ ہے کہ آپ نے ایک مخلص قادیانی دوست کو مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کی آلودہ زندگی کے مخفی در مخفی حقائق سنائے۔ اس پر مخلص احمدی دوست نے مرزا محمود احمد صاحب کو لکھ بھیجا کہ خان صاحب موصوف نے آپ کی بدچلنی کے واقعات سنا کر مجھے محو حیرت کر دیا ہے اور دلائل اس نے ایسے دیئے ہیں جو میرے دل و دماغ پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس

شکایت کے چند گھنٹے بعد مرزا بشیر احمد ایم۔اے المعروف ''قمرالانبیاء'' نے خان صاحب موصوف کو بلا کر سمجھایا کہ اگر حضور کچھ باتیں دریافت کریں تو اس سے لاعلمی کا اظہار کر دینا۔آپ خاموش ہو گئے۔مرزا بشیر احمد صاحب کے دل میں خیال آیا' اب بس کام بن گیا۔

ان کے ایک آدھ گھنٹہ بعد برہم صاحب کو قصر خلافت میں مرزا محمود احمد صاحب نے بلایا۔جب آپ وہاں گئے تو وہ مخلص احمدی دوست بھی موجود تھا اور خان صاحب موصوف کے والد محترم بھی وہیں تھے اور دو تین تنخواہ دار ایجنٹ بھی تھے اور سب کو اکٹھے کرنے کا مطلب یہ تھا تاکہ رعب ڈال کر حق کو بدلا جا سکے۔میں عرض کر رہا تھا کہ خلیفہ صاحب نے جب خان صاحب موصوف سے دریافت کیا تو اس بے خوف مجاہد نے کہا جو کچھ میں نے آپ کی بدچلنی کے متعلق ان صاحب سے کہا' وہ حرف بحرف درست ہے۔آخر جب کام نہ بنا تو کھڑے ہو کر خلیفہ صاحب نے احسان گننے شروع کر دیئے اور ساتھ ہی یہ کہا کہ تم نے میری ہمشیرہ کا دودھ بھی پیا ہوا ہے خان صاحب موصوف نے کہا یہ درست ہے لیکن یہ حق کا معاملہ ہے۔دنیاداری کے مقابلہ میں حق مقدم ہے اور اس حق کے لیے ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مانا ہے۔اس لیے آپ نے قصر خلافت سے آ کر از خود بیعت سے علیحدگی کا اعلان کر دیا۔آپ نے ایک کتاب بلائے دمشق بھی لکھی ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ خلیفہ قادیان غیر صالح ہے۔اس کا اشتہار اس کتاب کے صفحہ 80 پر ملاحظہ کریں۔خان صاحب کا حلفیہ بیان درج ذیل ہے:

VIEW PROOF

شہادت نمبر 7 (حلفیہ شہادت)

میں شرعی طور پورا پورا اطمینان حاصل کرنے کے بعد خدا کو حاضر و ناظر جان کر یہ کہتا ہوں کہ موجودہ خلیفہ صاحب یعنی مرزا محمود احمد کا چال چلن نہایت خراب ہے اگر وہ مباہلہ کے لیے آمادگی کا اظہار کریں تو میں خدا کے فضل سے ان کے مدمقابل مباہلہ کے لیے ہر وقت تیار ہوں۔

(عبدالرب خاں برہم)

VIEW PROOF

شہادت نمبر 8 (حلفیہ شہادت)

میری قادیانی جماعت سے علیحدگی کی وجوہات منجملہ دیگر دلائل و براہین کے ایک وجہ اعظم جناب خلیفہ صاحب کی سیاہ کاریاں اور بدکاریاں ہیں۔یہ حقیقت ہے کہ خلیفہ صاحب مقدس اور پاکیزہ انسان نہیں بلکہ نہایت ہی سیاہ کار اور بدکار رہے۔اگر خلیفہ صاحب اس امر کے تصفیہ کے

لیے مباہلہ کرنا چاہیں تو میں میدان مباہلہ میں آنے کے لیے تیار ہوں۔ فقط

(خاکسار عتیق الرحمٰن فاروق، سابق مبلغ جماعت احمدیہ (قادیان)

شہادت نمبر 9 (حلفیہ شہادت)

میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اس کی قسم کھا کر جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے، مندرجہ ذیل شہادت لکھتا ہوں۔ بیان کیا مجھے میری والدہ نے کہ میں حضرت خلیفہ مرزا محمود احمد صاحب کے گھر رہا کرتی تھی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت صاحب جوان نامحرم لڑکیوں پر عمل مسمریزم کر کے انہیں سلا دیا کرتے تھے۔ پھر آپ ان کو کئی جگہ سے ہاتھ سے کاٹتے۔ تب بھی انہیں ہوش نہ ہوتی تھی۔

2- ایک دفعہ حضرت صاحب کے گھر میں سیڑھیاں چڑھ رہی تھی کہ اوپر سے حضرت صاحب انہی سیڑھیوں پر اترتے آ رہے تھے۔ جب میرے مقابل پہنچے تو انہوں نے میری چھاتی پکڑ لی۔ میں نے زور سے چھڑا لی۔

(خاکسار علی حسین)

شہادت نمبر 10

جناب ملک عزیز الرحمٰن صاحب جنرل سیکرٹری احمدیہ حقیقت پسند پارٹی لاہور قادیانی جماعت کے مشہور و معروف سرگرم مبلغ ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم گجراتی مصنف احمدیہ پاکٹ بک کے حقیقی برادر ہیں۔ آپ واقف زندگی ہو کر ربوہ میں عرصہ تک قیام پذیر رہے اور دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں بطور سپرنٹنڈنٹ کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور آپ فارن مشن اکاؤنٹس کے انچارج بھی تھے۔ ان کی شہادت پیش خدمت ہے:

حلفیہ شہادت

میں اس قہار خدا کی قسم کھا کر جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے یہ بیان کرتا ہوں کہ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ریاض واقف زندگی ربوہ (حال راولپنڈی) نے میرے سامنے میرے مکان واقعہ لاہور پر کئی ایک ایسے واقعات بیان کئے جن سے خلیفہ صاحب ربوہ کے اوّل درجہ بدکار ہونے کا یقین کامل ہو جاتا ہے۔ اس نے میرے اور چند دوستوں کے سامنے بالوضاحت یہ بیان

دیا کہ خلیفہ صاحب نے مزید فرمایا کہ میں نے اس تمام بدکاری کو بچشم خود دیکھا۔ اگر ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ریاض اس بیان مذکورہ بالا سے انحراف کریں تو میں ان سے حلف مؤکد بعذاب کا مطالبہ کروں گا۔ مزید برآں مجھے چونکہ خلیفہ صاحب کے دفتر پیرائیویٹ سیکرٹری میں بطور سپرنٹنڈنٹ کام کرنے اور خلیفہ صاحب کو نزدیک سے دیکھنے کا موقعہ ملا ہے۔ میں بھی خلیفہ صاحب سے اس ضمن میں اور ان کے جھوٹے دعویٰ مصلح موعود کے بارہ میں مباہلہ کرنے کو ہر وقت تیار ہوں۔ فقط

(ملک عزیز الرحمٰن جنرل سیکرٹری احمدیہ حقیقت پسند پارٹی لاہور)

VIEW PROOF

شہادت نمبر 11 (حلفیہ شہادت)

اگرچہ میں نے خلیفہ صاحب...... کا مطالبہ پورا کر دیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ان تحریروں میں کسی نقص کا جواز نکال لیں۔ عین ممکن ہے کہ یہ کہیں کہ میری زنا کاری کی وضاحت نہیں کی گئی۔ اس لیے مباہلہ نہیں کرسکتا۔ وقت کی بچت کی خاطر محمد یوسف صاحب ناز کا بیان ہدیہ ناظرین ہے۔

VIEW PROOF

محمد یوسف ناز کا حلفیہ بیان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّي عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

میں اقرار کرتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ خدا کے نبی اور خاتم النبیین ہیں اور اسلام سچا مذہب ہے۔ میں احمدیت کو برحق سمجھتا ہوں اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے دعویٰ پر ایمان رکھتا ہوں اور مسیح موعود مانتا ہوں اور اس کے بعد میں موکد بعذاب حلف اٹھاتا ہوں۔

میں اپنے علم مشاہدہ اور روایت عینی اور آنکھوں دیکھی بات کی بنا پر خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس پاک ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ ربوہ نے خود اپنے سامنے اپنی بیوی کے ساتھ غیر مرد سے زنا کروایا۔ اگر میں اس حلف میں جھوٹا ہوں تو خدا کی لعنت اور عذاب مجھ پر نازل ہو۔ اس بات پر مرزا بشیر الدین محمود احمد کے ساتھ بالمقابل حلف اٹھانے کو تیار ہوں۔

(دستخط محمد یوسف ناز معرفت عبدالقادر تیرتھ سنگھ بے طوائی روڈ عقب شالیمار ہوٹل کراچی' از حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود کی تحریر میں مرزا محمود احمد کی تصویر)

شہادت نمبر 12

خلیفہ صاحب کے رفیق کار جن کو 1924ء میں انگلستان ہمراہ لے گئے تھے یعنی فاضل اجل حضرت شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری مولوی فاضل بی۔اے کا مکمل بیان آگے ملے گا۔آپ کی خلیفہ صاحب سے بیعت کی علیحدگی کے اسباب کا بیان درج ہے:

''موجودہ خلیفہ سخت بدچلن ہے۔یہ تقدس کے پردہ میں عورتوں کا شکار کھیلتا ہے۔اس کام کے لیے اس نے بعض مردوں اور بعض عورتوں کو بطور ایجنٹ رکھا ہوا ہے۔ان کے ذریعہ یہ معصوم لڑکیوں اور لڑکوں کو قابو کرتا ہے۔اس نے ایک سوسائٹی بنائی ہوئی ہے جس میں مرد اور عورتیں شامل ہیں اور اس سوسائٹی میں زنا ہوتا ہے۔''

(دور حاضر کا مذہبی آمر)

جناب عبدالمجید صاحب احمدی مخلص نوجوان ہیں۔قادیان کی مقدس سرزمین میں آپ پیدا ہوئے اور مختلف طریق سے جماعت کی خدمت میں منہمک رہے۔اس خدمت کی وجہ سے آپ اس قدر مقبول ہو گئے۔آپ کو سیکرٹری خدام الاحمدیہ حلقہ مسجد اقصیٰ منتخب کرلیا گیا۔آپ ہر کس و ناکس سے متانت اور سنجیدگی سے پیش آتے تھے۔ان اوصاف حمیدہ کی وجہ سے مزید مقبولیت حاصل ہو گئی اور ممبر مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ لاہور کی رکنیت بھی خدمت کے اصول کے پیش نظر اعزازی طور پر قبول فرمائی۔ان کا حلفیہ بیان پیش خدمت ہے۔

VIEW
PROOF

شہادت نمبر 13 (حلفیہ شہادت)

قسم ہے مجھ کو خدا تعالیٰ کی وحدانیت کی' قسم ہے مجھ کو قرآن پاک کی سچائی کی' قسم ہے مجھ کو حبیب کبریا کی معصومیت کی کہ میں اپنے قطعی علم کی بنا پر جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ ربوہ کو ایک ناپاک انسان سمجھنے میں حق الیقین پر قائم ہوں۔نیز مجھے اس بات پر بھی شرح صدر حاصل ہے کہ آپ جیسے شعلہ بیان یعنی (سلطان البیان) مقرر سے قوت بیان کا چھن جانا اور دیگر بہت سے امراض کا شکار ہونا مثلاً نسیان' فالج وغیرہ یقیناً خدائی عذاب ہیں۔جو کہ خدائے عزیز کی طرف سے اس کی قدیم سنت کے مطابق مفتریان کے لیے مقرر کیے گئے ہیں۔

علاوہ دیگر واسطوں کے آپ کے مخلص ترین مریدوں کی زبانی وقتاً فوقتاً آپ کے گھناؤنے کردار کے بارہ میں عجیب وغریب انکشافات اس عاجز پر ہوئے۔مثال کے طور پر آپ

کے ایک مخلص مرید جناب محمد صدیق صاحب شمس نے بارہا میرے سامنے جناب خلیفہ صاحب کے چال چلن اور غیر شرعی افعال کے مرتکب ہونے کے بارہ میں بہت سے دلائل وثبوت اور خلیفہ صاحب کے پرائیویٹ خط پیش کیئے۔

اس جگہ میں احتیاطاً یہ لکھ دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ اگر محترم صدیق صاحب کو میرے بیان بالا کی صحت کے بارہ میں کوئی اعتراض ہوتو میں ہر دم ان کے ساتھ اپنے اس بیان کی صداقت پر مباہلہ کے لیے تیار ہوں۔

(احقر العباد عبدالمجید اکبر' مکان نمبر 5' بلاک ڈی ٹمپل روڈ' لاہور)

شہادت نمبر 14 (حلفیہ شہادت)

میں خدا کو حاضر وناظر جان کر جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' جو جبار وقہار ہے' جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتی اور مردود کا کام ہے' حسب ذیل شہادت دیتا ہوں۔

میں 1932ء سے لے کر 1936ء تک مرزا گل محمد صاحب رئیس قادیان کے گھر میں رہا۔ اس دوران میں کئی مرتبہ ایک عورت مساۃ عزیزہ بیگم صاحبہ کے خطوط خفیہ طریقہ سے ان ہدایات پر عمل کرتے ہوئے کہ ان خطوں کا کسی سے بھی ذکر نہ کرنا' محمود کے پاس لے جاتا رہا۔ خلیفہ مذکورہ بھی اس طریقہ سے اور ہدایت بالا کو دہراتے ہوئے جواب دیتا رہا۔ خطوط انگریزی میں تھے۔

اس کے علاوہ اس عورت کو رات کے دس بجے بیرونی راستہ سے لے جاتا رہا' جب کہ اس کا خاوند کہیں باہر ہوتا۔ عورت غیر معمولی بناؤ سنگھار کر کے خلیفہ کے دفتر میں آتی تھی۔ میں بموجب ہدایت اسے گھنٹہ یا دو گھنٹہ بعد لے آتا تھا۔

ان واقعات کے علاوہ بعض اور واقعات سے اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ خلیفہ صاحب کا چال چلن خراب ہے اور میں ہر وقت ان سے مباہلہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔

(حافظ عبدالسلام' پسر حافظ سلطان حامد خان صاحب استاد میاں ناصر احمد)

VIEW
PROOF

شہادت نمبر 15 (حلفیہ شہادت)

میں خدا کو حاضر وناظر جان کر اور اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے حضرت صاحب (یعنی مرزا محمود احمد) کو صادقہ کے ساتھ زنا کرتے دیکھا۔ اگر میں جھوٹ لکھ رہا

ہوں تو اللہ تعالیٰ کی مجھ پر لعنت ہو۔

(غلام حسین احمدی)

شہادت نمبر 16 (حلفیہ شہادت)

مجھے دلی یقین ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان نہایت بدچلن اور لوز کریکٹر انسان ہے۔ بے شمار عینی شہادتیں جو مجھ تک پہنچ چکی ہیں جن کی بنا پر میں یہ جاننے کے لیے تیار ہوں کہ واقعی خلیفہ صاحب قادیان زانی اور اغلام باز (فاعل ومفعول) بھی ہیں۔

اس دلی یقین کا ثبوت میں یہاں تک دے سکتا ہوں اگر خلیفہ صاحب قادیان اپنے کریکٹر چال چلن کی صفائی کے لیے مباہلہ کرنے کو تیار ہوں تو ہر طرح اسے قبول کرنے کو تیار ہوں۔

(مرزا منیر احمد نصیر)

شہادت نمبر 17 (حلفیہ شہادت)

میں خداوند تعالیٰ کو حاضر وناظر جان کر بیان کرتا ہوں کہ میں نے مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو بچشم خود زنا کرتے دیکھا ہے۔ اگر میں جھوٹ بولوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔

(شیخ بشیر احمد مصری)

مرزا محمود کی اپنی گواہی

حکیم عبدالعزیز صاحب (سابق پریزیڈنٹ انجمن انصار احمدیہ قادیان پنجاب) نے خلیفہ صاحب کی بدچلنی کے پیش نظر مسجد اقصیٰ میں جب خلیفہ صاحب مجمع عام کے سامنے تقریر کر رہے تھے، علی الاعلان لکھ کر دیا کہ آپ زنا کار اور بدچلن ہیں۔ اس لیے میں آپ کی بیعت نہیں کر سکتا۔ آپ پر بھی 1937ء پر حملہ کروایا گیا۔ پندرہ بیس دن ہسپتال میں رہے اور خلیفہ صاحب کو للکارتے رہے۔ آپ نے مرزا محمود احمد صاحب کو ایک خط لکھا، جس میں آپ نے تحریر کیا کہ "سنا ہے کہ آپ نے چار گواہوں کا ذکر لوگوں سے کیا ہے اگرچہ ہم سے تو نہیں کیا۔ اگر یہ بات درست ہے تو پھر آپ اسی کے لیے تیاری فرمالیں۔ ہم صرف چار ہی نہیں بلکہ بہت سی شہادتیں علاوہ عورتوں، لڑکیوں اور لڑکوں کی شہادت کے خود جناب والا کی اپنی شہادت بھی پیش کریں گے۔ اگر

ہم ثبوت نہ دے سکے تو آپ کی بریت ہو جائے گی اور ہم ہمیشہ کے لیے ذلیل ہونے کے علاوہ ہر قسم کی سزا بھگتنے کے لیے بھی تیار ہیں۔ حکیم صاحب موصوف کا حلفیہ بیان درج ذیل ہے:

VIEW PROOF

شہادت نمبر 18 (حلفیہ شہادت)

میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس کی قسم کھا کر جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے۔ یہ تحریر کرتا ہوں کہ میں مرزا محمود احمد صاحب کی بیعت سے اس لیے علیحدہ ہوا تھا کہ میرے پاس ان کے خلاف احمدی لڑکوں، لڑکیوں اور عورتوں کے صحیح واقعات پہنچے تھے۔ جن کے ساتھ مرزا محمود احمد نے بدکاری کی تھی۔ اسی بنا پر میں نے مرزا محمود احمد صاحب کو لکھا تھا کہ آپ کے خلاف احمدی لڑکے، لڑکیاں اور عورتیں اپنے واقعات بیان کرتی ہیں۔ ایسی صورت میں آپ یا جماعتی کمیشن کے سامنے معاملہ پیش ہونے دیں۔

یا میدان مباہلہ کے لیے تیار ہوں یا حلف مؤکد بعذاب اٹھائیں یا ہمیں موقعہ دیں کہ ہم تمام واقعات پیش کر کے جلسہ سالانہ کے موقع پر تمام احمدیوں کی موجودگی میں آپ کے سامنے حلف مؤکد بعذاب اٹھائیں تاکہ روز بروز کا جھگڑا ختم ہو کر حق کا بول بالا ہو لیکن مرزا محمود احمد صاحب کو کسی طریق پر بھی عمل پیرا ہونے کی جرأت نہیں ہوئی۔ سوائے کفار والا حربہ بائیکاٹ مقاطع استعمال کرنے کے۔

37ء سے لے کر آج تک میں اسی عقیدہ پر علی وجہ البصیرت قائم ہوں کہ میاں محمود احمد ایک زانی اور بدچلن انسان ہے۔ جس کو خدا اور رسول اور اس کے خادم حضرت مسیح موعود سے کسی قسم کی کوئی نسبت نہیں۔ اگر میں اپنے اسی عقیدہ میں باطل پر ہوں تو اللہ تعالیٰ کی مجھ پر لعنت ہو۔

(حکیم عبدالعزیز سابق پریزیڈنٹ انجمن انصار احمدیہ و قادیان)

VIEW PROOF

شہادت نمبر 19 (حلفیہ شہادت)

میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر جس کی جھوٹی قسم کھانا کبیرہ گناہ ہے، یہ تحریر کرتا ہوں کہ میں نے مرزا محمود احمد صاحب قادیان کو اپنی آنکھ سے زنا کرتے دیکھا ہے اور میں اقرار کرتا ہوں کہ اس نے میرے ساتھ بھی بدفعلی کی ہے۔ اگر میں جھوٹ بولوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ میں بچپن سے وہیں رہتا تھا۔

شہادت نمبر 20 (حلفیہ شہادت)

مصری عبدالرحمٰن صاحب کے بڑے لڑکے حافظ بشیر احمد نے میرے ساتھ ہاتھ میں قرآن شریف لے کر یہ لفظ کہے' خدا تعالیٰ مجھے پارا پارا کر دے اگر میں جھوٹ بولتا ہوں کہ موجودہ خلیفہ صاحب نے میرے ساتھ بدفعلی کی ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر یہ واقعہ لکھ رہا ہوں۔

(بقلم خود محمد عبداللہ احمدی' سیمنٹ فرنیچر ہاؤس مسلم ٹاؤن لاہور)

VIEW
PROOF

شہادت نمبر 21 (حلفیہ شہادت)

مرزا گل محمد صاحب مرحوم (آپ قادیان کے رئیس اعظم تھے اور وہاں بڑی جائیداد کے مالک تھے) اور مرزا غلام احمد صاحب کے خاندان کے رکن تھے' ان کی دوسری بیوہ (چھوٹی بیگم) نے مجھے بیان کیا کہ خلیفہ صاحب کو میں نے اپنی آنکھوں سے ان کی صاحبزادی اور بعض دوسری عورتوں کے ساتھ زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں نے خلیفہ صاحب سے ایک دفعہ عرض کی' حضور یہ کیا معاملہ ہے؟

آپ نے فرمایا کہ قرآن و حدیث میں اس کی اجازت ہے۔ البتہ اس کو عوام میں پھیلانے کی ممانعت ہے۔ (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ)

میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناضر جان کر حلفیہ بیان تحریر کر رہی ہوں۔ شاید میری مسلمان بہنیں اور بھائی اس سے کوئی سبق حاصل کریں۔ فقط

(سیدہ ام صالحہ بنت سید ابرار حسین' سمن آباد لاہور)

شہادت نمبر 22 (حلفیہ شہادت)

چودھری علی محمد صاحب واقف زندگی اپنے خاندان میں صرف اکیلے ہی احمدی ہیں جنہوں نے سب کچھ قربان کر کے احمدیت جیسی نعمت کو پالیا۔ آپ ملٹری میں حوالدار تھے اور حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی کتب کے مطالعہ کے بعد آپ نے احمدیت قبول کی۔ اللہ بخش صاحب تسنیم کے برادر میر محمد بخش' ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ گوجرانوالہ کے ذریعہ 30 مارچ 1945ء کو جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے اور کچھ دن بعد اپنے آپ کو خدمت دین کے لیے وقف کر دیا۔ مئی 1945ء میں قادیان سے بلاوا آیا تو آپ بلاحیل و حجت پورے اخلاص و عقیدت

مندی کے ساتھ قادیان تشریف لے گئے اور خدمت کی ابتداء دفتر وکیل الصنعت تحریر جدید سے کی اور پھر مختلف شعبہ جات میں متعین کئے گئے۔ مثلاً

سندھ جننگ فیکٹری کنٹری میں بطور اکاؤنٹنٹ مقرر کیا گیا۔ پھر اس دوران میں نمائندہ خصوصی بنا کر دی اشیو افریقین لمیٹڈ کراچی سپیشل آڈٹ کرنے کی غرض سے بھیجا گیا اور منڈی گوجرہ میں بھی تحریک جدید کے حصول کی نگرانی کے لیے نمائندہ خاص مقرر کیا گیا۔ لاہور میں انڈسٹریل کمرشل ڈویلپمنٹ کمپنی کے دفتر میں اکاؤنٹنٹ مقرر کیا گیا۔ تجارت اور صنعت کے دفتر میں ہیڈ اکاؤنٹنٹ مقرر کیا گیا اور دی بورڈ آف ڈائریکٹر کا سیکرٹری مرزا محمود احمد کی ذاتی منظوری سے کیا گیا جس کا چیئرمین مرزا مبارک احمد ہے۔ بدستور سالہا سال سندھ کی زمینوں...... سلسلہ کے تجارتی کارخانوں اور فضل عمر انسٹیٹیوٹ کا حساب آڈٹ کرتے رہے۔ بسا اوقات قیام ربوہ میں اکثر مالی خیانتوں کے قصوں پر آپ کو بطور کمیشن مقرر کیا گیا اور بعض دفعہ دار القضاء بھی فیصلوں کے لیے آپ کو ہی کمیشن مقرر کرتے۔ آپ بطور محاسب خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں بھی کام کرتے رہے اور خلیفہ صاحب چودھری صاحب موصوف سے خاص ملاقاتیں بھی کیا کرتے تھے۔ حافظ عبدالسلام وکیل اعلیٰ نے جب کسی بات پر چودھری صاحب کی شکایت خلیفہ صاحب سے کی' خلیفہ صاحب نے بالوضاحت جواب میں کہا جو درج ذیل ہے:

''میرے نزدیک تو یہ محنت اور دیانت داری سے کام کرتے ہیں۔''

الغرض چودھری صاحب موصوف نے مختلف شعبہ جات میں اکاؤنٹنٹ اور بطور نائب اڈیٹر کے کام کئے' ان کے علم اور یقین کے پیش نظر ان کو تمام مخفی راز از بر ہیں۔ کہ روپیہ کیسے اور کس طریق سے ہضم کیا جاتا ہے۔ پھر آپ نے ایک کتاب میں حساب بنا کر پیش کیا ہے اور چیلنج بھی دیا ہے کہ یہاں مالی بدعنوانیوں' خیانتوں اور دھاندلیوں کے ریکارڈ کے رو سے میں عینی شاہد ہوں۔

بہرحال چودھری صاحب موصوف کی خدمت جلیلہ قابل قدر ہیں۔ ضرورت پڑنے پر وقت کے تقاضوں کو ضرور پورا کریں گے۔ قیام ربوہ میں ان سے جو حالات پیش آئے' اس کے ذرائع سے ان کا حلفیہ بیان پیش خدمت ہے۔

میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس پاک ذات کی قسم کھاتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ صوفی روشن دین صاحب جو ربوہ میں انجمن کی چکی پر عرصہ تک بطور مستری کام کرتے رہے اور وہ قادیان کے پرانے رہنے والوں میں سے ہیں اور مخلص احمدی ہیں اور جن کے

مرزا محمود احمد صاحب اور ان کے خاندان کے بعض افراد سے قریبی تعلقات تھے اور خصوصاً مرزا حنیف احمد ابن مرزا محمود احمد کے صوفی صاحب موصوف کے ساتھ نہایت عقیدت مندانہ مراسم تھے اور قلبی عقیدت کی بنا پر مرزا حنیف احمد گھنٹوں صوفی صاحب کے پاس روزانہ ان کے گھر جا کر بیٹھتے اور بسا اوقات صوفی صاحب کو قصر خلافت میں اپنے ایک کمرۂ خاص میں بھی لے جا کر ان کی خاطر و مدارات کرتے۔ انہوں نے مجھ سے بارہا بیان کیا کہ مرزا حنیف احمد خدا کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ جس کو تم لوگ خلیفہ اور مصلح الموعود سمجھتے ہو' وہ زنا کرتا ہے۔ اور یہ کہ مرزا حنیف نے اپنی آنکھوں سے اپنے والد کو ایسا کرتے دیکھا۔ صوفی صاحب نے یہ بھی کہا کہ انہوں نے کئی دفعہ حنیف احمد سے کہا کہ تم ایسا سنگین الزام لگانے سے قبل اچھی طرح اپنی یادداشت پر زور ڈالو۔ کہیں ایسا تو نہیں جس کو تم کوئی غیر سمجھے ہو' وہ دراصل تمہاری کوئی والدہ ہی تھیں۔ مبادا خدا کے قہر و غضب کے نیچے آ جاؤ تو اس پر مرزا حنیف احمد اپنی روایت عینی پر حلفاً مصر رہے کہ ان کا والد پاک سیرت نہیں ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ انہوں نے اپنے والد کی کبھی کوئی کرامت مشاہدہ نہیں کی۔ البتہ یہ تڑپ شدت کے ساتھ پائی ہے کہ کسی طرح انہیں جلد از جلد دنیاوی غلبہ حاصل ہو جائے۔

اگر میں اس بیان میں جھوٹا ہوں۔ اور افراد جماعت کو اس سے محض دھوکا دینا مقصود ہے۔ تو خدا تعالیٰ مجھ پر اور میرے بیوی بچوں پر ایسا عبرتناک عذاب نازل فرمائے' جو مخلص اور ہر دیدہ بینا کے لیے ازدیاد ایمان کا موجب ہو۔

ہاں اس نام نہاد خلیفہ کی مالی بدعنوانیوں' خیانتوں اور دھاندلیوں کے ریکارڈ کی رو سے میں عینی شاہد ہوں۔ کیونکہ خاکسار نے ساڑھے نو سال تحریک جدید اور انجمن احمدیہ کے مختلف شعبوں میں اکاؤنٹنٹ اور نائب آڈیٹر کی حیثیت سے کام کیا۔

(خاکسار چوہدری علی محمد عفی عنہ واقف زندگی
حال نمائندہ خصوصی کوہستان' لائلپور)

شہادت نمبر 23

جناب مولوی محمد صالح صاحب اور واقف زندگی سابق کارکن وکالت تحریک جدید ربوہ مولانا محمد یامین صاحب تاجر کتب کے چشم و چراغ ہیں۔ صحابی ہونے کے علاوہ سلسلہ احمدیہ کا بے شمار لٹریچر شائع کرتے ہیں۔ آپ قادیان کی مقدس سرزمین 1929ء میں پیدا ہوئے۔ اور مولوی

فاضل تک تعلیم حاصل کی۔ بعدازاں مختلف شعبہ جات میں آپ نہایت خوش اسلوبی سے خدمت سرانجام دیتے رہے۔ مثلاً

1- قادیان میں مسجد خدام الاحمدیہ کے جنرل سیکرٹری کے عہدہ پر فائز رہے۔

2- زعیم مجلس خدام الاحمدیہ دارالصدر ربوہ۔

3- نائب منتظم تبلیغ مرکزیہ خدام الاحمدیہ ربوہ

4- سندھ ویجی ٹیبل اینڈ پروڈکٹس کے ہیڈ آفس میں کام کیا۔

5- رسالہ ریویو آف ریلیجنز اور سن رائز اخبار کے مینیجر بھی رہے۔

6- محتسب امور عامہ کا معتمد خاص ربوہ بھی رہے۔ ان شعبہ جات کے علاوہ بھی جماعتی طور پر جس خدمت پر بھی مامور کیا گیا' آپ نے دیانت اور تقویٰ کی راہ پر چل کر صحیح معنوں میں خدمت کی۔ آپ میاں عبدالرحیم احمد جو خلیفہ صاحب کے داماد ہیں' ان کے پرسنل اسسٹنٹ وکیل التعلیم تحریک جدید ربوہ بھی تھے۔ آپ جس جانفشانی' اخلاص اور محنت سے کام کرتے تھے' اس کی وجہ سے آپ کے ذمہ مزید کام سپرد کئے جاتے تھے۔ آٹھ دس شعبہ جات کی کارکردگی آپ کی مقبولیت کی شاہد ہے اور گہرے تعلقات کا اندازہ بھی اس سے لگایا جاسکتا ہے۔ آپ کا حلفیہ بیان ہدیہ ناظرین ہے:

VIEW PROOF

حلفیہ شہادت

میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر مندرجہ ذیل سطور محض اس لیے سپرد قلم کر رہا ہوں کہ جو لوگ اب بھی مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ ربوہ کے تقدس کے قائل ہیں' ان کے لیے راہنمائی کا باعث ہو۔ اگر میں درج ذیل بیان میں جھوٹا ہوں تو خدا تعالیٰ کا عذاب مجھ پر اور میرے اہل وعیال پر نازل ہو۔

میں پیدائشی احمدی ہوں اور 57ء تک میں مرزا محمود احمد صاحب کی خلافت سے وابستہ رہا۔ خلیفہ صاحب نے مجھے ایک خود ساختہ فتنہ کے سلسلہ میں جماعت ربوہ سے خارج کر دیا۔ ربوہ کے ماحول سے باہر آ کر خلیفہ صاحب کے کردار کے متعلق بہت ہی گھناؤنے حالات سننے میں آئے۔ اس پر میں نے خلیفہ صاحب کی صاحبزادی امۃ الرشید بیگم' بیگم میاں عبدالرحیم احمد سے ملاقات کی۔ انہوں نے خلیفہ صاحب کے بدچلن اور بدقماش اور بدکردار ہونے کی تصدیق کی۔

باتیں تو بہت ہوئیں لیکن خاص بات قابل ذکر یہ تھی کہ جب میں نے امۃ الرشید بیگم سے کہا کہ آپ کے خاوند کو ان حالات کا علم ہے تو انہوں نے کہا کہ صالح نور صاحب آپ کو کیا بتلاؤں کہ ہمارا باپ ہمارے ساتھ کیا کچھ کرتا رہا ہے اگر وہ تمام واقعات میں اپنے خاوند کو بتلا دوں تو وہ مجھے ایک منٹ کے لیے بھی اپنے گھر میں بسانے کے لیے تیار نہ ہوگا۔ تو پھر میں کہاں جاؤں گی۔ اس واقعہ پر امۃ الرشید کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور یہ لرزہ خیز بات سن کر میں بھی ضبط نہ کر سکا اور وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ اس وقت میں ان واقعات کی بنا پر جو میں ڈاکٹر نذیر احمد ریاض، محمد یوسف ناز، راجہ بشیر احمد رازی سے سن چکا ہوں۔ حق الیقین کی بنا پر خلیفہ صاحب کو ایک بدکردار اور بدچلن انسان سمجھتا ہوں اور اسی کی بناء پر وہ آج خدا کے عذاب میں گرفتار ہیں۔

(خاکسار محمد صالح نور، واقف زندگی سابق کارکن وکالت تعلیم تحریک جدید ربوہ)

شہادت نمبر 24

حضرت ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ریاض کی شہادت

خلیفہ صاحب کا اصول

حضرت ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ریاض، مولوی فاضل زندگی خلیفہ ربوہ کے خاص ڈاکٹر تھے اور خلیفہ صاحب نے ازخود سلسلہ کے خرچ سے حکمت اور ڈاکٹری کی تعلیم دلوائی۔ ڈاکٹر صاحب موصوف علاج مخصوصہ میں کافی سے زیادہ مہارت رکھتے ہیں اور عرصہ دراز تک خلافت مآب کے چرنوں میں رہے ہے۔ آپ نے حضرت مولوی شیر علی صاحب کی سوانح حیات مرتب کر کے شائع کی ہے جو تقریباً 300 صفحات پر مشتمل ہے۔ آپ جامعۃ المبشرین میں پروفیسر بھی تھے۔ آپ اپنی خداداد دماغی صلاحیتوں کی وجہ سے خلیفہ صاحب کی آلودہ زندگی سے ہی نہیں بلکہ اندرون خانہ کے ہر شعبہ سے پوری طرف واقف راز بھی ہیں۔ یعنی بہت سے بچشم خود راز وار خصوصی کے علاوہ آپ خلیفہ صاحب کے اصول کے متعلق فرماتے ہیں۔

آپ کو یاد ہوگا جب تک ہم ربوہ میں رہے، ہماری آپس میں کچھ ایسی قلبی مجالست رہی کہ باہم مل کر طبیعت بے حد خوش ہوتی تھی۔ کبھی شعر و شاعری کے سلسلہ میں، تو کبھی مخلص کے مصنوعی تقدس پر نکتہ چینی کرنے میں بڑا لطف آتا تھا۔ دراصل خلیفہ صاحب کا اصول ہے کہ۔

مست رکھو ذکر و فکر صبح گاہی میں انہیں
اور پختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں انہیں

اور خود خوب رنگ رلیاں مناؤ۔ عیش و عشرت میں بسر کرو۔ ہم نے تو بھائی خلوص دل سے وقف کیا تھا۔ خدا ہمیں ضرور اس کا اجر دے گا انہیں یہ خلوص پسند نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ بہتر حکم و عدل سے خود فیصلہ کر دے گا کہ ٹھکرائے ہوئے ہیرے کتنے قیمتی اور کتنے عزیز تھے۔

شروع شروع میرے دل کی عجیب کیفیت تھی۔ ہر وقت دل مختلف افکار کی آماجگاہ بنا رہتا تھا۔ ماں باپ کی یاد عزیزوں کی جدائی کا احساس' دوستوں کے بچھڑنے کا غم اور حاسدوں کے تیروں کی چبھن سبھی کچھ تھا لیکن ؎

ہر داغ تھا اس دل میں بجز داغ ندامت

سب سے بڑا معلم' انسان کی فطرت صحیحہ ہے جس کی روشنی میں انسان اپنے قدموں کو استوار رکھتا ہے اور ہر افتاد پر ڈگمگانے سے بچاتا ہے۔ اگر یہ کلی طور پر مسخ ہو جائے تو پھر کسی بے راہ روی کا احساس دل میں نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔ آمین۔ آپ کا ریاض

اگر میں جھوٹ بولوں تو خدا کی لعنت ہو مجھ پر

شہادت نمبر 25 (حلفیہ شہادت)

جناب غلام حسین صاحب احمدی...... فرماتے ہیں:

میں نے اپنی شہادت کے علاوہ حبیب احمد کا بھی ذکر کیا تھا۔ وہ مجھے قادیان میں مل گئے۔ میں نے ان سے قسم دے کر دریافت کیا تو انہوں نے...... قسم کھا کر مجھے بتلایا کہ حضرت صاحب (مرزا محمود) نے دو مرتبہ ان سے لواطت (یعنی منڈے بازی) کی ہے۔ ایک دفعہ قصر خلافت میں اور دوسری دفعہ ڈلہوزی میں۔ میں نے اس سے تحریری شہادت مانگی تو پوری تفصیل کے ساتھ نہیں لکھی بلکہ نامکمل لکھ کر دی۔ حبیب احمد صاحب اعجاز اس کی پوری پوری تصدیق فرما رہے ہیں جو درج ذیل ہے:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ. نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ بخدمت شریف جناب بھائی غلام حسین صاحب' السلام علیکم و

رحمۃ اللہ و برکاتہ کے بعد التماس ہے کہ میں نے آپ کو...... جو بات بتائی تھی' میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ وہ بات بالکل صحیح ہے۔ اگر میں جھوٹ بولوں تو خدا کی لعنت ہو مجھ پر......

میں علی وجہ البصیرت شاہد ناطق ہوں۔

(خاکسار حبیب احمد اعجاز)

شہادت نمبر 26 (راجہ بشیر احمد صاحب رازی (خلف

مکرمی محترمی راجہ علی محمد صاحب ریٹائرڈ افسر مال امیر جماعت احمدیہ گجرات کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ نے خدمت دین کے لیے 1945ء میں اپنے آپ کو وقف کیا اور پورے اخلاص کے ساتھ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا اور خلیفہ ربوہ کے بلاوے پر آپ ربوہ تشریف لے آئے اور نائب آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے کام پر مامور کیا گیا۔ آپ نے اس کام کو یا جو کام بھی آپ کے سپرد کیئے جاتے' نہایت ہی استقلال اور محنت اور دیانت داری سے سرانجام دیتے رہے۔ آپ ربوہ کے کچے کواٹروں میں رہائش پذیر تھے۔ اور دوستوں کے علاوہ آپ کے مراسم جناب شیخ نور الحق صاحب احمدیہ سنڈیکیٹ سے ہوئے تو انہوں نے خلیفہ صاحب کی آلودہ زندگی کا ایسا بھیانک منظر پیش کیا۔ آپ ششدر رہ گئے۔ آپ کا ذہن اس آلودہ زندگی کو تسلیم نہیں کرتا تھا کہ ایسا مقدس انسان بدکار نہیں ہو سکتا۔ بالآخر رفتہ رفتہ آپ کے مراسم راز دار خصوصی ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ریاض سے ہو گئے تو انہوں نے بھی اس ناپاک انسان کے عشرت کدہ کی رنگین مجالسوں کا ذکر فرمایا اور ان کی مزید پختگی کے لیے اس رنگین اور سنگین مجالس تک لے جانے کا وعدہ کر کے اس مجلس میں شامل کر لیا۔ رازی صاحب موصوف نے جب اس مجالس خاص میں عملاً رسائی حاصل کر لی اور اپنی آنکھوں سے اس منظر کو دیکھا تو آپ محو حیرت ہو گئے۔ بعد ازاں آپ نے علی الاعلان پوری دیانت داری سے اس نقشہ خصوصی کو جو علی وجہ البصیرت پورے اطمینان کے ساتھ دیکھ چکے تھے' اپنے دوستوں سے کھلم کھلا اظہار کرتے رہے۔ رازی صاحب موصوف کا بجواب خط بیان درج ذیل ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"ارشاد گرامی پہنچا۔ خلیفہ صاحب سے عدم وابستگی کی اصل وجہ تو وہی ہے جو ہمارے مکرم بھائی مرزا محمد حسین صاحب بی کام فرمایا کرتے ہیں کہ جو سفر ہم نے ماموریت سے شروع کیا' اسے آمریت پر ختم کرنا ہمیں گوارا نہیں۔

مگر یہ اجمال شاید آپ کے لیے وجہ تسلی نہ بن سکے۔ لیجئے مختصراً ہماری روئیداد بھی سن لیجئے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب ہم ربوہ کے کچے کواٹروں میں خلیفہ صاحب ربوہ کے کچے قصر خلافت کے سامنے رہائش پذیر تھے۔ قرب مکانی کے سبب شیخ نورالحق احمد "احمدیہ سنڈیکیٹ" سے راہ رسم بڑھی تو انہوں نے خلیفہ صاحب کی زندگی کے ایسے مشاغل کا تذکرہ کیا' جن کی روشنی میں ہمارا وقف کار احتقاں نظر آنے لگا۔ اتنے بڑے دعویٰ کے لیے شیخ صاحب کی روایت کافی نہ تھی۔ خدا بھلا کرے ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ریاض کا جن کی ہم رکابی میں مجھے خلیفہ صاحب کے ایک ذیلی عشرت کدہ میں چند ایسی ساعتیں گزارنے کا موقعہ ہاتھ آیا جس کے بعد میرے لیے خلیفہ صاحب ربوہ کی پاک دامنی کی کوئی سی بھی تاویل و تعریف کافی نہ تھی اور میں اب بفضل ایزدی علی وجہ البصیرت خلیفہ صاحب ربوہ کی بداعمالیوں پر شاہد ناطق ہوگیا ہوں۔ میں صاحب تجربہ ہوں کہ یہ سب بداعمالیاں ایک سوچی سمجھی ہوئی سکیم کے تحت وقوع پذیر ہوتی ہیں اور ان میں اتفاق یا بھول کا کوئی دخل نہیں۔ جن دنوں ہم تھے۔

محاسب کا گھڑیال

ان رنگین مجالس کے لیے سٹینڈرڈ ٹائم (Standard Time) کی حیثیت رکھتا تھا۔ اب نہ جانے کون سا طریقہ رائج ہے۔ میرے اس بیان کو اگر کوئی صاحب مذکور چیلنج کرے تو میں حلف مؤکد بعذاب اٹھانے کو تیار ہوں۔ والسلام

(بشیر رازی بی کام' سابق نائب آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ' ربوہ)

شہادت نمبر 27

چودھری صلاح الدین صاحب ناصر بنگالی (خلف)

خاں بہادر ابوالہاشم خاں مرحوم چودھری صاحب موصوف کے والد محترم نے بنگال میں جماعت احمدیہ کی قیادت کی اور آپ نے پورے اخلاص کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کو اجاگر کیا اور آپ نے مرزا محمود کی تفسیر کا انگریزی میں ترجمہ بطور خدمت کے کیا اور آپ جب ریٹائر ہوئے تو آپ مع اہل و عیال قادیان تشریف لے آئے اور محلّہ دارالانوار میں ایک بہترین کوٹھی رہائش کے لیے تعمیر کی اور آپ کے خاندان کو خلیفہ صاحب کے خاندان سے والہانہ

عقیدت تھی۔ اس قریبی تعلقات کی وجہ سے آپ خصوصیت سے واقف راز ہو گئے۔ چودھری صاحب صدر انجمن کے شعبہ جات میں بھی کام کرتے رہے اور آپ کی انتھک مساعی محض دین کی خاطر شامل حال رہی۔ آپ بھی ربوہ میں کچے کواٹروں میں عرصہ تک رہائش پذیر رہے۔ لیکن جب آپ کو مرزا محمود کی ناپاک سیرت کا بخوبی علم ہو گیا اور علی وجہ البصیرت حق الیقین تک پہنچ گئے تو آپ نے ربوہ کو خیر باد کرنے کا تہیہ کر لیا۔ موقع پا کر آپ خفیہ طور سے مع ہمشیرگان اور والدہ محترمہ رات کی تاریکی میں لے کر لاہور روانہ ہو گئے اور پھر علی الاعلان خلیفہ صاحب کی ناپاک سیرت پر اخباروں اور لیکچروں میں بلاخوف اظہار فرماتے رہے۔ چودھری صاحب موصوف حقیقت پسند پارٹی کے پہلے جنرل سیکرٹری رہے۔ آپ نے اس کام کو بھی اپنی صلاحیتوں کے پیش نظر حسب دستور مستعدی اور جانفشانی سے کام کیا۔ اس بدکار اور بداعمال کے لیے آپ نے اپنے آپ کو وقف کیا اور اس کی ناپاک سیرت پر الارم دینا اپنا فرض اوّلین تصور کرتے ہیں۔ چودھری صاحب گھرے رازداروں میں سے واقع ہوئے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"قادیانی جماعت کے اندر فدایانِ احمدیت کے نام کی خفیہ تنظیم کو بے نقاب کیا جائے۔ جو ایک نقاب پوش خطرناک قسم کی نوجوانوں کی تنظیم ہے۔ جو عملی طور پر تشدد کی حامی ہے اور اپنے کسی راز کو افشاء کرنے والے کا کام تمام کر دیتی ہے اور ذیل کے احمدی حضرات کو عدم آباد تک پہنچا چکی ہے۔"

(21 اپریل 57ء "نوائے پاکستان")

چودھری صاحب کی مجاہدانہ سرگرمیوں کا اندازہ بہت سے اخباروں کے علاوہ مذکورہ بالا عبارت سے ظاہر ہے، جس میں آپ نے طویل لسٹ مختلف لوگوں کی دی ہے، جن کو راز افشاء کرنے کے جرم میں ان کا کام تمام کر دیا گیا۔ طوالت کے خوف سے مثال کے طور پر صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں۔ چودھری صاحب نے اپنی ہمشیرہ عابدہ بیگم بنت خاں بہادر ابوالہاشم خاں صاحب آف بنگال کے اہم واقعہ کا ذکر بھی فرمایا ہے، کہ ان کو بھی بذریعہ بندوق مار کر اچانک موت سے منسوب کیا گیا۔ ان کے خیال کے مطابق کہ کہیں راز افشانہ کر دے۔

بہر حال چودھری صاحب صحیح معنوں میں حقیقت پسند واقع ہوئے ہیں۔ ان کا ہر کام دیانتدارانہ اور اخلاص پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کو مزید استقامت بخشے۔ علاوہ ازیں جب گجرات میں جلسہ ہوا تو آپ نے اس وقت بھی صداقت کو پورے طور سے روشن کیا کہ ہم نے

تقدس کے پردے میں جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے' وہی ہماری اس سے علیحدگی کا باعث ہوا۔
چنانچہ چودھری صاحب فرماتے ہیں۔

بعد ازاں چودھری صلاح الدین صاحب جو مشرقی پاکستان کے رہنے والے ہیں۔
بنگال میں تقریر کی اور بتایا کہ ہم نے تقدس کے پردے میں جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔
ہماری اس جماعت سے علیحدگی اس کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے بتایا میں مشرقی پاکستان کے ایک معزز
خاندان کا نوجوان ہوں اور امام جماعت احمدیہ کی دھاندلیوں کی وجہ سے علیحدہ ہوگیا ہوں اور
دیانتداری سے سمجھتا ہوں کہ ان کے خلاف آمریت کا ایک واضح نمونہ ہے۔

(''نوائے پاکستان'' 28 اپریل 57ء)

شہادت نمبر 28

امام جماعت احمدیہ (قادیان) ربوہ کے متعلق

حضرت ڈاکٹر سیّد میر محمد اسماعیل صاحب مرحوم

سول سرجن کی شہادت

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب خلیفہ صاحب کے ماموں اور خسر بھی ہیں۔ آپ
کی قطعی رائے ہے کہ خلیفہ عیاش ہو تو میں ڈاکٹر ہوں اور میں جانتا ہوں کہ عیاشی کی وجہ سے نہ دماغ
کام کرتا ہے اور نہ عقل اور نہ ہی حرکات صحیح طور پر کرسکتا ہے۔ سب قویٰ برباد ہو جاتے ہیں جس کو
انگریزی میں Wreck کہتے ہیں۔ زنا انسان کو بنیاد سے نکال دیتا ہے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب
موصوف فرماتے ہیں...... بڑا الزام یہ لگایا جاتا ہے کہ خلیفہ عیاش ہے۔ اس کے متعلق میں کہتا
ہوں۔ میں ڈاکٹر ہوں اور میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ جو چند دن بھی عیاشی میں پڑ جائیں' وہ وہ ہو
جاتے ہیں' جنہیں انگریزی میں (Wreck) کہتے ہیں۔ ایسے انسان کا دماغ کام کا رہتا ہے نہ
عقل درست رہتی ہے' نہ حرکات صحیح طور پر کرتا ہے۔ غرض سب قویٰ اس کے برباد ہو جاتے ہیں اور
سر سے لے کر پیر تک اس پر نظر ڈالنے سے فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ عیاشی میں پڑ کر اپنے آپ کو
برباد کر چکا ہے۔ اسی لیے کہتے ہیں:

الزنا یخرج البناء

زنا انسان کو بنیاد سے نکال دیتا ہے۔

("الفضل" 10 جولائی 1937ء)

حق پسند اصحاب کی توجہ کے لیے

اپنی طرف سے نہایت اختصار کے ساتھ کچھ حوالہ جات حضرت مسیح موعود علیہ السلام پیش کر دیئے ہیں تا کہ فیصلہ میں آسانی رہے۔ اہل دانش اور طالبان حق کے لیے نہایت ضروری ہے کہ ٹھنڈے دل سے ان تمام واقعات کو جو خلیفہ کے چال چلن پر سالہا سال سے بیان کئے جارہے ہیں اور وہ انہیں ٹال رہے ہیں۔ آپ نے دلائل کی روشنی میں موازنہ کر کے خلیفہ صاحب کا احتساب کرنا ہے تا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اصول جو بدچلن اور بدکار کے متعلق موجود ہے' اس کی بے حرمتی نہ ہو۔ اگر آپ نے اس اصول کو جرأت مندانہ اقدام سے اجاگر کر دیا تو آنے والی نسلیں آپ کی اس جسارت کو جو اصول کے لیے برتی جائے گی' قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھیں گی۔

علاوہ ازیں انسان غلطی کا پتلا ہے' بھول جانا کوئی بات نہیں ہوتی چونکہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے مصنفہ جواہر پارے و دیگر تنخواہ دار علماء اس امر کے لیے کوشاں رہتے ہیں کہ اس خلافت کو مضبوطی سے پکڑو اور بعض حوالے ان پر چسپاں کئے جاتے ہیں۔ لیکن حضرت اقدس نے زانی' بدکار' عیاش کے متعلق ایک قطعی فیصلہ دیا ہے جو درج ذیل ہے:

1- مباہلہ صرف ایسے لوگوں سے ہوتا ہے جو اپنے قول کی قطع اور یقین پر بنا رکھ کر کسی دوسرے کو مفتری اور زانی قرار دیتے ہیں۔

("الحکم" 24 مارچ 1902ء)

2- یہ تو اسی قسم کی بات ہے جیسے کوئی کسی کی نسبت یہ کہے کہ میں نے اسے بچشم خود زنا کرتے دیکھا یا بچشم خود شراب پیتے دیکھا۔ اگر میں اس بے بنیاد افتراء کے لیے مباہلہ نہ کرتا تو اور کیا کرتا۔

("تبلیغ رسالت" جلد 2' صفحہ نمبر 2)

تو اس کی طرف آنے میں ہچکچاہٹ کیوں! جب آپ کا دعویٰ ہے کہ خلیفہ صاحب سے خدا خلوت اور جلوت میں باتیں کرتا ہے۔ اس عدالت میں حضرت اقدس کا حوالہ بھی یہی مطالبہ

کرتا ہے' پھر ڈرتے کیوں ہو۔ ہاں میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت اقدس کا قطعی فیصلہ ہے یا آپ کی نگاہ میں حضرت اقدس کا کتابوں میں ایسا حوالہ موجود ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ بدکار عیاش بھی مصلح موعود ہوسکتا ہے تو خدا کی قسم اگر یہ حوالہ میرے علم اور سمجھ میں آ گیا تو میں سر تسلیم خم کروں گا۔ ورنہ بصورت دیگر آپ کا فرض ہوگا کہ حضرت اقدس کے ان حوالوں کی موجودگی میں جو بدکار کے لیے آپ نے لکھا ہے عمل کرنا ہوگا۔ اور جماعت کے ہر فرد کو احتساب کرنا پڑے گا۔

بدکردار مصلح موعود نہیں ہوسکتا

یہ بات اظہر من الشمس ہو چکی ہے کہ خلیفہ صاحب بدکار' عیاش' بدچلن انسان ہیں۔ بدکردار مصلح موعود نہیں ہوسکتا اور اپنی اس بدمعاشی کو چھپانے کی خاطر مختلف بہانے اور حیل وحجت' قتل وغارت و بائیکاٹ اور صدر انجمن احمدیہ کا روپیہ مقدمے میں ضائع کیا جاتا ہے پھر الفضل میں یوں کہا جاتا ہے کہ زنا کرنا جرم نہیں' اس کی تشہیر جرم ہے۔ زنا تو آپ عین شریعت کے مطابق کرتے ہیں' اس لیے اس کا تو جرم نہیں۔ مگر مباہلہ حضرت اقدس کے فرمان کے مطابق کیا جاتا ہے۔ وہ جرم ہے۔ خلیفہ صاحب نے حضرت اقدس کی تعلیم کو پس پشت ڈال کر اپنا سکہ جمانے کی کوشش کی۔ مقدس اصطلاحوں سے اپنے آپ کو نوازا۔ کبھی صحابہ کرام کے متعلق بدتہذیبی کا مظاہرہ کیا اور کبھی آنحضرت ﷺ سے بھی آگے بڑھنے کا قدم اٹھایا۔ انشاء اللہ ایسے شخص کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔ اس کو اس دنیا ہی میں جو سزا مل رہی ہے' وہ ایک زندہ نشان ہے۔ چلنے پھرنے سے بھی عاری ہے۔ دماغ کسی قدر ماؤف ہو چکا ہے' فالج نے اس کو اپنا شکار بنالیا ہے۔

("الفضل" 4 اگست 56ء)

ایسے شخص کو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے قادیان کی مقدس سرزمین میں بھی جگہ نصیب نہیں ہوئی۔ دراصل اگر غور سے دیکھا جائے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ گندی مچھلی سب کو خراب کرتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس ناپاک وجود کو وہاں سے نکال کر مقدس بستی کو محفوظ کرلیا۔

میں عرض کر رہا تھا کہ اب حاشیہ بردار اس کو سہارا دیے ہوئے ہیں۔ کبھی ٹیکہ کے زور سے اس کو ہوش میں لایا جاتا ہے' کبھی ٹیپ ریکارڈ سنا کر جماعت کو تسلی دی جاتی ہے۔ بارہا طریق سے اس میں پیوند لگائے گئے' لیکن جب ایک عمارت بوسیدہ ہو جاتی ہے اس کے پیوند کہاں تک سہارا دے سکتے ہیں۔ بالآخر اس بوسیدہ عمارت کو تہس نہس کر کے از سر نو بنانی پڑتی ہے۔ یہی حال

خلیفہ کا ہے۔ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے قعر مذلت میں گر چکا ہے۔ اس وقت سہارا بے سود ہے۔ یہ غلط ملط سہارے دیکھنے والوں کے لیے اس شخص کی بدکرداری کا زندہ ثبوت ہے۔ یہ ناپاک وجود ختم ہو کر رہے گا اور حضرت اقدس کا اصول بڑی آب وتاب سے چمکے گا۔ خدا کے گھر میں دیر ضرور ہے اندھیر نہیں۔

میرے احمدی بزرگو! بھائیو! اور بہنو! جماعت احمدیہ کا ہر فرد جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصولوں کو اپنانے کے لیے بے تاب ہے' ان سے استدعا ہے کہ خلیفہ صاحب اس وقت زندہ ہیں۔ ان کی موجودگی میں جس اسلامی شریعت کو آپ پسند فرمائیں' فیصلہ کی راہ نکالیں۔ انسان کی سوجھ بوجھ کے مطابق تین ہی صورتیں قابل عمل ہیں۔

1- عدالت

2- کمیشن

3- مباہلہ

VIEW PROOF

اظہارِ واقعہ کو بدزبانی نہیں کہا جا سکتا

حضرت اقدس ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں:

"دشنام دہی اور چیز ہے اور بیان واقعہ کا گو وہ کیسا ہی تلخ اور سخت ہو' دوسری شے ہے۔ ہر ایک محقق اور حق گو کا یہ فرض ہوتا ہے کہ سچی بات کو پورے پورے طور پر مخاطب گم گشتہ کے کانوں تک پہنچا دے پھر اگر وہ سچ سن کر افروختہ ہو تو ہوا کرے۔

(ازالہ اوہام' ص 20)

خلیفہ صاحب کی بداعمالیوں کے متعلق اقوال اور مسیح موعود علیہ السلام کے حوالہ جات اور شہادتیں درج ہیں۔

میں انصاف پسند اور فہمیدہ اصحاب سے درخواست کرتا ہوں۔ تینوں صورتیں پیش کردی ہیں جو صورت آپ کے لیے آسان ہو' اس پر عمل کریں ورنہ بصورت دیگر اگر اس میں لیت ولعل کیا گیا تو وہ اپنے متعلق شکوک میں اضافہ کریں گے۔ لیکن یاد رکھیں خلیفہ صاحب اپنی بدکرداری اور کرتوتوں کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ وہ کبھی بھی مباہلہ کے لیے میدان میں نہیں نکلیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بھی مرزا محمود احمد صاحب پر کمیشن مقرر کیا گیا اور سنا ہے کہ جرم ثابت تھا مگر بدنامی کے خوف سے اس کو درگزر کیا گیا۔ اگر ہمارے بزرگان ملت اس وقت اس خوف کو بالائے طاق رکھ کر اس کو گندے چیتھڑے کی طرح نکال دیتے تو آج اس بدنما داغ اور لعنت سے محفوظ رہتے۔

بس آپ اپنے فرضوں کو پہچانیں۔ اس بدنما دھبہ کو مباہلہ کی صورت میں خدا کی عدالت میں لائیں تاکہ تقدس اور پاکبازی الم نشرح ہو کر جماعت احمدیہ کے لیے خصوصاً ہدایت کا موجب ہو۔

(طالب دعا' خادم ملت مظہر ملتانی)

انتباہ!

VIEW PROOF

جس قدر شہادتیں اور حلفیہ بیان کتاب ہذا میں درج ہیں۔ ان کی اصل تحریرات موجود ہیں۔ اگر ضرورت پڑی تو اصل تحریرات کے عکس شائع کر دیئے جائیں گے۔ تاہم اگر کوئی صاحب کسی دباؤ کے تحت یا جماعت احمدیہ ربوہ کے سربراہ بالخصوص مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے ''قمرالانبیاء'' (ان کے کریکٹر کے متعلق بھی شہادتیں موجود ہیں جو کسی وقت منظر عام پر لائی جاسکتی ہیں) اپنے حکیمانہ اور فلسفیانہ لاطائل انداز میں ان بیانات کی تردید کرنے کی جرأت کریں تو اس موقع پر بھی انہیں قہار و جبار کی عدالت میں آنا ہوگا اور مؤکد بعذاب حلف اٹھانا ہوگا۔ جو صاحب تردید کریں ان کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ بالمقابل کم از کم دو صد اشخاص کے سامنے مسجد میں کھڑے ہو کر بروئے اشہاد مندرجہ ذیل مؤکد بعذاب حلف اٹھائیں۔

میں اس خدائے ذوالجلال حیی و قیوم اور قہار و جبار کی قسم کھا کر کہتا ہوں' جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے' اور میں اپنے بیٹوں' بیٹیوں' بیوی' بہنوں' ماں' باپ' لکھتے وقت بھی رشتہ دار زندہ یا موجود نہ ہوں' ان کا نام کاٹ دیا جائے۔ سر پر ہاتھ رکھ کر مؤکد بعذاب حلف اٹھاتا ہوں کہ جناب مرزا محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ ربوہ نے کبھی زنا یا لواطت نہیں کی۔ اور میری طرف جو یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ میں نے ان کے دامن کو ایسی بدکاری سے داغدار قرار دیا ہے' بالکل غلط ہے۔ میں نے کبھی نہ انہیں بدکار اور زانی سمجھا اور نہ کہا اور نہ ہی کوئی ایسی بات ان کی طرف منسوب کی اور نہ ہی میں نے کوئی تحریر لکھ کر دی۔

اے میرے خدا میں تجھے حاضر و ناظر جان کر یہ کہتا ہوں کہ میرا یہ بیان بالکل سچ اور واقعات کے مطابق ہے اور میں نے کسی ترغیب و ترہیب یا کسی بھی قسم کے دباؤ کے تحت یہ بیان نہیں دیا۔ میں جانتا ہوں کہ تیرے ہاتھ کے برابر کوئی ہاتھ نہیں۔ تیری قوت سے بڑھ کر کوئی قوت نہیں' تو ہی جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کرتا ہے۔

اے میرے خدا اگر اوپر کے سارے بیان میں جھوٹا ہوں اور فریب' دغا' مکاری' چالبازی لفظوں کے ہیر پھیر' فقرہ بازی اور خیانت سے کام لے رہا ہوں تو تیرا قہر تلوار کی مانند مجھ پر پڑے۔ تیرا غضب مجھے بھسم کر دے۔ ذلت' تباہی' غربت' بیماری' عزیزوں' رشتہ داروں' بیوی بچوں کی موت اور مصائب و آلام کی مار مجھ پر مار اور اپنے ہیبت ناک ہاتھ کے ساتھ مجھے تباہ و برباد کر کے رکھ دے۔ میرے در و دیوار پر آگ برسیں میرے دشمنوں کو خوش کر دے۔ میں ذلیل اور رسوا ہو جاؤں اور میری اور میرے باپ کی نسل منقطع ہو جائے اور ابد الاباد کے لیے مجھ پر لعنتیں برستی رہیں اور عفو کی چادر مجھے کبھی نہ ڈھانپے۔

لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الۡكَاذِبِيۡنَo

فیصلہ عدالت عالیہ ہائیکورٹ لاہور

بہ نگرانی شیخ عبدالرحمٰن مصری قادیان

ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے جو حکم شیخ عبدالرحمٰن مصری کی اپیل کے خلاف دیا ہے' اس پر نظر ثانی کے لیے موجودہ درخواست ہے۔ شیخ عبدالرحمٰن مصری سے مجسٹریٹ فسٹ کلاس کے حکم کے ماتحت 14 مارچ 38ء کو ضمانت حفظ امن طلب کی گئی تھی اور اس حکم کے خلاف ڈپٹی کمشنر نے 24 مئی 38ء کو اپیل کو مسترد کر دیا تھا۔ لہٰذا اب وہ عدالت ہذا میں نظر ثانی کی درخواست دے رہا ہے۔ چنانچہ اس عدالت کے ایک فاضل جج نے حکومت کو حاضری کا نوٹس دیا۔

موجودہ کارروائی کی تحریک کا اصل باعث وہ اختلاف ہے جو جماعت احمدیہ قادیان کے اندر رونما ہوا ہے۔ درخواست کنندہ اس انجمن کا صدر ہے جو خلیفہ سے شدید اختلاف کے باعث علیحدہ ہو چکی ہے۔ درخواست کنندہ کے خلاف اصل الزام یہ ہے کہ اس نے دو پوسٹر شائع کیئے۔ اولاً پی۔ اے اگزبٹ جو مورخہ 29 جون 37ء کو شائع ہوا اور ثانیاً اگزبٹ پی۔ جی جو 13 جولائی 37ء کو شائع کیا گیا۔ ان پوسٹروں کے ذریعے درخواست کنندہ نے اپنا مافی الضمیر

اگزبٹ بیان کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ پوسٹر بجائے خود قابل اعتراض نہیں ہیں۔ مدعی نے پی۔ جی میں سے ایک پیرا کی بناء پر اپنا دعویٰ قائم کیا ہے جو اس طرح شروع ہوتا ہے:

''میرے عزیز ؤ میرے بزرگو! آپ نے اپنے ایک بے قصور بھائی' ہاں اس بھائی کو جو محض آپ لوگوں کو ایک خطرناک ظلم کے پنجہ سے چھڑانے کے لیے اپنی عزت' اپنے مال' اپنے ذریعہ معاش اور اپنے آرام کو قربان کر دیا ہے......

مدعی کا دارومدار ایک اور پیرا بھی ہے جس کا خلاصہ یوں دیا جا سکتا ہے کہ موجودہ خلیفہ میں ایسے سخت عیوب ہیں کہ اسے معزول کرنا ضروری ہے اور میں نے اپنے آپ کو جماعت سے اس لیے علیحدہ کیا ہے تاکہ میں ایک نئے خلیفہ کے انتخاب کے لیے جدوجہد کر سکوں۔''

میری رائے میں متذکرہ بالا قسم کے بیانات بجائے خود ایسے نہیں ہیں کہ ان کی بناء پر کسی شخص کی حفظ امن کی ضمانت طلب کی جائے۔ مگر عدالت میں درخواست کنندہ نے ایک تحریری بیان دیا ہے' جس کے دوران میں اس نے کہا ہے:

''موجودہ خلیفہ سخت بدچلن ہے۔ یہ تقدس کے پردہ میں عورتوں کا شکار کھیلتا ہے۔ اس کام کے لیے اس نے بعض مردوں اور بعض عورتوں کو بطور ایجنٹ رکھا ہوا ہے۔ ان کے ذریعہ یہ معصوم لڑکیوں اور لڑکوں کو قابو کرتا ہے۔ اس نے ایک سوسائٹی بنائی ہوئی ہے جس میں مرد اور عورتیں شامل ہیں اور اس سوسائٹی میں زنا ہوتا ہے۔''

درخواست کنندہ نے آگے چل کر بیان کیا ہے کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ قوم کو اس قسم کے گندے شخص سے آزاد کرائے۔

اب اگر پوسٹر کو جس کا خلاصہ میں نے اوپر بیان کیا ہے۔ درخواست کنندہ کے اس بیان کی روشنی میں جو اس نے عدالت میں دیا ہے' پڑھا جائے۔ جیسا کہ بہت سے پڑھنے والے ایسا کریں گے تو ان کا رنگ کچھ اور ہی ہو جائے گا اور میری رائے میں یہ امر قابل اعتراض ہو جاتا اور حفظ امن کی ضمانت طلبی کا متقاضی ہے۔

اس خطبہ میں خلیفہ نے جماعت سے علیحدہ ہونے والوں شخصوں پر حملے کئے ہیں اور ایسے الفاظ ان کی نسبت استعمال کئے ہیں جن کی نسبت میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ وہ منحوس Unfortunate اور افسوسناک تھے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فخرالدین نے جو اس انجمن کا سیکرٹری تھا' جس کے صدر شیخ عبدالرحمٰن

مصری ہیں' ان کا جواب لکھا جس میں اس نے یہ کہا۔ "اسی لیے تو ہم بار بار جماعت سے آزاد کمشن کا مطالبہ کرر ہے ہیں تاکہ اس کے روبرو تمام امور اور شہادتوں اور مخفی در مخفی حقائق پیش ہو کر اس قضیہ کا جلد فیصلہ ہو جائے کہ کس کا خاندان "فحاشی کا مرکز" بالفاظ دیگر وہ ہے جو خلیفہ نے بیان کیا۔"

اب اس بیان میں خلیفہ کے خطبہ کے بیان کی طرف اشارہ ہے جس میں اس نے اپنے دشمنوں اور نکتہ چین کے خاندانوں کے متعلق یہ کہا تھا کہ ان میں سے حیا اور پاکیزگی جاتی رہے گی اور وہ فحش کا اڈا بن جائیں گے۔ میری رائے میں فخر الدین کے اس پوسٹر کا مطلب صاف اور واضح ہے اور ایسا ہی قادیان میں اس کا مطلب سمجھا گیا۔ کیونکہ صرف دو دن بعد سات اگست کو ایک متعصب مذہبی مجنوں نے فخر الدین کو مہلک زخم لگایا۔

میاں محمد امین خان نے جو درخواست کنندہ کا وکیل ہے' اس امر پر زور دیا ہے کہ شیخ عبدالرحمٰن مصری اس آخری پوسٹر کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ واقعات یہ ہیں کہ انجمن ایک مختصر سی حیثیت رکھتی تھی جس کا صدر عبدالرحمٰن اور سیکرٹری فخر الدین تھے۔ اصل پوسٹر ہاتھ کا لکھا ہوا تھا جو اب دستیاب نہیں ہو سکتا۔ البتہ اس کی نقل ایک کانسٹیبل نے کی تھی۔ جس کا یہ بیان ہے کہ اس کے نیچے فخر الدین سیکرٹری مجلس احمدیہ کے دستخط تھے۔ مگر اس امر کے برخلاف فخر الدین کے لڑکے نے اصل مسودہ پیش کیا ہے جو اس کے باپ نے اس کی موجودگی میں لکھا تھا اور جس کے نیچے صرف اس قدر دستخط ہیں۔ فخر الدین ملتانی۔ میں کانسٹیبل کے بیان کو قابل قبول سمجھتا ہوں' کیونکہ اسے جھوٹ کہنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی جو وجہ صفائی کے گواہ میں پائی جاتی ہے یعنی یہ کہ اس کا مقصد اپنے لیڈر کو چھڑانا ہے۔

یہ امر کہ فخر الدین نے اصل مسودہ پر "سیکرٹری" کے الفاظ نہ لکھے تھے۔ ظاہر نہیں کرتا کہ صاف کردہ اور شائع کنندہ کاپی پر بھی یہ الفاظ نہیں لکھے گئے تھے۔ میری رائے میں شیخ عبدالرحمٰن پر بھی اس پوسٹر کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ خصوصاً اس بیان کے سامنے جو انہوں نے عدالت میں دیا ہے۔

ان حالات میں مقامی حکام نے شیخ عبدالرحمٰن کے برخلاف جو کچھ کارروائی حفظ امن کی ضمانت کی کی' وہ مناسب تھی۔

ایک ہزار روپیہ کی ضمانت کچھ بھاری ضمانت نہیں ہے اور یہ ضمانت دی جا چکی ہے اور نصف سے زائد عرصہ گزر بھی چکا ہے۔ لہٰذا درخواست مسترد کی جاتی ہے۔

دستخط

ایف ڈبلیو سکیمپ جج

(عدالت عالیہ ہائیکورٹ لاہور مورخہ 23 ستمبر 38ء)

(تاریخ محمودیت کے چند پوشیدہ اوراق از مظہر الدین ملتانی)

مرزائیوں کی روحانی شکارگاہ

عبدالرزاق مہتہ پاکستان بھر کے قادیانیوں میں ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ ان کے خاندان نے قادیانیت کے لیے سب کچھ قربان کر دیا۔ شب و روز قادیانیت کی خدمت میں جُت گئے۔ ان کی یہ قربانیاں رنگ لائیں اور وہ ''خاندان'' سے قریب تر ہوتے گئے۔ ان کے اخلاص میں حماقت کی حد تک اضافہ ہو گیا تو وہ مرزا محمود کی خلوتوں کے ساتھی بن گئے۔ مرزا محمود کی بیگمات و صاحبزادیوں سے گلچھڑے اڑانے اور احمدیت کی برکات کے ترانے گاتے رہے۔ ایک مرتبہ خود خلیفہ جی سے سدومیت کا بدلیثی شوق بھی فرمایا۔ فوٹو گرافی کے رسیا ہونے کی وجہ سے انہوں نے ''اجنتا'' اور ''ایلورا'' کے غاروں کے مناظر کو کیمرے کی گرفت میں لے کر ہمیشہ کے لیے انہیں محفوظ کر لیا اور خود غیر محفوظ ہو گئے۔ مگر ان کی ہمت مردانہ پر قربان جائیے کہ یہ سب دیکھنے' کرنے اور کرانے کے باوجود بھی احمدیت کی صداقت پر ان کا ایمان متزلزل نہیں ہوا۔ ان رنگین تصویروں اور سنگین لمحات کی یادوں کو ان سے واپس حاصل کرنے کے لیے ان کے گھر پر متعدد بار شب خون مارا گیا' حملے کرائے گئے' تلاشی لی گئی۔ ان مظالم سے عاجز آ کر انہوں نے جماعت کے سربراہ کو خط لکھا کہ مجھے ان کے مظالم سے نجات دلوائی جائے۔ اس درخواست میں مظالم کے جو اسباب اور واقعات بیان کئے' انہیں پڑھ کر ایک شریف النفس انسان لرزہ براندام ہو جاتا ہے۔ عصمت و عفت کا بازیچہ اطفال بنانے میں مرزائیت نے ایک ایسا ریکارڈ قائم کیا ہے جسے بڑے سے بڑا بدکار بھی نہیں توڑ سکتا۔ خود مصنف کا بیان ہے کہ مرزا محمود نے میرے ساتھ مل کر اپنی لڑکی کو ہوس کا نشانہ بنایا۔ الف ننگے ایک چارپائی پر باہم دیگر تینوں ''مصروف بکار خاص'' تھے کہ موذن نے نماز کے لیے بلایا اسی حالت میں غسل و وضو تو در کنار کسی عضو کو دھوئے بغیر مصلٰی پر چڑھ گئے اور پھر پھرتی میں واپس آ کر بیٹی کے سینے پر سوار ہو گئے۔ لعنت ہو قادیانیت پر۔

مرزائیت ایسی گندگی ہے جسے صاف کرنا چاہیں تو اس گندگی کا وجود پانی پڑنے سے ختم

ہوتا جائے گا مگر یہ پاک نہ ہوگی۔اسے پاک کرنے والوں کو کبھی نہ بھولنا چاہیے کہ اسے ختم کر دینا ہی اصل اس کا علاج ہے۔

(37)

2-ایک خاندان کی بیماری' دوسرے خاندان میں (یعنی اولاد وغیرہ) میں آ جاتی سُنی ہوگی۔دودھ کو ایک دفعہ جاگ لگا دی جائے تو پھر وہی جاگ کام آتی رہتی ہے۔بعینہ اسی طرح اب یہ جاگ آخر (یعنی عیاشیوں کی رنگ رلیاں) انہی مغلیہ خاندان کی نسل ہوتے اس خاندان میں بھی لگنی ضروری تھی' سو لگی اور خوب لگی اور غالباً ان کی طرز عیاشیوں کو بھی مات کر دیا ہوگا۔

جناب سیکرٹری صاحب ہوشیار باش جاگتے رہیے نظارہ جلوہ قریب آرہا ہے۔دل مضبوط کر لیجئے۔ہوش وحواس قائم رکھیے گا۔قادیان کے عوام ہماری اس خاندان سے وابستگی چولی دامن کا ساتھ سمجھتے تھے۔ایک دن ہوتا کیا ہے غور فرمائیے گا۔حضرت خلیفہ ثانی حکم فرماتے ہیں عشاء کے بعد ام طاہر کے صحن والی سیڑھیوں کی طرف سے آنا۔چنانچہ حاضر ہو کر دستک دی۔حضور خود دروازہ کھول کر اپنے ساتھ صحن میں لے گیا۔کیا دیکھتا ہوں کہ دو بڑی چارپائیاں ہیں جن پر بستر لگے ہیں جن کی پوزیشن یوں تھی۔سرہانہ شمال قبلہ رخ والی چارپائی کے پاس لے جا کر اس پر بیٹھنے کا حکم دیا تو دوسری پر حضور لیٹ گئے۔مقام خلیفہ کے تقدس کے خیال سے کبھی برابری میں بیٹھنے کا وہم وخیال بھی نہ ہوتا تھا۔اسی شش وپنج میں حیران پریشان کھڑا بت بنا رہا۔الٰہی کیا شامت اعمال ہے' کیا مصیبت آنے والی ہے۔اتنے میں حضور تشریف لائے۔پکڑ کر بٹھاتے ہوئے فرمایا فکر نہ کرو' شرماؤ نہیں۔جس کے چند ہی سیکنڈ بعد چارپائی پر بچھی چادر کے نیچے سے کچھ حرکت معلوم ہوئی۔سکڑا' سنبھلا کہ ایک چٹکی پیٹھ پر کٹتی ہے۔گھبرایا ہوش وحواس گم ہی تھے کہ اب چادر کے نیچے سے کوئی ذرا زیادہ ہلتا معلوم ہوا۔دراصل کروٹ لی گئی تھی۔کروٹ لیتے پھر دو چار چٹکیاں کٹتی ہیں۔میں پھر بھی دم بکم بنا بیٹھا تھا کہ پھر حضور آئے شرماؤ نہیں' لیٹ جاؤ فرماتے چادر کے اندر منہ کر کے اس صاحبہ سے کچھ کہا جس نے نصف اٹھتے ہوئے اپنے بازو میری کمر کے گرد حمائل کرتے کھینچ کر اپنے اوپر لٹا لیا' اس کھینچنے کے نتیجے میں سر ہاتھ اچانک جو اس جسم نفیس پر لگے تو حیرانی ہوئی کہ محترمہ الف ننگی پڑی ہیں۔ادھر میں بے حس وحرکت پتھر بنا پڑا تھا' مجھے علم نہ ہو سکا کس وقت میرے بھی کپڑے اتار پھینکے اور کیسے پوری طرح کرتے اپنے اوپر لٹانے لگیں' بدمستی کی

شرارتیں کرتے۔ ''آخر جیت ان کی ہوئی ہار میری'' گویا ان ٹرینڈ کو ٹرینڈ کر کے مستقل ممبر سر روحانی (یہ نام میرا دیا ہوا ہے) کا اعزاز بخشا گیا۔ ہاں یہ صاحبہ آخر کون تھیں آپ جستجو تو ضرور کر رہے ہوں گے، لیکن فی الحال بغیر نام بتائے اتنا عرض کئے دیتا ہوں کہ وہ صاحبہ حضور خلیفہ ثانی کی بیٹی صاحبہ تھیں۔ بس پھر کیا تھا پانچوں گھی میں سر کڑاہی میں والا معاملہ۔ آئے دن بلاوے دن ہو یا رات دفتر یا چوکیدار کی گو پہلے بھی روک ٹوک نہ تھی مگر اب تو بالکل ہی ختم سید ھے اوپر بیٹیوں سے بڑھتے اب بیگمات کے پیش ہونے یا کیئے جانے لگے۔ پہلے پہل تو گھروں میں پھر قصر خلافت کے ایک کمرہ ملحقہ باتھ روم جو دراصل مستقل واد عیش کی رنگ رلیوں کے لیے مخصوص فرمایا ہوا تھا۔ جہاں بیک وقت ایک ہی بیٹی اور یا بیگم صاحبہ سے خود بھی اکثر شریک رنگ رلیاں ہو جاتے گویا تینوں ایک ہی چارپائی پر پڑے محو مستیاں ہوتے (محترم سیکرٹری صاحب امور عامہ اسلام میں پردہ کا حکم سخت بتایا جاتا ہے۔ لیکن یہاں دیکھتے ہیں کہ آپ کا امور عامہ' خلیفہ کے اس پردہ زادہ پر کیا نوٹس لیتا ہے' کونسی جماعت سے خارج کرتا ہے) خیر یہ آپ کی دردسری ہے۔

ناراض تو نہیں ہو گئے ابھی تو ابتدائے عشق ہے آگے دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ بقول کہاوت ''پانہ ٹریا متھا سڑیا'' ابھی تو سنسنی خیز جلوؤں کی روشنائی ہونی باقی ہے لہٰذا دل قابو میں رکھئے جناب ہوشیار رہیں غور فرمائیں ایک عرصہ جب کہ ایک بیٹی سے دونوں ہی رنگ رلیاں مناتے محو مستیاں تھے کہ موذن نے آ کر نماز کی اطلاع دی مجھے یوں فرمایا تم مزے کرتے رہو' میں نماز پڑھا کر ابھی آیا۔ چنانچہ اسی حالت میں جب کہ پسینہ میں شرابور تھے' وضو تو درکنار اعضاء بھی نہ دھوئے نماز پڑھی اور سنتیں نوافل پھر بیٹی کے سینہ پر پڑے غرق عیش و عشرت ہو گئے۔ کیا خوب کہا ہے۔

''تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں''

(جس کسی نے بھی یہ کہا خوب باموقع اور غالباً انہی کی ذات مبارک کا نقشہ اللہ نے کھینچوایا ہے) مختصر کرنے کے لیے اللہ کو حاضر ناظر کرتے جن سے یہ رنگ رلیاں منائی منوائی گئیں فی الحال تعداد لکھ دیتا ہوں بوقت کارروائی اسمائے گرامی سے مطلع کروں گا۔ بیگمات تین' صاحبزادیاں بھی تین۔ ان دو صاحبزادیوں سے دو دو دفعہ ایک تو قریباً مستقل۔

یہاں لگے ہاتھوں ایک بیگم صاحبہ (بڑی) ام ناصر کی حسرت جو قبر میں ساتھ لے گئے یوں فرمایا دیکھو ام ناصر ہیں کہ یہ شریک محفل نہیں ہوتیں تبھی تو موٹی بھینس ہوتی جاتی ہیں اس کے مقابل غور فرمایا جائے۔ ام مظفر کو دیکھو کیسی خوبصورت نازک سی چلتی پھرتی ہیں کیونکہ یہ کرواتی رہتی

ہیں۔ گویا بھاوجوں کو بھی نہ بخشا گیا۔ یہ خیال ذہن نشین ہونا ضروری ہے جن سے یا صاحب مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہوا۔ وہ پاک وصاف ہیں اور الفاظ ”رنگ یا مطلب“ جس کی نسبت بیان کئے یا کہے گئے وہی تحریر ہذا کررہا ہوں۔ کسی کا بلاوجہ مبالغہ قطعاً قطعاً اشارہ بھی نہ کروں گا۔

انسان گنہگار ہے اور ضرور ہے لیکن حد سے تجاوز ارکان اسلام سے استہزا شاید کوئی نام کا مسلمان بھی نہ کرے گا۔ چہ جائیکہ جو خود کو مقام خلیفہ پر کھڑا کرے استغفر اللہ ربی جناب عالی یہ تو رہی نماز اور اس کا احترام اب ذرا اچھی طرح سے سنبھل کر اپنی غیرت کے جوش کو دبا کر قرآن پاک کی عظمت پر اس اولوالعزم خلیفہ کے اس چاند سے مکھڑے کی زبان مبارک سے ادا کئے ہوئے بولے ہوئے خواہ ایک دفعہ دوسرے کی نسبت کہ وہ یوں کہتا ہے اوّل تو اگر کسی نے ان کے سامنے کہے بھی تو غیرت کا تقاضا اس کو ڈانٹ تھا۔ چہ جائیکہ ان الفاظ کو اپنی زبان مبارک سے نہ صرف ایک دفعہ بلکہ ڈھٹائی کی حد یوں کہ پھر دوسری دفعہ وہی دہرائے جاتے ہیں۔ جناب عالی یقین جانیں ان کے لکھنے کی مجھ میں نہ ہمت نہ ہی سکت ہے سمجھانے کی کوشش کروں گا یوں کہا نعوذ باللہ نعوذ باللہ قرآن پاک کا نام لیتے ہیں میں اس کو اپنے...... پر مارتا ہوں اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ شرم کے مارے میری آنکھیں زمین میں گڑ گئیں۔ کاٹو تو جسم میں خون کا قطرہ نہیں۔ کیا یہی مقامِ خلیفہ ہے اور یہی وہ بلند بانگ پرچار ہے کہ ہم ہی میں جو خدمت قرآن فلاں فلاں زبانوں میں کررہے ہیں اور ادھر اسی قرآن پاک کی فضیلت وعظمت کا عمل بمحاورہ ”صورت مومناں کرتوت کافراں“ سے دیا جاتا ہے توبہ توبہ۔

یہ بھی بتائے جاؤں کہ یہ کس موڈ میں کہے گئے۔ ایک بیگم صاحبہ کو حضور کے ہر طرح کے قرب صلاح مشورے وغیرہ وغیرہ کی بنا پر چہیتی کہا جاتا اور مانا جاتا تھا اور اہل قادیان کی مستورات خصوصاً جانتی تھیں' بعد مناں نے رنگ رلیاں حضور کی خوشنودی کے لیے کھڑے محوگفتگو تھے کہ ان بیگم صاحبہ نے مجھے اپنے سینہ سے لگاتے ہوئے کہا ”آپ مجھے اپنی چہیتی کہتے ہیں' یہ میرا چہیتا ہے“ باموقع خوب مذاق ہوا جس میں نعوذ باللہ وہ الفاظ دو مرتبہ کہے گئے۔ یہ الفاظ پنجابی میں نام لیتے کہے گئے جو ان کی خلافت کی جیتی جاگتی حقیقت واصلیت اسلام اور رسول مقبول ﷺ سے وابستگی کی نمایاں جھلک دیتی ہے۔ اب ان کی اصلیت ضمیر کی نصیحت ووصیت بھی لگے ہاتھوں ملاحظہ فرما ہی لیجئے۔ فرمایا۔

”میں نے تمام بچوں کو کہہ دیا ہوا ہے کہ جس کے اولاد نہ ہو' ایک دوسرے سے کرلی

جائے۔ سبحان اللہ کیا یہ نصیحت ووصیت خلیفہ کو زیب دیتی ہے۔ گویا اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ یہ رنگ رلیاں صرف حضور کی ذات مبارک تک ہی محدود نہیں بلکہ کل اولاد کیا لڑکے اور کیا لڑکیاں جن کو پہلے ہی استعمال کرنا کرانا شروع کر دیا ہوا ہے' تو بھلا اس صورت میں لڑکے کہاں متقی و پرہیز گار ہو سکتے ہیں۔ تبھی تو یہ رونا حق بجانب ہے کہ ماؤں' بہنوں' بیٹیوں' بھاوجوں کی عزت و ناموس ہر وقت خطرے میں ہے۔ اب ان ملفوظات میں سے ایک اور فرمان ملاحظہ فرما لیا جائے۔

فرمایا لوگ باہر سے تبرک کے لیے اپنی بیویاں' بیٹیاں' بہویں' بھیجتے رہتے ہیں لیکن پھر بھی جنون عشق بازی سے تسلی نہیں ہوتی۔ مجبوراً پنجابی کہاوت ''جنے لائی لوئی' کرے کی کوئی'' کے مطابق بے شرموں کے ساتھ بے شرم ہونا ہی پڑے گا۔ مجبوراً حقیقت حال بیان کرنا پڑے گی۔ وہ یہ کہ لونڈے بازی کروانے کا بھی شوق باقی تھا۔ چنانچہ یہ چکر میرے ساتھ بھی ہو چکا ہے لیکن چونکہ مجھے اس قبیح عادت سے نفرت تھی مجبوراً خود ہی کروٹ لیتے' اعضاء پکڑ کے اپنے میں ڈالنے کی ناکام عیاشی۔ تو اس پر ایک دفعہ یوں فرمایا کہ خلیفہ صلاح الدین کا (جو رشتہ میں سالا تھا)......(وہی پنجابی لفظ اعضاء) کتنا موٹا اور لمبا ہے۔ اب اس سے غور کریں کہ ان کی عادات رنگ رلیاں اور عشق مزاجی میرے اس لفظ ممبر محفل میر روحانی سے بالکل صحیح اور سچ ثابت ہو گیا' ابھی اور بھی ممبر اور ممبرات محفل میں جن کی تعداد جو میرے علم میں ہے' پندرہ بیس ہے اور ان سے آگے جاگ لازمی لگے گی' جاگ کا کام ہی یہی ہے۔ اب واقعات کرسچین استانیوں کے' ایک کا ذکر لاہور کے اخبارات میں ہوا۔ خبر یوں لگی کہ ''مرزا قادیانی ہوٹل سے ایک لڑکی لے اڑے'' یہ برگنزا ہوٹل لاہور کا واقعہ ہے۔ ایک دوسرے کو بھیجنے پر ناکامی کے بعد مجھے حکم ملا۔ بعد کامیابی شاباش ملی۔ الغرض اسے لے کر سینما جو ملکہ کے بت کے پاس ریڈ کراس آفس کے بالمقابل ہے (پلازہ سینما ناقل) مع عملہ گئے' انٹرول کے قریب یکدم بھاگم بھاگ کاروں میں بیٹھ یہ جا وہ جا۔ بعد میں علم ہوا کہ کیبن میں یہ کرسچین لڑکی بغل میں لیے ہوئے پیار وغیرہ کرتے تھے۔ باہر سے کسی کی نظر کا نظارہ ہو گیا گویا نام کو استانی اندر خانہ عیاشی۔ اب یہاں اصل معاملہ یوں بیٹھتا ہے کہ قادیان پہنچ کر سینما بینی میں کل دنیا جہان کی خرابیاں گنوائیں۔ خطبہ جمعہ کے سٹیج سے اخبارات' رسائل' تقاریر کے ذریعہ سینما بینی سے سختی سے منع فرمایا جاتا ہے مگر اس سے پہلے جب بھی لاہور گئے سینما ضرور دیکھا جاتا' آیا خیال شریف میں۔

جناب سیکرٹری صاحب امور عامہ معلوم ہوتا ہے سینما بینی سختی سے منع ہونے پر آپ کا

حلق خشک ہوگیا ہے۔ فکر نہ کریں میرے پاس تری کا بھی سامان موجود ہے۔ سو محترم من وہ یوں قادیان سے کار لاہور جاتی' وہاں سے محترم شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ بعد جج کے ذریعہ شراب کار کی پچھلی سیٹ کے نیچے چھپا کر لائی جاتی تا کہ عیاشی میں کوئی کمی نہ رہ سکے (حلق ٹھیک ہوگیا ہوگا) مگر صاحب میں معافی چاہوں گا اور لکھا تو ''وجہ مظالم'' تھا لیکن مظالم کی بجائے عیاشیوں کی داستانوں میں پڑ گئے مگر جناب مجبور ہوا تھا سو چلئے میرے ساتھ قصر خلافت کے اس مخصوص کمرہ رنگینیوں میں جسے اس اولوالعزم خلیفہ نے مغلوں کی عیاشیوں کا گہوارہ بنا رکھا تھا۔ ملاحظہ ہو بحیثیت فن فوٹو گرافی ایسے ایسے رنگین نظاروں سے بھلا نظر کیونکر چوک سکتی تھی۔ لہٰذا ہر ہی پہلو سے اچھی طرح محظوظ ہوئے۔ بس اور بس یہی 42 سالہ وجہ مظالم ہے جن کی تلاش کے لیے چوریاں خانہ تلاشیاں تالے ڈکٹیٹری میں توڑے تڑوائے گئے۔ سر توڑ کوشش فرماتے' ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ناکام ونامراد ہوتے ذلت کے اتھاہ گڑھے میں ڈبکیاں ہی کھاتے رہے۔ اب جب کہ خاموش بیٹھے بھی صبر نہ آیا مجبور کر دیا ''تم صبر کرو وقت آنے دو'' سو وقت آ گیا ہے ڈبکیوں کی بجائے ڈوبنے کا۔ بھلا ان عقل کے اندھوں سے کوئی پوچھے ایسی ایسی رنگینیوں کی تصاویر بھلا کوئی گھروں میں رکھتا ہے۔ خصوصاً جب کہ تلاش میں ہر قسم ذلالت کے حربے استعمال کئے کروائے جاتے ہوں اب وقت آیا ہے ان کے منظر عام پر لانے کا جو پیش کئے جائیں گے تا کہ ان کی عیاشیوں کو حقیقی رنگ میں ننگا کرنے کے لیے بوقت کارروائی ممد ومعاون ہوں۔''

(مرزائیوں کی روحانی شکارگاہ' ص 21 تا 30' از عبدالرزاق مہتہ قادیانی)

(38) بے نقاب

مرزا بشیر الدین محمود کا اپنا ایک شعر ہے جس میں اس نے مندرجہ بالا برائیوں کا اقبال جرم کرتے ہوئے کہا:

''کیا بتاؤں کس قدر کمزوریوں میں ہوں پھنسا
سب جہاں بیزار ہو جائے جو ہوں میں بے نقاب''

(کلام محمود از مرزا بشیر الدین محمود ص 78)

(نقل ٹائیٹل طبع اوّل)

+ بغیر دستخط مہتمم کتب خانہ کے کتاب مسروقہ سمجھی جاویگی +

قد فرغنا من الرّدّ علٰی قومٍ یسمّون آریہ فالحمد للّٰہ ربّ العٰلمین

انّا اذا نزلنا بساحۃ قومٍ فساء صباح المنذرین

(ترجمہ)

ہم آریوں کا رد لکھنے سے فراغت کر چکے سو اس خدا کو سب تعریف ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔
ہم جب ایک قوم پر چڑھائی کرتے ہیں اور اُنکے صحن میں اُترتے ہیں تو وہ صبح ان کی ایک بُری
صبح ہوتی ہے جو تباہی کی خبر دیتی ہے

یہ کتاب آریہ صاحبوں کے اس مضمون کے جواب میں ہے جسکو اُنہوں نے اپنے مذہبی جلسہ میں دسمبر ۱۹۰۷ء میں
بمواجہ چار سو معزز ہماری جماعت کے مسلمانوں کے خود اُنکو اپنے گھر میں بلا کر سنایا تھا جو ہمارے سید و مولیٰ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور دشنام دہی سے پُر تھا جس میں دین اسلام پر جا بجا توہین اور
ہنسی اور ٹھٹھا کیا گیا تھا اور نہایت شوخی سے گندی گالیاں دے کر اور بے جا تہمتیں ہمارے
مقدس ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لگا کر صدہا مسلمانوں کو خود مدعو کر کے نہایت دکھ
دیا تھا اور اس کتاب کا نام ہے

چشمۂ معرفت

از مؤلفات حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود

جو ۱۵؍ مئی ۱۹۰۸ء کو

مطبع انوار احمدیہ مشین پریس قادیان ضلع گورداسپور میں طبع ہوئی

باہتمام شیخ یعقوب علی تراب مینیجر

۵۰۰ جلد بجار قیمت فی جلد ۱۲؍ اور قیمت مجلد تین روپے

صفحہ ۱۰۶

تو مناسب تھا کہ وہ اس بحث میں اپنے تئیں نہ ڈالتے اور چپ ہی رہتے اور خواہ نخواہ اپنے موجودہ وید کی پردہ دری نہ کراتے۔ جو کچھ وید نے اپنا فلسفہ اور علم طبعی ظاہر کیا ہے وہ یہی ہے کہ ہندوؤں کے پرمیشر کو ایک انسان کا فرزند قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اندر آریوں کا پرمیشر کشلیا کا بیٹا ہے۔
اور نیز یہ کہ عناصر اور اجرام سماویہ سب پرمیشر ہی ہیں اور نیز وہ تعلیم دیتا ہے کہ ان تمام چیزوں سے مرادیں مانگی جائیں اور نیز یہ تعلیم جو نہایت گندی اور قابل شرم تعلیم ہے یعنے یہ کہ پرمیشر ناف سے دس انگلی نیچے ہے (سمجھنے والے سمجھ لیں) ہم یہ نہیں کہتے کہ کسی پہلے زمانہ میں یہی وید تھا۔ بلکہ ہماری رائے یہ ہے کہ یہ ایک محرّف مبدّل کتاب ہے کچھ تو باعتبار الفاظ کے اور کچھ باعتبار معنوں کے۔ اور ہمارے نزدیک ممکن اور اغلب ہے کہ کوئی اصل کتاب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوگی پھر کچھ کم کی گئی ہے اور کچھ زیادہ کی گئی۔ اور صورت بدلائی گئی ہے اور موجودہ وید بلاشبہ ایک گمراہ کرنیوالی کتاب ہے۔ جس میں پرمیشر کا کچھ بھی پتہ نہیں لگتا اور اس قدر مخلوق چیزوں کی اس میں پرستش کی تعلیم ہے کہ گویا وہ مخلوق پرستی کی ایک دوکان ہے پس جس جگہ ہم وید پر کوئی حملہ کرتے ہیں یا اُسکی تکذیب کے دلائل پیش کرتے ہیں اُس جگہ یہی موجودہ وید مراد ہے جو سراسر محرف مبدل ہے نہ وہ اصل وید جو کسی زمانہ میں خدا کی طرف سے آیا تھا اور ہم خدا کی تمام کتابوں پر ایمان لاتے ہیں اور ایسا ہی اُس وید پر جو کسی زمانہ میں ملک ہند کے کسی نبی پر نازل ہوا ہوگا مگر موجودہ وید کی نسبت ہم اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں کہہ سکتے کہ جس قدر گندے فرقے مخلوق پرستوں کے اس ملک میں پھیلے ہوئے ہیں یہ سب وید کی ہی مہربانی ہے اور انسانی پاکیزگی کی نسبت جو کچھ وید نے سکھایا ہے اس کا عمدہ نمونہ نیوگ ہے۔ یہ نیوگ کی ہی پاک کارروائیوں میں سے ہے کہ آریہ قوم میں اس بات کا ثبوت ملنا مشکل ہے کہ کون آریہ صاحب اصل باپ کے نطفہ میں سے ہے۔ اور کون آریہ

آریہ دھرم

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں حکیم فضل دین کے اہتمام سے چھپ کر شائع ہوا

حوالہ نمبر 2

ایک† معزز آریہ کے گھر میں اولاد نہیں ہوتی دوسری شادی کر نہیں سکتا کہ وید کی رو سے حرام ہے آخر نیوگ کی ٹھہرتی ہے یار دوست مشورہ دیتے ہیں کہ لالہ صاحب نیوگ کرائیے اولاد بہت ہو جائیگی ایک بول اُٹھتا ہے کہ مہر سنگھ جو اسی محلہ میں رہتا ہے اس کام کے بہت لائق ہے لالہ بہاری لال نے اُس سے نیوگ کرایا تھا لڑکا پیدا ہو گیا۔ یہ لالہ لڑکا پیدا ہونے کا نام سُنکر باغ باغ ہو گیا۔ بولا مہاراج آپ ہی نے سب کام کرنے ہیں میں تو مہر سنگھ کا واقف بھی نہیں۔ مہاراج شریف النفس بولے کہ ہاں ہم سمجھا دیں گے رات کو آجائے گا۔ مہر سنگھ کو خبر دی گئی وہ محلہ میں ایک مشہور قمار باز اول نمبر کا بدمعاش اور حرامکار تھا سنتے ہی بہت خوش ہو گیا اور انہیں کاموں کو وہ چاہتا تھا پھر اس سے زیادہ اُس کو کیا چاہیئے تھا۔ ایک نوجوان عورت اور پھر خوبصورت شام ہوتے ہی آموجود ہوا۔ لالہ صاحب نے پہلے ہی دلالہ عورتوں کی طرح ایک کوٹھری میں نرم بستر بچھوا رکھا تھا اور کچھ دودھ اور حلوا بھی دو برتنوں میں سرہانے کی طاق میں رکھوا دیا تھا تاکہ بیجدانا کو ضعف ہو تو کھا پی لیوے۔ پھر کیا تھا آتے ہی بیرج دانک نے لالہ رتھوٹ کے نام و ناموس کا شیشہ توڑ دیا اور وہ بدبخت عورت تمام رات اُس سے منہ کالا کراتی رہی اور اس پلید نے جو شہوت کا مارا تھا نہایت قابل شرم اس عورت سے حرکتیں کیں اور لالہ باہر کے دالان میں سوئے اور تمام رات اپنے کانوں سے بیحیائی کی باتیں سنتے رہے بلکہ تختوں کی درازوں سے مشاہدہ بھی کرتے رہے۔ صبح وہ خبیث اچھی طرح لالہ کی ناک کاٹ کر کوٹھری سے باہر نکلا لالہ تو منتظر ہی تھے دیکھ کر اُس کی طرف دوڑے اور بڑے ادب سے اس پلید بدمعاش کو کہا سردار صاحب رات کیا کیفیت گذری اُس نے مسکرا کر مبارک باد دی اور اشاروں میں جتا دیا کہ حمل ٹھہر گیا لالہ رتھوٹ سُنکر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ مجھے تو اسی دن سے آپ پر یقین ہو گیا تھا جبکہ میں نے بہاری لال کے گھر کی کیفیت سُنی تھی اور پھر کہا وید حقیقت میں ودیا سے بھرا ہوا ہے کیا عمدہ تدبیر لکھی ہے جو خطا نہ گئی۔ مہر سنگھ نے کہا کہ ہاں لالہ صاحب سب سچ ہے کیا وید کی آگیا بھی خطا بھی جاتی ہے میں تو انہی باتوں کے خیال سے وید کو ست ودیاؤں کا پستک مانتا ہوں۔ اور در اصل مہر سنگھ ایک شہوت پرست آدمی تھا۔ اُس کو کسی وید شاستر اور شرتی شلوک کی پرواہ نہ تھی اور نہ اُن

† نوٹ یہ قصہ جو ہم نے لکھا ہو فرضی نہیں مگر ہم نہیں چاہتے کہ کسی کی پردہ دری کریں اس لئے ہم نے ناموں کو کسی قدر بدلا کر لکھ دیا ہے۔ منہ

پر کچھ اعتقاد رکھتا تھا اُس نے صرف لالہ دیوث کی حماقت کی باتیں سنکر اُس کے خوش کرنے کے لئے ہاں
میں ہاں ملا دی مگر اپنے دل میں بہت ہنسا کہ اس دیوث کی پُتر لینے کے لئے کہاں تک نوبت پہنچ گئی
پھر اس کے بعد مہر سنگھ تو رخصت ہوا اور لالہ گھر کی طرف خوش خوش آیا اور اُسے یقین تھا کہ اُس کی
استری رام دئی بہت ہی خوشی کی حالت میں ہوگی کیونکہ مراد پوری ہوئی۔ لیکن اُس نے اپنے گمان کے
برخلاف اپنی عورت کو روتے پایا اور اس کو دیکھ کر تو وہ بہت ہی روئی یہانتک کہ چیخیں نکل گئیں۔
اور ہچکی آنی شروع ہوئی۔ لالہ نے حیران سا ہو کر اپنی عورت کو کہا کہ "ہے بھاگوان آج تو خوشی کا دن
ہے کہ دل کی مرادیں پوری ہوئیں اور بیج ٹھہر گیا پھر تو روتی کیوں ہے؟ وہ بولی میں کیوں نہ روؤں تو نے
سارے کنبے میں میری مٹی پلید کی اور اپنی ناک کاٹ ڈالی اور ساتھ ہی میری بھی اس سے بہتر تھا کہ
میں پہلے ہی مر جاتی۔ لالہ دیوث بولا کہ یہ سب کچھ ہوا مگر اب بچہ ہونے کی بھی کس قدر خوشی ہوگی وہ
خوشیاں بھی تو تو ہی کرے گی مگر رام دئی شاید کوئی نیک اصل کی تھی اُس نے ترت جواب دیا کہ حرام
کے بچہ پر کوئی حرام کا ہی ہو تو خوشی منادے۔ لالہ تیز ہو کر بولا کہ ہے ہے کیا کہدیا یہ تو وید آگیا ہے
عورت کو یہ بات سُن کر آگ لگ گئی بولی میں نہیں سمجھ سکتی کہ یہ کیسا وید ہے جو بدکاری سکھلاتا اور زنا
کاری کی تعلیم دیتا ہے یُوں تو دُنیا کے مذاہب ہزاروں باتوں میں اختلاف رکھتے ہیں مگر کبھی نہیں سُنا
کہ کسی مذہب نے وید کے سوا یہ تعلیم بھی دی ہو کہ اپنی پاک دامن عورتوں کو دوسروں سے ہمبستر کراؤ۔ آخر
مذہب پاکیزگی سکھلانے کے لئے ہوتا ہے نہ بدکاری اور حرامکاری میں ترقی دینے کے لئے۔ جب
رام دئی یہ سب باتیں کہہ چکی تو لالہ نے کہا کہ چُپ رہو اب جو ہوا سو ہوا۔ ایسا نہ ہو کہ شریک سُنیں اور
میرا ناک کاٹیں۔ رام دئی نے کہا کہ اے بیجیا کیا ابھی تک تیرا ناک تیرے مُنہہ پر باقی ہے ساری رات
تیرے شریک نے جو تیرا ہمسایہ اور تیرا پکا دشمن ہے تیری سہردوں کی بیاہتا اور عزت کے خاندان والی
سے تیرے ہی بستر پر چڑھ کر تیرے ہی گھر میں خرابی کی اور ہر یک ناپاک حرکت کے وقت جتا بھی دیا کہ
میں نے خوب بدلا لیا۔ سو کیا اس بے غیرتی کے بعد بھی تو جیتا ہے۔ کاش تو اس سے پہلے ہی مرا ہوتا۔
اب وہ شریک اور پھر دشمن باتیں بنانے اور ٹھٹھا کرنے سے کب باز رہے گا بلکہ وہ تو کہہ گیا ہے

کہ میں اس فتح عظیم کو چھپا نہیں سکتا کہ جو آج وساوامل کے مقابل پر مجھے حاصل ہوئی۔ میں ضرور رام دئی کا سارا نقشہ محلہ کے لوگوں پر ظاہر کروں گا سو یاد رکھ کہ وہ ہر یک مجلس میں تیرا ناک کاٹے گا اور ہر یک لڑائی میں یہ قصہ تجھے جتائے گا اور اُس سے کچھ تعجب نہیں کہ وہ دعوے کر دے کہ رام دئی میری ہی عورت ہے کیونکہ وہ اشارہ سے یہ کہہ بھی گیا ہے کہ آئندہ بھی میں تجھے کبھی نہیں چھوڑونگا لالہ ودیوٹ نے کہا کہ نکاح کا دعویٰ ثابت ہونا تو مشکل ہے البتہ یارانہ کا اظہار کرے تو کرے تا ہماری اور بھی رسوائی ہو بہتر تو یہ ہے کہ ہم دیش ہی چھوڑ دیں۔ بیٹا ہونے کا خیال تھا وہ تو ایشر نے دے ہی دیا بیٹے کا نام سُنکر عورت زہر خندہ ہنسی اور کہا کہ تجھے کس طرح اور کیونکر یقین ہوا کہ ضرور بیٹا ہوگا اول تو بیٹا ہونے میں ہی شک ہے اور پھر اگر ہو بھی تو اس بات پر کوئی دلیل نہیں کہ لڑکا ہی ہوگا کیا بیٹا ہونا کسی کے اختیار میں رکھا ہے کیا ممکن نہیں کہ حمل ہی خطا جائے یا لڑکی پیدا ہو لالہ دیُوث بولے کہ اگر حمل خطا گیا تو میں کھڑک سنگھ کو جو اسی محلہ میں رہتا ہے نیوگ کے لئے بلا لاؤں گا عورت نہایت غصہ سے بولی کہ اگر کھڑک سنگھ بھی کچھ نہ کر سکا تو پھر کیا کریگا لالہ بولا کہ تو جانتی ہے کہ نرائن سنگھ بھی بل دونوں سے کم نہیں اس کو بلا لاؤں گا۔ پھر اگر ضرورت پڑی تو جیمل سنگھ۔ لہنا سنگھ۔ بوڑ سنگھ۔ جیون سنگھ صوبا سنگھ۔ خزان سنگھ۔ سار جن سنگھ۔ رام سنگھ۔ کشن سنگھ۔ دیال سنگھ سب اس محلہ میں رہتے ہیں اور زور اور قوت میں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں میرے کہنے پر سب حاضر ہو سکتے ہیں عورت بولی کہ میں اس سے بہتر تجھے صلاح دیتی ہوں کہ مجھے بازار میں ہی بٹھا دے تب دس بیس کیا ہزاروں لاکھوں آ سکتے ہیں منہ کالا جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا مگر یاد رکھ کہ بیٹا ہونا پھر بھی اپنے بس میں نہیں اور اگر ہوا بھی تو تجھے اُس سے کیا جس کا وہ نطفہ ہے آخر وہ اُسی کا ہوگا اور اُسی کی خو بو لائے گا کیونکہ درحقیقت وہ اُسی کا بیٹا ہے اس کے بعد رام دئی نے کچھ سوچ کر پھر رونا شروع کیا اور دُور دُور تک آواز گئی اور آواز سُن کر ایک پنڈت نہال چند نام دوڑا آیا اور آتے ہی کہا کہ لالہ سنگھ تو ہے یہ کیسی رونے کی آواز آئی۔ لالہ ناک کٹا چاہتا تو نہیں تھا کہ نہال چند کے آگے قصہ بیان کرے مگر اس خوف سے کہ رام دئی اس وقت غصہ میں ہے اگر میں بیان نہ کروں تو وہ ضرور بیان کر دے گی کچھ کھسیانا سا ہو کر زبان دبا کر

کہنے لگا کہ مہاراج آپ جانتے ہیں کہ وید میں وقت ضرورت نیوگ کیلئے آگیا ہے۔ سو میں نے بہت دنوں سوچ کر رات کو نیوگ کرایا تھا مجھ سے یہ غلطی ہوئی کہ میں نے نیوگ کے لئے مہر سنگھ کو بلالیا پیچھے معلوم ہوا کہ وہ میرے دشمن کرم سنگھ کا بیٹا اور نہایت شریر آدمی ہے وہ مجھے اور میری استری کو ضرور خراب کریگا اور وہ وعدہ کر گیا ہے کہ میں یہ ساری کیفیت خوب شایع کروں گا نہال چند بولا کہ درحقیقت بڑی غلطی ہوئی اور پھر بولا کہ وساوا مل تیری سمجھ پر نہایت ہی افسوس ہے کیا تجھے معلوم نہ تھا کہ نیوگ کے لئے پہلا حق برہمنوں کا ہے اور غالباً یہ بھی تجھ پر پوشیدہ نہیں ہوگا کہ اس محلہ کی تمام کھترانی عورتیں مجھ سے ہی نیوگ کراتی ہیں اور میں دن رات اسی سیوا میں لگا ہوا ہوں پھر اگر تجھے نیوگ کی ضرورت تھی تو مجھے بلا لیا ہوتا سب کام رستہ ہو جاتا اور کوئی بات نہ نکلتی اس محلہ میں ابتک تین ہزار کے قریب ہندو عورتوں نے نیوگ کرایا ہے مگر کیا کبھی تم نے اس کا ذکر بھی سُنا یہ پردہ کی باتیں ہیں سب کچھ ہوتا ہے پھر ذکر نہیں کیا جاتا لیکن مہر سنگھ تو ایسا نہیں کریگا ذرہ دو چار گھنٹوں تک دیکھنا کہ سارے شہر میں رام دئی کے نیوگ کا شور و غوغا ہوگا۔ لالہ دیوث بولا کہ درحقیقت مجھ سے سخت غلطی ہوئی اب کیا کروں۔ اس وقت شریر پنڈت نے جو باعث نہ ہونے رسم پردہ کے رام دئی کو دیکھ چکا تھا کہ جوان اور خوش شکل ہے نہایت بیحیائی کا جواب دیا کہ اگر اسی وقت رام دئی مجھ سے نیوگ کرے تو میں ذمہ وار ہوتا ہوں کہ مہر سنگھ کے فتنہ کو میں سنبھال لوں گا اور پہلا حمل ایک شکی بات ہے اب بہر حال یقینی ہو جائے گا تب وساوا مل دیوث تو اس بات پر بھی راضی ہو گیا مگر رام دئی نے سُنکر سخت گالیاں اُس کو نکالیں تب وساوا مل نے پنڈت کو کہا کہ مہاراج اس کا یہی حال ہے ہرگز نیوگ کرنا نہیں چاہتی پہلے بھی مشکل سے کرایا تھا جس کو یاد کر کے ابتک رو رہی ہے کہ میرا مُنہہ کالا کیا اسی سے تو اس نے چیخیں ماری تھیں جن کو آپ سُنکر دوڑے آئے تب وہ شہوت پرست پنڈت وساوا مل کی یہ بات سُن کر رام دئی کی طرف متوجہ ہوا اور کہا نہیں بھاگوان نیوگ کو برا نہیں ماننا چاہئیے یہ وید آگیا ہے مسلمان بھی تو عورتوں کو طلاق دیتے ہیں اور وہ عورتیں کسی دوسرے سے نکاح کر لیتی ہیں سو جیسے طلاق جیسے نیوگ بات ایک ہی ہے

B A C K

جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

آنانکہ بر دعاوی ما حملہ ہا کنند — وز راہ جہل عربدہ ہا برپا کنند

گر یک نظر کنند دریں نسخہ کتاب — ہست ایں یقیں کہ ترک ادعا دوا کنند

باور نمی کنم کہ نیایند عذر خواہ — ویں امر دیگر است کہ ترک حیا کنند

براہین احمدیہ

حصہ پنجم (۵)

ملقب

بالبراہین الاحمدیہ علی حقیّۃ کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیہ

مؤلفہ

حضرت اقدس مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام

حوالہ نمبر 3

کردہ ہیں اس لئے وہ باوجود اپنے طور کے وجد اور رقص اور اشعار خوانی اور سرود وغیرہ کے رحیم خدا کے تعلق سے سخت بے نصیب ہوتے ہیں اور اُس نطفہ کی طرح ہوتے ہیں جو آتشک کی بیماری یا جذام کے عارضہ سے جل جائے اور اس قابل نہ رہے کہ رحم اُس کی تعلق پکڑ سکے۔ پس رحم اور رحیم کا تعلق یا عدم تعلق ایک ہی بنا پر ہے صرف روحانی اور جسمانی عوارض کا فرق ہے۔ اور جیسا کہ نطفہ بعض اپنے ذاتی عوارض کی رُو سے اس لائق نہیں رہتا کہ رحم اس سے تعلق پکڑ سکے اور اس کو اپنی طرف کھینچ سکے ایسا ہی حالت خشوع جو نطفہ کے درجہ پر ہے بعض اپنے عوارض ذاتیہ کی وجہ سے جیسے تکبّر اور عُجب اور ریا یا اور کسی قسم کی ضلالت کی وجہ سے یا شرک سے اس لائق نہیں رہتی کہ رحیم خدا اس سے تعلق پکڑ سکے پس نطفہ کی طرح تمام فضیلت روحانی وجود کے اوّل مرتبہ کی جو حالت خشوع ہے رحیم خدا کے ساتھ حقیقی تعلق پیدا کرنے سے وابستہ ہے جیسا کہ تمام فضیلت نطفہ کی رحم کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے وابستہ ہے۔ پس اگر اس حالت خشوع کو اس رحیم خدا کے ساتھ حقیقی تعلق نہیں اور نہ حقیقی تعلق پیدا ہو سکتا ہے تو وہ حالت اس گندے نطفہ کی طرح ہے جس کو رحم کے ساتھ حقیقی تعلق پیدا نہیں ہو سکتا اور یاد رکھنا چاہیئے کہ نماز اور یاد الٰہی میں جو کبھی انسان کو حالتِ خشوع میسّر آتی ہے اور وجد اور ذوق پیدا ہو جاتا ہے یا لذّت محسوس ہوتی ہے یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اُس انسان کو رحیم خدا سے حقیقی تعلق ہے جیسا کہ اگر نطفہ اندام نہانی کے اندر داخل ہو جائے اور لذّت بھی محسوس ہو تو اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ اُس نطفہ کو رحم سے تعلق ہو گیا ہے بلکہ تعلق کے لئے علیحدہ آثار اور علامات ہیں۔ پس یاد الٰہی میں ذوق شوق جس کو دوسرے لفظوں میں حالتِ خشوع کہتے ہیں نطفہ کی اُس حالت سے مشابہ ہے جب وہ ایک صورتِ انزال پکڑ کر اندام نہانی کے اندر گر جاتا ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ وہ جسمانی عالم میں ایک کمال لذّت کا وقت ہوتا ہے لیکن تاہم فقط اُس قطرہ منی کا اندر گرنا اس بات کو مستلزم نہیں

حوالہ نمبر 4

BACK

کہ رحم سے اس نطفہ کا تعلق بھی ہو جائے اور وہ رحم کی طرف کھینچا جائے۔ پس ایسا ہی روحانی ذوق شوق اور حالتِ خشوع اس بات کو مستلزم نہیں کہ رحیم خدا سے ایسے شخص کا تعلق ہو جائے اور اس کی طرف کھینچا جائے بلکہ جیسا کہ نطفہ کبھی حرامکاری کے طور پر کسی رنڈی کے اندام نہانی میں پڑتا ہے تو اس میں بھی وہی لذّت نطفہ ڈالنے والے کو حاصل ہوتی ہے جیسا کہ اپنی بیوی کے ساتھ۔ پس ایسا ہی بُت پرستوں اور مخلوق پرستوں کا خشوع وخضوع اور حالتِ ذوق وشوق رنڈی بازوں سے مشابہ ہے یعنی خشوع اور خضوع مشرکوں اور ان لوگوں کا جو محض اغراض دنیویہ کی بنا پر خدا تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اس نطفہ سے مشابہت رکھتا ہے جو حرامکار عورتوں کے اندام نہانی میں جاکر باعثِ لذّت ہوتا ہے۔ بہرحال جیسا کہ نطفہ میں تعلّق پکڑنے کی استعداد ہے حالتِ خشوع میں بھی تعلّق پکڑنے کی استعداد ہے مگر صرف حالتِ خشوع اور رقّت اور سوز اس بات پر دلیل نہیں ہے کہ وہ تعلق ہو بھی گیا ہے جیسا کہ نطفہ کی صورت میں جو اس رُوحانی صورت کے مقابل پر ہے یہی مشاہدہ ظاہر کر رہا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے صحبت کرے اور منی عورت کے اندام نہانی میں داخل ہو جائے اور اس کو اس فعل سے کمال لذّت حاصل ہو تو یہ لذّت اس بات پر دلالت نہیں کریگی کہ حمل ضرور ہو گیا ہے۔ پس ایسا ہی خشوع اور سوز وگداز کی حالت گو وہ کیسی ہی لذت اور سرور کے ساتھ ہو خدا سے تعلق پکڑنے کیلئے کوئی لازمی علامت نہیں ہے + یعنی کسی شخص میں نماز اور یاد الٰہی کی حالت میں خشوع اور سوز و گداز اور گریہ وزاری پیدا ہونا قطعی طور پر اس بات کو

+ ابتدائی حالت میں خشوع اور رقّت کے ساتھ ہر طرح کے لغو کام جمع ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ بچّہ میں رونے کی عادت بہت ہوتی ہے اور بات بات میں رو پڑتا ہے اور خشوع اور انکسار اختیار کرتا ہے مگر باایں ہمہ بچپن کے زمانہ میں طبعاً انسان بہت سے لغویات میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور سب سے پہلے لغو باتوں اور لغو کاموں کی طرف ہی رغبت کرتا ہے اور اکثر لغو حرکات اور لغو طور پر کودنا اور اُچھلنا ہی اس کو پسند آتا ہے جس میں بسا اوقات اپنے جسم کو بھی کوئی صدمہ پہنچا دیتا ہے اس سے ظاہر ہے کہ انسان کی زندگی کی راہ میں فطرتاً پہلے لغویات ہی آتے ہیں اور بغیر اس مرتبہ کے طے کرنے کے دوسرے مرتبہ تک وہ پہنچ ہی نہیں سکتا۔ پس طبعاً پہلا زینہ بلوغ کا بچپن کے لغویات سے پرہیز کرنا ہے سو اس سے ثابت ہے کہ سب سے پہلا تعلق انسانی سرشت کو لغویات سے ہی ہوتا ہے۔ منہ

حوالہ نمبر 5

شعروں کے سننے اور سرود کی تاثیر سے رقص اور وجد اور گریہ وزاری شروع کر دیتے ہیں اور اپنے رنگ میں لذّت اُٹھاتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ ہم خدا کو مل گئے ہیں۔ مگر یہ لذّت اُس لذّت سے مشابہ ہے جو ایک زانی کو حرامکار عورت سے ہوتی ہے۔

اور پھر ایک اور مشابہت خشوع اور نطفہ میں ہے اور وہ یہ کہ جب ایک شخص کا نطفہ اس کی بیوی یا کسی اور عورت کے اندر داخل ہوتا ہے تو اس نطفہ کا اندام نہانی کے اندر داخل ہونا اور انزال کی صورت پکڑ کر رواں ہو جانا بعینہٖ رونے کی صورت پر ہوتا ہے جیسا کہ خشوع کی حالت کا نتیجہ بھی رونا ہی ہوتا ہے۔ اور جیسے بے اختیار نطفہ اُچھل کر صورت انزال اختیار کرتا ہے۔ یہی صورت کمال خشوع کے وقت رونے کی ہوتی ہے کہ رونا آنکھوں سے اُچھلتا ہے اور جیسے انزال کی لذّت کبھی حلال طور پر ہوتی ہے جبکہ اپنی بیوی سے انسان صحبت کرتا ہے اور کبھی حرام طور پر جبکہ انسان کسی حرام کار عورت سے صحبت کرتا ہے۔ یہی صورت خشوع اور سوز وگداز اور گریہ وزاری کی ہے یعنی کبھی خشوع اور سوز وگداز محض خدائے واحد لاشریک کے لئے ہوتا ہے جس کے ساتھ کسی بدعت اور شرک کا رنگ نہیں ہوتا۔ پس وہ لذّت سوز وگداز کی ایک لذّت حلال ہوتی ہے مگر کبھی خشوع اور سوز وگداز اور اس کی لذّت بدعات کی آمیزش سے یا مخلوق کی پرستش اور بتوں اور دیویوں کی پوجا میں بھی حاصل ہوتی ہے مگر وہ لذّت حرامکاری کے جماع سے مشابہ ہوتی ہے۔ بغرض مجرد خشوع اور سوز وگداز اور گریہ وزاری اور اس کی لذتیں تعلق باللہ کو مستلزم نہیں بلکہ جیسا کہ بہت سے ایسے نطفے ہیں جو ضائع جاتے ہیں اور رحم اُن کو قبول نہیں کرتا۔ ایسا ہی بہت سے خشوع اور تضرّع اور زاری ہیں جو محض آنکھوں کو کھونا ہے اور رحیم خدا ان کو قبول نہیں کرتا۔ بغرض حالتِ خشوع کو جو رُوحانی وجود کا پہلا مرتبہ ہے نطفہ ہونے کی حالت سے جو جسمانی وجود کا پہلا مرتبہ ہے ایک کھلی کھلی مشابہت ہے جس کو ہم تفصیل سے لکھ چکے ہیں اور یہ مشابہت کوئی معمولی امر نہیں ہے بلکہ صانع قدیم جلّشانہ کے خاص ارادہ سے ان دونوں میں اکمل اور اتم مشابہت ہے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی کتاب میں بھی لکھا گیا ہے کہ

حوالہ نمبر 6 آریہ دھرم

۷۵

ایک بدکار عورت کو خوف ہوتا تھا کہ اگر وہ فحش پیشہ اختیار کرے گی تو اُسے قانون دکھائی کی سخت آزمائش بھی برداشت کرنی پڑے گی۔ بہت سی عورتیں اسی خوف کی وجہ سے اپنی زندگی خراب کرنے سے رُکی رہتی تھیں۔ اس زمانہ میں جبکہ دکھائی کا طریق بند ہے۔ مرض آتشک کے ادویات کے اشتہارات کثرت سے شائع ہوتے ہیں۔ جو اس امر کا کافی ثبوت ہیں کہ ملک میں مرض آتشک بہت پھیلا ہوا ہے اول تو ہمیں اس خراب فرقہ کے وجود سے ہی سخت اختلاف ہے مگر ایسے زمانہ میں جبکہ اخلاق اور مذہب کی سخت کمزوری ہو رہی ہے یہ امید کرنا فضول ہے کہ یہ شیطانی فرقہ نیست و نابود ہو جائے گا۔ اس لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ اُن کے لئے کوئی ایسا قانون بنایا جائے جس سے یہ اخلاق اور مذہب کو بگاڑنے کے علاوہ عوام کی صحت کو ہمیشہ کے لئے خراب کرنے کے قابل نہ رہ سکیں اور وہ قانون صرف قانون دکھائی ہی ہے۔ ہم نہایت شکر گزار ہوں گے اگر دوبارہ ہند میں قانون دکھائی جاری کیا جاوے گا۔ مگر یہ شرط ضرور ساتھ ہے کہ گورہ لوگوں کے لئے یورپین رنڈیاں بہم پہونچائی جاویں۔ یقین ہے کہ گورنمنٹ ہند اور معزز ہمعصران اس معاملہ پر ضرور توجہ اور غور فرمائیں گے۔

جن کو رسم نیوگ پیاری ہے
جس کے دین میں ہے ایسی بے شرمی
جن کو آتی نہیں نیوگ سے عار
بید کی کھُل گئی حقیقت کُل
جس کے باعث یہ گندگی پھیلی
دوسرا بیاہ کیوں حرام نہو
کیوں نہ پوشیدہ ہو نیوگ کی رسم
چپکے چپکے حرام کرواتا
آدمی یہ خبیث اور بد رسم

دین و دنیا میں ان کی خواری ہے
عقل و تہذیب سے وہ عاری ہے
اُن کی شیطان نے عقل ماری ہے
اب تو ناحق کی پردہ داری ہے
وہ تو اک خبث کی پٹاری ہے
جبکہ رسم نیوگ جاری ہے
اس کے اظہار میں تو خواری ہے
آریوں کا اصول بھاری ہے
بید کے خادموں میں ساری ہے

آریہ دھرم مرزا غلام احمد

حوالہ نمبر 6

زن بیگانہ پر یہ شیدا ہیں
جس کو دیکھو وہی شکاری ہے

لائق سوختن ہیں اُن کے مرد
اُن کی ناری ہر ایک ناری ہے

واہ وا کیا دھرم ہے کیا ایمان
جس میں واجب حرامکاری ہے

آریو! دل میں غور سے سوچو
شرم و غیرت کہاں تمہاری ہے

جس کو کہتے ہیں آریوں میں نیوگ
ناک کے کاٹنے کی آری ہے

کچھ نہیں سوچتے یہ دشمن شرم
کہ یہ پوشیدہ ایک یاری ہے

مرتکب اس کا ہے بڑا دیوث
اعتقاد اس پہ بد شعاری ہے

غیر مردوں سے مانگنا نطفہ
سخت خبث اور نابکاری ہے

غیر کے ساتھ جو کہ سوتی ہے
وہ نہ بیوی زن بزاری ہے

ہے وہ چنڈال دشٹ اور پاپی
جفت اس کی کوئی چماری ہے

ہیں کروڑوں نیوگ کے بچے
آریہ دیس میں یہ خواری ہے

ایسی اولاد پر خدا کی مار
یہ نہ اولاد قہر باری ہے

نام اولاد کے حصول کا ہے
ساری شہوت کی بیقراری ہے

بیٹا بیٹا پکارتی ہے غلط
یار کی اس کو آہ و زاری ہے

دس سے کروا چکی زنا لیکن
پاک دامن ابھی بچاری ہے

لالہ صاحب بھی کیسے احمق ہیں
اُن کی لالی نے عقل ماری ہے

گھر میں لاتے ہیں اس کے یاروں کو
ایسی جورو کی پاسداری ہے

اس کے یاروں کو دیکھنے کے لئے
سر بازار اُن کی باری ہے

جورو جی پر فدا ہیں یہ جی سے
وہ نیوگی پہ اپنے واری ہے

شرم و غیرت ذرا نہیں باقی
کس قدر اُن میں بردباری ہے

ہے قوی مرد کی تلاش انہیں
خوب جورو کی حق گذاری ہے

ٹائیٹل پیج باراول

جاء الحق وزهق الباطل

ان الباطل كان زهوقا

بفضلہٖ تعالےٰ

یہ رسائل لاجواب جن کے نام بہ تفصیل ذیل ہیں

انجام آتھم

خدائی فیصلہ ۔ دعوت قوم

مع

مکتوب عربی بنام علماء

مطبع ضیاء الاسلام میں طبع ہو کر عام فائدہ
کے لئے شائع کئے گئے

بمقام قادیان

قیمت فی جلد عہ

حوالہ نمبر 7

ایک برس تک انتظار کریں ۔ اور یا مباہلہ کرلیں۔ **ششم** ۔ اور اگر ان باتوں میں سے کوئی بھی نہ کریں تو مجھ سے

بقیہ حاشیہ:

کیا تم میں ایک بھی سوچنے والا نہیں جو اس بات کو سوچے ۔ کیا تم میں ایک بھی دل نہیں جو اس بات کو سمجھے ۔ زمین نے عزت دی ۔ آسمان نے عزت دی اور قبولیت پھیل گئی۔

پانچواں وہ امر جو مباہلہ کے بعد میرے لئے عزت کا موجب ہوا ۔ علم قرآن میں اتمام حجت ہے ۔ میں نے یہ علم پاکر تمام مخالفوں کو کیا عبدالحق کا گروہ اور کیا بٹالوی کا گروہ ۔ غرض سب کو بلند آواز سے اس بات کے لئے مدعو کیا کہ مجھے علم حقائق اور معارف قرآن دیا گیا ہے ۔ تم لوگوں میں سے کسی کی مجال نہیں کہ میرے مقابل پر قرآن شریف کے حقائق و معارف بیان کر سکے ۔ سو اس اعلان کے بعد میرے مقابل ان میں سے کوئی بھی نہ آیا ۔ اور اپنی جہالت پر جو تمام ذلتوں کی جڑ ہے انہوں نے مُہر لگادی ۔ سو یہ سب کچھ مباہلہ کے بعد ہوا ۔ اور اسی زمانہ میں کتاب کرامات الصادقین لکھی گئی ۔ اس کرامت کے مقابل پر کوئی شخص ایک حرف بھی نہ لکھ سکا ۔ تو کیا اب تک عبدالحق اور اس کی جماعت ذلیل نہ ہوئی ۔ اور کیا اب تک یہ ثابت نہ ہوا ۔ کہ مباہلہ کے بعد یہ عزت خدا نے مجھے دی۔

چھٹا امر جو مباہلہ کے بعد میری عزت اور عبدالحق کی ذلت کا موجب ہوا ۔ یہ ہے کہ عبدالحق نے مباہلہ کے بعد اشتہار دیا تھا کہ ایک فرزند اُس کے گھر میں پیدا ہوگا ۔ اور میں نے بھی خدا تعالیٰ سے الہام پاکر یہ اشتہار انوار الاسلام میں شائع کیا تھا کہ خدا تعالیٰ مجھے لڑکا عطا کرے گا ۔ سو خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم سے میرے گھر میں تو لڑکا پیدا ہوگیا ۔ جس کا نام شریف احمد ہے اور قریباً پونے دو برس کی عمر رکھتا ہے ۔ اب عبدالحق کو ضرور پوچھنا چاہیئے ۔ کہ اس کا وہ مباہلہ کی برکت کا لڑکا کہاں گیا ۔ کیا اندر ہی اندر پیٹ میں تحلیل پا گیا یا پھر رجعت قہقری کر کے نطفہ بن گیا ۔ کیا اس کے سوا کسی اور چیز کا نام ذلت ہے کہ جو کچھ اس نے کہا وہ پورا نہ ہوا ۔ اور جو کچھ میں نے خدا کے الہام سے کہا خدا نے اس کو پورا کر دیا ۔ چنانچہ ضیاء الحق میں بھی اسی لڑکے کا ذکر لکھا گیا ہے۔

ساتواں امر جو مباہلہ کے بعد میری عزت اور قبولیت کا باعث ہوا خدا کے راستباز بندوں کا وہ مخلصانہ جوش ہے جو انہوں نے میری خدمت کے لئے دکھلایا ۔ مجھے کبھی یہ طاقت نہ ہوگی کہ میں خدا کے ان احسانات کا شکر ادا کرسکوں ۔ جو روحانی اور جسمانی طور پر مباہلہ کے بعد میرے وارد حال ہوگئے ۔ روحانی انعامات کا نمونہ میں لکھ چکا

یعنی خدا تعالیٰ میرے ہاتھ سے وہ نشان ظاہر نہ کرے جس سے اسلام کا بول بالا ہو اور جس سے

کہ عبدالحق نے مباہلہ کے بعد کونسی عزت دنیا میں پائی۔ کونسی قبولیت اس کی لوگوں میں پھیلی۔ کونسے مالی فتوحات کے دروازے اس پر کھلے۔ کون سی علمی فضیلت کی پگڑی اس کو پہنائی گئی۔ صرف فضول گوئی کے طور سے ایک بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا تھا کہ تا یہی مباہلہ کا اثر سمجھا جائے۔ مگر اس کی بدبختی سے وہ دعوے بھی باطل نکلا۔ اور اب تک اس کی عورت کے پیٹ میں سے ایک چوہا بھی پیدا نہ ہوا۔ مگر اس کے مقابل پر خدا تعالیٰ نے میرے الہام کو پورا کر کے مجھے لڑکا عطا کیا ✦

یہ **دس** برکتیں مباہلہ کی ہیں جو میں نے لکھی ہیں۔ پھر کیسے خبیث وہ لوگ ہیں جو اس مباہلہ کو بے اثر سمجھتے ہیں۔ فعلیھم ان یتدبّروا ویفکّروا فی ھٰذہ العشرۃ الکاملۃ۔

بالآخر ہم دوبارہ ہر ایک مخالف مکفر مکذب پر ظاہر کرتے ہیں کہ وہ مباہلہ کے میدان میں آویں اور یقیناً سمجھیں کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے عبدالحق کے مباہلہ کے بعد یہ دس قسم کا ہم پر انعام و اکرام کیا۔ اور اس کو ذلیل کیا۔ اور اس کا بیٹے کا دعویٰ بھی جھوٹا نکلا۔ اور کوئی عزت اس کو حاصل نہ ہوئی۔ اور خدا تعالیٰ نے اس کے تمام دعاوی کو رد کیا۔ اس سے بڑھ کر اس مباہلہ میں ہوگا۔ میں نے اس روز **بددعا نہیں کی**۔ کیونکہ وہ ناسمجھ اور غبی تھا۔ اور اس کی جہالت اس کو قابل رحم ٹھہراتی تھی **مگر اب میں بددعا کروں گا**۔ سو چاہیئے کہ ہر ایک مباہلہ کی درخواست کرنے والا اپنی طرف سے چھپا ہوا اشتہار شائع کرے۔ اور یہ ضروری ہوگا کہ مباہلہ کرنے والا صرف ایک نہ ہو۔ بلکہ کم سے کم دس ہوں۔ اور چونکہ مباہلہ کے لئے ہر ایک شخص بلایا گیا ہے خواہ پنجاب کا ہو یا ہندوستان کا۔ یا بلاد عرب کا یا بلاد فارس کا۔ اس لئے یہ **مشقت** مخالفوں پر جائز نہیں رکھی گئی کہ وہ دور دراز سفر کر کے پہنچیں بلکہ حسب منطوق وما جعل علیکم فی الدّین من حرج۔ یرید اللّٰہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔ یہ تجویز قرار پائی ہے کہ ہر ایک شخص **اشتہارات کے ذریعہ سے مباہلہ کرے**۔ مگر یہ شرط ضروری ہے کہ جو الہامات میں نے رسالہ انجام آتھم میں صفحہ ۵۱ سے صفحہ ۶۲ تک لکھے ہیں۔ وہ کل الہامات اپنے اشتہار مباہلہ میں لکھے۔ اور محض حوالہ نہ دے بلکہ کل الہامات صفحات مذکورہ کے اشتہار میں درج کرے۔ اور پھر بعد اس کے عبارت ذیل کی دعا اس اشتہار میں لکھے۔ اور وہ یہ ہے

دُعا

اے خدائے علیم و خبیر میں جو فلاں ابن فلاں ساکن قصبہ فلاں ہوں اس شخص کو

✦ عبدالحق غزنوی نے ۲۰ شعبان ۱۳۱۴ھ کو اس لعنت کی سیاہی کو دھونے کیلئے جو اس کے منہ پر جم گئی ہے ایک اشتہار دیا ہے اس اشتہار کا جواب ضمیمہ میں مفصل طور پر چھپ چکا ہے مگر دو باتیں قابلِ ذکر ہیں اول یہ کہ وہ عربی میں مقابلہ کرنے کیلئے اپنے تئیں تیار ظاہر کرتا ہے۔ بہت خوب۔ یہی نشان دیکھ لے .....

(ٹائیٹل پیج بار اوّل)

قادر کے کاروبار نمودار ہو گئے ۔ کافر جو کہتے تھے وہ گرفتار ہو گئے

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ (سورۃ صافات)

وَكَفَانِي مِمَّا أُوحِيَ إِلَيَّ هَذَا الْوَحْيُ الْمُبَشِّرُ

قال ربك انه نازل من السماء ما يرضيك وما نتنزل الا بامر ربك ما ارسل نبي الا اخزى به الله قوما لا يؤمنون. ان الله مع الذين اتقوا والذين هم محسنون. وبشر الذين آمنوا ان لهم الفتح. والله متم نوره ولو كره الكافرون كتب الله لاغلبن انا ورسلي لا تخف انك لا يخاف لدي المرسلون.

حقیقۃ الوحی

خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ یہ کتاب جامع جسمیں ہر ایک قسم کے حقائق اور معارف اور بہت سے آسمانی نشان درج ہیں محض اسی کے فضل اور کرم اور خاص اسکی توفیق اور تائید سے مرتب تالیف ہو کر

مطبع میگزین قادیان میں باہتمام مینیجر مطبع کے چھپی

تعداد ایک ہزار جلد   تاریخ اشاعت ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء

حوالہ نمبر 8

نہ اُٹھایا مگر پادریوں کی اطاعت کا جُوا اُٹھا لیا۔ پس اِن معنوں کے رُو سے بھی وہ اَبتر ٹھیرا۔ پھر جیساکہ بیان کر چکا ہوں اِن معنوں کے رُو سے بھی اَبتر ہُوا کہ اُسوقت سے جو اسکی نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَالْاَبْتَرُ گویا اُسی دم سے خدا تعالیٰ نے اُسکی بیوی کے رحم پر مُہر لگا دی اور اُسکو یہ الہام کُھلے کُھلے لفظوں میں سُنایا گیا تھا کہ اب موت کے دن تک تیرے گھر میں اولاد نہ ہوگی اور نہ آگے سلسلہ اولاد کا چلے گا اور یقیناً اُسنے اِس الہام کو توڑنے کے لئے اولاد حاصل کرنے کی غرض سے بہت کوشش کی ہوگی مگر وہ کوشش ضائع گئی۔ آخر نامُراد مرا۔ اور ابتر کے ہر ایک معنی اُسپر صادق آگئے۔ اور دُوسری طرف جو میری نسبت وُہ بار بار بددُعائیں کرتا تھا کہ یہ شخص مفتری ہے ہلاک ہو جائیگا اور اولاد بھی مریگی اور جماعت متفرق ہو جائیگی۔ اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ اِس الہام کے بعد یعنے الہام اِنَّ شَانِئَكَ هُوَالْاَبْتَرُ کے بعد تین لڑکے میرے گھر میں پیدا ہوئے اور تین لاکھ سے زیادہ جماعت ہوگئی اور کئی لاکھ روپیہ آیا اور کئی عیسائی اور ہندو میری دعوت سے مسلمان ہوئے۔ پس کیا یہ نشان نہیں اور کیا یہ پیشگوئی پُوری نہیں ہوئی! اور یہ کہنا کہ سعداللہ کے لڑکے کی عبدالرحیم کی دختر سے نسبت ہوگئی ہے اور شادی ہو جائے گی اور اولاد بھی ہوگی یہ ایک خیالی پلاؤ ہے اور محض ایک گپ ہے✠ جو ہنسی کے لائق ہے اور اس کا جواب بھی یہی ہے کہ خدا کے وعدے ٹل نہیں سکتے۔ یہ بات تو اُس وقت پیش کرنی چاہیئے کہ جب شادی ہو جائے اور اولاد بھی ہو جائے۔ بالفعل تو ایمانداری کا یہ تقاضا ہے کہ اِس بات کو غور سے سوچیں کہ جیساکہ قرآن شریف کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَالْاَبْتَرُ

✠ حاشیہ۔ یہ اسی طرح کی امید ہے جیساکہ عبدالحق غزنوی ثم امرتسری نے مباہلہ کے بعد اپنی نسبت مباہلہ کا اثر یہ ظاہر کیا تھا کہ میرا بھائی مرگیا ہے اور اسکی بیوی سے میں نے نکاح کیا ہے اور اسکو حمل ہوگیا ہے اور اب اسکو لڑکا پیدا ہوگا اور وہ مباہلہ کا اثر سمجھا جائیگا مگر اُس حمل کا انجام یہ ہُوا کہ کچھ بھی پیدا نہ ہُوا اور اب تک وُہ باوجود گذرنے چودہ۱۴ برس کے نامرادی اور ذلت کی زندگی بھگت رہا ہے اور برخلاف اسکے مباہلہ کے بعد میرے گھر میں کئی لڑکے پیدا ہوئے اور کئی لاکھ انسان نے بیعت کی اور کئی لاکھ روپیہ آیا اور دُنیا کے کناروں تک عزت کے ساتھ میری شہرت ہوگئی اور اکثر دشمن مباہلہ کے بعد مر گئے اور ہزارہا نشان آسمانی میرے ہاتھ پر ظاہر ہوئے۔ منہ

BACK

حوالہ نمبر 9

...ابھی روشنی نہیں پہنچی۔ اس کی طرف لوگ توجہ کرتے ہیں۔ مگر ... یورپ کی طرف جو خدا سے پرے جا رہا ہے۔ ان لوگوں کی توجہ نہیں۔ اگر کوئی ایسا علاقہ ہوتا جہاں نسلاً بعد نسلٍ سورج نہ نکلتا ہو۔ اور اس میں سورج نکل آئے تو ہزاروں لاکھوں آدمی [illegible] جائیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔ جب [illegible] سے نکلتے ہیں [illegible] بہت سے لوگ اس خیال سے خودکشیاں کر لیتے ہیں۔ ان کا نتیجہ [illegible] ہو گا۔ تو جب ایک [illegible] طلوع ہونے پر لوگ خودکشیاں کر لیتے ہیں۔ مگر [illegible] سال کا [illegible] یعنی ان کے لئے ایک ایسا غیر معمولی ہو تو [illegible] کیا حالت ہو۔ میں خیال کرتا ہوں کہ کتنے ہی مر جائیں۔ اور کتنے ہی لوگ [illegible]

آنحضرت صلعم کے والدین کے نکاح کا نتیجہ

باوجودیکہ نکاح ہر گھر میں ہوتا ہے۔ اور اس کا اتنا ہی اثر سمجھا جاتا ہے۔ کہ ایک دلہن آجاتی ہے۔ اور کچھ چھوارے بٹ جاتے ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے۔ کہ نکاح کے اثرات بہت عظیم ہیں۔ نکاح کے اثرات کے نتیجہ میں دنیا تباہ بھی ہو سکتی ہے اور آباد بھی۔ اس کی موٹی مثال یہ ہے۔ کہ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے والد کی شادی ہوئی تو کوئی خصوصیت اس میں ظاہر نہیں ہوئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ ان کی شادی کے لئے کوئی اظہار شان نہیں ہوا۔ مگر اس وقت کس کو معلوم تھا کہ ان کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہو گا۔ جو دنیا کی کایا پلٹ دیگا۔ یہ بات اس وقت کس کے ذہن میں آسکتی تھی۔ کہ وہ بچہ [illegible] کی توجہ کو کھینچ لیگا۔ آج دنیا میں [illegible] اور ترکوں کی جنگ ہو رہی ہے۔ یہ بھی اسی عبداللہ کے بیٹے ہی کی وجہ سے ہے۔ یورپ ترکوں کا [illegible] لیکن ترک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والے ہیں۔ آج ہندوستانیوں کو ترکوں سے [illegible] ہمدردی نہ ہوتی۔ اگر ہندوستانیوں کو ترکوں کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق نہ ہوتا۔ پس کیا یہ شور عبداللہ اور آمنہ کے نکاح کا نتیجہ نہیں۔ مگر اس وقت کیا کوئی کہہ سکتا تھا۔ کہ اس کا ایسا نتیجہ ہو گا۔

حضرت مسیح موعود کے والد کا نکاح

اسی طرح اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد کا نکاح ہوا۔ آپ کے والد کو آپ کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہ خیال ہو گا کہ یہ ڈپٹی ہو جائیں گے۔ سکھوں کی حکومت چلی گئی تھی۔ ان کو خیال ہو گا۔ کہ [illegible] تحصیلدار ہو جائیگا۔ اور پھر یہ ترقی کر لیگا۔ ان کو کہاں یہ خیال ہو گا کہ دنیا کی ترقی اور تنزل کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں ہوں گی۔ اگر آپ تحصیلدار [illegible] ترقی کر کے ڈپٹی ہو جاتے۔ اور پھر ڈپٹی کمشنر کی غیر حاضری میں قائم مقام ڈپٹی کمشنر بھی ہو جاتے۔ تو آپ کی عزت کیا ہوتی۔ یہی کہ ماتحت ملازمین عزت کرتے۔ یا اہل مقدمہ زیادہ سے زیادہ صوبہ کے افسر ہی ہوتے تو صوبہ کے لوگ۔ اور جب پنشن لے لیتے تو یہ افسری ختم۔ لیکن ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ ہماری شادی کے نتیجے میں جو بچہ پیدا ہوگا۔ سارے زمانہ کی روحانی ترقیات اس سے وابستہ ہونگی۔ اس دنیا کی نہیں اگلے جہان کی نجات کا انحصار اس کے ماننے پر اور عذاب نہ ماننے پر منحصر ہو گا۔ وہ زیادہ سے زیادہ ڈپٹی ہونے کا خیال کرتے ہونگے۔ ان کے نزدیک یہ بڑی بات ہوگی۔ کہ ڈپٹی ان کے گھر پیدا ہو۔ لیکن یہ ان کو کہاں معلوم تھا۔ کہ اس لڑکے کو خدا یہ برکت دیگا۔ کہ بادشاہ اس سے نہیں۔ بلکہ اس کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے۔ اور رنجیت سنگھ کا کیا ذکر ہے۔ اس سے ہزاروں درجے بڑے بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت لینے کو خوش قسمتی سمجھیں گے۔

مسیح موعود کو ماننے والے

[illegible] گمان میں کب تھا۔ کہ دنیا اس کے پاس آئیگی۔ ابھی دیکھو اس مجلس میں کوئی کابل کا بیٹھا ہے کوئی مدراس کا۔ کوئی بنگال کا کوئی حیدرآباد کا۔ کوئی کہیں کا کوئی کہیں کا۔ حضرت صاحب کے والد کو اس وقت یہ کہاں معلوم ہو گا۔ کہ کوئی یونائیٹڈ سٹیٹس بھی ہے۔ آسٹریلیا کا ان کو علم نہ ہوگا۔ ماریشس کا ان کو یقیناً علم نہ ہوگا۔ پھر وہ کیسے خیال کر سکتے تھے۔ کہ ان علاقوں میں اس لڑکے پر جان قربان کرنے والے ہونگے۔ ان کو کس طرح یہ گمان ہو سکتا تھا۔ کہ وہ بچہ جو پیدا ہو گا اس کی حکومت زمین پر نہیں۔ بلکہ وہ قلوب پر حکومت کریگا۔ اور لوگ خواہش کرینگے کہ مال و جان و عزت اس کے قرب کے حاصل کرنے کے لئے قربان کر دیں۔ ان کے یہ بات ذہن میں نہیں آسکتی تھی۔

مولوی محمد حسین کے والد کو اگر معلوم ہوتا

اسی طرح حضرت مسیح موعود کے قریباً ہم عمر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی تھے۔ ان کے والد کا جس وقت نکاح ہوا۔ اگر ان کو حضرت اقدس مسیح موعود کی حیثیت معلوم ہوتی۔ اور وہ جانتے کہ میرا ہونے والا بیٹا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظل اور بروز کے مقابلہ میں وہی کام کریگا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں ابوجہل نے کیا تھا۔ تو وہ اپنے آلہ تناسل کو کاٹ دیتا۔ اور اپنی بیوی کے پاس نہ جاتا۔ مگر اس کو معلوم نہ تھا۔ پس اس کے اثرات اور نتائج اچھے سے اچھے بھی ہوسکتے ہیں اور برے سے برے بھی۔ ان حالات واقعات کا جو بعد میں پیدا ہونے والے ہیں۔ انسان اندازہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس کے عظیم الشان اور گہرے اثرات ہوتے ہیں۔ کہ دل کو ہلا دیتے ہیں۔

ایک منتخبہ قاضی القضاۃ کی حکایت

اسی کے مشابہ ایک واقعہ ہے۔ کہ بادشاہ نے ایک شخص کو قاضی القضات یا چیف کورٹ کا جج بنا دیا۔ لوگ اس کو مبارکباد دینے کے لئے گئے۔ دیکھا تو وہ رو رہا تھا۔ اور اس کی گھگھی بندھی ہوئی تھی۔ ایک شخص نے کہا کہ جناب یہ تو خوشی کا موقع ہے۔ آپ کو ایسا کونسا حادثہ پیش آیا۔ جو آپ رو رہے ہیں۔ اس نے کہا یہی تو رونے کا مقام ہے۔ اس شخص نے کہا۔ کہ آپ کو بادشاہ نے دانا اور لائق سمجھ کر یہ عہدہ دیا ہے۔ آپ [illegible] ہیں۔ اس نے کہا [illegible] بیوقوف اور جھوٹے کو [illegible] سکتا ہے۔ لیکن سوچو کہ کو کون بتائے۔ میرے پاس دو شخص آئیں گے۔ ایک مدعی جو کہتا ہے کہ اس نے فلاں شخص سے دس روپیہ لینے ہیں۔ وہ مجھے دلوا دیجئے۔ مدعا علیہ خوب جانتا ہے۔ کہ آیا واقعہ میں اس سے روپیہ لینا ہے یا نہیں۔ اور مدعا علیہ آتا ہے تو کہتا ہے کہ میں نے اس کا کوئی روپیہ نہیں دینا۔ یہ جھوٹ کہتا ہے۔ یہ دونوں شخص جانتے ہیں۔ کہ واقعہ کیا ہے۔ لیکن فیصلہ میرے ذمہ ڈالا گیا۔ جس کو کچھ بھی معلوم نہیں۔ کہ واقعہ کیا ہے۔ میں اس لئے روتا ہوں کہ میں اس میں کیسے فیصلہ کر سکتا ہوں۔ کیونکہ اس حال میں میرے فیصلے کے صحیح ہونے میں بہت شک ہے۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

تذکرۃ المہدی

مؤلفہ
از جناب پیر سراج الحق صاحب نعمانی جمالی سرساوی احمدی

باہ جون ۱۹۱۵ء

صرف ٹائیٹل

ضیاء الاسلام پریس قادیان میں [illegible] طبع کرا کر
ایم قاسم علی صاحب ایڈیٹر الحق دہلی نے قادیان سے
شائع کیا

بار اول ۵۰۰
قیمت صرف ایک روپیہ

کیا تہا۔اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار مکہ کے قریش نے کیا۔ یہودیوں نے کہا کہ یہ وہ مسیح نہیں ہے جس کی آمد کی خبر ہے کہ وہ کسی آئندہ زمانہ میں آویگا۔ بلکہ یہود تو ابتک مسیح کے انتظار میں ہیں۔

اُس شخص نے کہا کہ کیا ہم یہودی ہیں۔ میں نے کہا کہ تم اپنے گریبان میں منہ ڈالکر دیکھو کہ تمہارے قول و فعل کس سے ملتے جلتے ہیں۔ اس بات پر وہ شخص سخت غضبناک ہو کر کہنے لگا۔ **دیکھو جی مرزا رات کولگائی سے بدکاری کرتا ہے اور صبح کو بے غسل لوڑا ابھرا ہوا ہوتا ہے اور کہدیتا ہے کہ مجھے یہ الہام ہوا اور وہ الہام ہوا میں مہدی ہوں مسیح ہوں۔** مجھ جیسا انسان غیرت مند کب اروا رکھہ سکتا تہا کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام (فداہ جانی وروحی ونفسی وامی وابی) کی نسبت ایسا گندہ جملہ سُن سکے۔ بس میں نے اُسکے ایک ایسا تھپڑ مارا کہ اُسکی ٹوپی پگڑی سر پر سے اُتر کر دور جا پڑی اور کہا او مردود دشمن مقبول الٰہی تو ایسا جملہ ناپاک ایسے صادق معصوم طاہر و مطہر انسان کی نسبت اور میرے سامنے بکتا ہے۔ اور نہیں جانتا کہ میں اُنکا خادم اور مرید ہوں اور وہ میرے آقا اور مرشد اور رہنما ہیں۔ خبر نہ جو آج سے میرے پاس آیا۔ اور یا مجھ سے ملا ہے

۱ بعینہ وہی الفاظ ہیں جو اُس مردود کے مُنہ سے نکلے تھے میں نے وہی الفاظ نقل کر دیئے ہیں۔ تا کہ اُس کا انجام سُنکر لوگوں کو بھی عبرت ہو۔ سنار

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

وَلَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ

الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حیات احمد

علیہ الصلوٰۃ والسلام

یعنی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سوانح حیات

جلد دوم نمبر اوّل

حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء حضرت اقدس مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام و علی آلہ و اصحابہ کے

حالات زندگی

از زمانہ براہین احمدیہ تا اعلان بعثت یعنی ۱۸۸۹ء تک

جس کو

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمترین خادم خاکسار یعقوب علی عرفانی ایڈیٹر الحکم و مرتب تفسیر القرآن وغیرہ نے مرتب کیا

اور

[illegible] ایجنٹ بکڈپو [illegible] سیرۃ مسیح موعود [illegible] آفتاب پریس [illegible]

ماہ اگست [illegible]

نکلے گا۔ ورنہ خود یہ لڑکے جن کو پکار رہا ہے۔ سمجھ جاویں گے۔ کہ جھوٹا ۔ کون منصف اس عذر کو سن سکتا ہے۔ کہ ایک آدمی کہتا ہے۔ کہ تمہارا وید ناقص ہے۔ تم یہ احکام وید سے نکال دو اگر ناقص نہیں تم یہ جواب دیتے ہو ہمیں فرصت نہیں۔ وید یہاں موجود نہیں۔ بھلا یہ کیا جواب ہے، ؟ اس جواب ۔ سے تو تم جھوٹے ٹھیرتے ہو۔ جس حالت میں ہم پانسو روپیہ نقد دینا کرتے ہیں۔ تو نمون لکھ دیتے ہیں۔ رجسٹری کرا دیتے ہیں۔ تو پھر اگر تمہارا وید بھی کچھ چیز ہے۔ تو کس دن کے واسطے رکھا ہوا ہے۔ دس بیس روز کی ہم سے مہلت لے لو۔ پنڈت دیانند کو اپنا مددگار بنالو ہم کو وہ احکام نکال دو جو ہم نیچے فرقان مجید سے نکال کر لکھیں گے۔ یا یہ اقرار کر دو۔ کہ یہ احکام ہمارے نزدیک ناجائز ہیں۔ تب پھر انکے ناجائز ہونیکا معہ وار وید سے حوالہ دو۔ غرض تم ہمارے ہاتھ سے کہاں بھاگ سکتے ہو۔ اور یہ جو تم محض شرارت سے باراده توہین حضرت خاتم الانبیاءؐ کی نسبت بدزبانی کرتے ہو۔ یہ محض تمہاری بداصلی ہے۔ اپنے پرچہ میں ہی تم نے اسے ایسی اہانت سب پیغمبروں کی نسبت لکھی ہے۔

ہم کو خدا نے یہ شرف بخشا ہے کہ ہم سب پیغمبروں کی تعظیم کرتے ہیں

اور جیسا کہ خدا نے ہم کو فرمایا ہے۔ نجات سب مخلوقات کی اسلام میں سمجھتے ہیں۔ تم کو اگر حضرت خاتم الانبیاءؐ پر کچھ اعتراض ہے۔ تو زبان تہذیب سے وہ اعتراض جو سب سے بھاری ہو تحریر کر کے پیش کرو۔ ہم تحریر کر دیتے ہیں۔ کہ اگر وہ اعتراض تمہارا صحیح ہوا۔ تو ہزار روپیہ (نقد) ہم تم کو دینگے۔ اور تم ایک تمون لکھدو کہ اگر وہ اعتراض جھوٹا نکلا۔ تو سو روپیہ بطور جرمانہ تم ہم کو دو گے۔ اور اب اگر ہماری یہ تحریر سنکر چپ ۔ اور اس شرط پر بحث شروع نہ کرو۔ تو ہر ایک منصف سمجھ جائیگا۔ کہ وہ سب توہین تم نے بے ایمانی سے کی تھی۔ اکثر لوگوں کا اکثر قاعدہ ہے کہ آفتاب پر تھوکتے ہیں۔ اور بجھا ہوا چراغ لئے بیٹھے ہو۔ دنیا کو بڑی چیز سمجھ رکھا ہے۔ کہ موت سے ڈرتے نہیں۔ ورنہ ایسے آفتاب کی توہین کرنا جو نور دنیا کا ہے نری حرمزدگی ہے۔ جھوٹے آدمی کی یہ نشانی ہے۔ کہ جاہلوں کے روبرو تو بہت لاف گزاف مارتے ہیں۔ مگر جب کوئی دامن پکڑ کر پوچھے کہ ذرا ثبوت دیکر جاؤ۔ تو جہاں سے نکلے تھے۔ وہیں داخل ہو جاتے ہیں۔ اب ہم نیچے وہ احکام فرقان مجید کے لکھتے ہیں۔ کہ جن میں ہمارا یہ دعوٰی ہے۔ کہ وید میں یہ تمام احکام ضرور یہ ہرگز موجود نہیں۔ اسلئے وید ناقص تعلیم ہے۔ اور تم کہتے ہو کہ ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ ہرگز نہیں اور لعنت اس شخص پر کہ جھوٹا ہے۔

اوّل۔ خدا تعالیٰ کی نسبت جو احکام فرقان مجید کے ہیں۔ خلاصہ آیات کا نیچے لکھتا ہوں۔

(۱) تم خدا کو اپنے جسموں اور روحوں کا رب سمجھو۔ جس نے تمہارے جسموں کو بنایا۔ اُسی نے تمہاری روحوں کو پیدا کیا۔ وہی تم سب کا خالق ہے۔ اس بن کوئی چیز موجود نہیں ہوئی۔

(۲) آسمان اور زمین اور سورج اور چاند اور جتنی نعمتیں زمین آسمان میں نظر آتی ہیں۔ یہ کسی عمل کنندہ کے عمل کی پاداش

(ٹائیٹل طبع اوّل)

الحمد للہ والمنت کہ بتائید و توفیق آں نعم المولیٰ و نعم النصیر و عنایات
آں ذاتِ جلیل و عظیم و کبیر حصہ اولیٰ کتاب لاجواب موسوم بہ

آئینہ کمالات اسلام

جس کا دوسرا نام دافع الوساوس بھی ہے

بماہ فروری سنہ ۱۸۹۳ء

مطبع ریاض ہند قادیان میں باہتمام شیخ نور احمد مہتمم
و مالک مطبع طبع ہو کر شائع ہوا

ممد و معین ہے۔ خاوندوں کی حاجت براری کے بارے میں جو عورتوں کی فطرت میں ایک نقصان پایا جاتا ہے جیسے ایام حمل اور حیض نفاس میں یہ طریق بابرکت اُس نقصان کا تدارک تام کرتا ہے اور جس حق کا مطالبہ مرد اپنی فطرت کی رُو سے کر سکتا ہے وہ اُسے بخشتا ہے۔ ایسا ہی مرد اور کئی وجوہات اور موجبات سے ایک سے زیادہ بیوی کرنے کیلئے مجبور ہوتا ہے مثلاً اگر مرد کی ایک بیوی تغیر عمر یا کسی بیماری کی وجہ سے بدشکل ہو جائے تو مرد کی قوّتِ فاعلی جس پر سارا مدار عورت کی کارروائی کا ہے بیکار اور معطّل ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر مرد بدشکل ہو تو عورت کا کچھ بھی حرج نہیں کیونکہ کارروائی کی کل مرد کو دیگئی ہے اور عورت کی تسکین کرنا مرد کے ہاتھ میں ہے۔ ہاں اگر مرد اپنی قوّتِ مردی میں قصور یا عجز رکھتا ہے تو قرآنی حکم کے رُو سے عورت اُس سے طلاق لے سکتی ہے اور اگر پوری پوری تسلی کرنے پر قادر ہو تو عورت یہ عذر نہیں کر سکتی کہ دوسری بیوی کیوں کی ہے کیونکہ مرد کی ہر روزہ حاجتوں کی عورت ذمہ وار اور کار برار نہیں ہو سکتی۔ اور اس سے مرد کا استحقاق دوسری بیوی کرنے کے لئے قائم رہتا ہے۔ جو لوگ قوی الطاقت اور متقی اور پارسا طبع ہیں اُن کیلئے یہ طریق نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے۔ بعض اسلام کے مخالف نفس امّارہ کی پیروی سے سب کچھ کرتے ہیں مگر اس پاک طریق سے سخت نفرت رکھتے ہیں کیونکہ بوجہ اندرونی بے قیدی کے جو اُن میں پھیل رہی ہے اُن کو اس پاک طریق کی کچھ پروا اور حاجت نہیں۔ اس مقام میں عیسائیوں پر سب بڑھ کر افسوس ہے کیونکہ وہ اپنے مسلّم النبوت انبیاء کے حالات سے آنکھ بند کر کے مسلمانوں پر ناحق دانت پیسے جاتے ہیں۔ شرم کی بات ہے کہ جن لوگوں کا اقرار ہے کہ حضرت **مسیح** کے جسم اور وجود کا خمیر اور اصل جڑھ اپنی ماں کی جہت سے وہی کثرت ازدواج ہے جس کی حضرت **داؤد** (مسیح کے باپ) نے نہ دو نہ تین بلکہ سو بیوی تک نوبت پہنچائی تھی وہ بھی ایک سے زیادہ بیوی کرنا زنا کرنے کی مانند سمجھتے ہیں اور اس پُرخبث کلمہ کا نتیجہ جو حضرت **مریم**

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

سیرت المہدی

حصّہ سوم

(مرتب فرمودہ)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے

جسے

خاکسار

پروفیسر محمد اسمٰعیل مولوی فاضل و منشی فاضل نے قادیان دارالامان سے

شائع کیا

ایڈیشن اول　صفر ۱۳۵۸ھ　اپریل ۱۹۳۹ء

حوالہ نمبر 13

آگ کو ٹھنڈا کر دینے کی خاصیت اسکے اندر قائم رہے گی۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ ایک نہایت ہی لطیف نکتہ ہے جسے نہ سمجھنے کی وجہ سے عیسائی اور ہندو مذہب تباہ ہو گئے اور لاکھوں مسلمان کہلانے والے انسان بھی مایوسی کا شکار ہو گئے۔

(۴۰۶) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان مبارک پر بعض فقرے کثرت کے ساتھ رہتے تھے مثلاً آپ اپنی گفتگو میں اکثر فرمایا کرتے تھے دست در کار دل بایار۔ خدا داری چہ غم داری۔ الاعمال بالنیات۔ انا عند ظن عبدی بی۔ آنچناں شیتل زوند کہ آئینہ قساند۔ گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی۔ مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ الطریقۃ کلھا ادب ادب تا جیست از لطف الٰہی۔ بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی۔

(۴۰۷) بسم اللہ الرحمٰن۔ مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہماری جماعت کے آدمیوں کو چاہیئے کہ کم از کم تین دفعہ ہماری کتابوں کا مطالعہ کریں اور فرماتے تھے کہ جو ہماری کتب کا مطالعہ نہیں کرتا۔ اسکے ایمان کے متعلق مجھے شبہ ہے۔

(۴۰۸) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک بچہ نے گھر میں ایک چھپکلی ماری اور پھر اسے مذاقاً مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم کی چھوٹی اہلیہ پر پھینک دیا جس پر ڈر سے ان کی چیخیں نکل گئیں اور چونکہ مسجد کا قرب تھا ان کی آواز مسجد میں بھی سنائی دی۔ مولوی عبد الکریم صاحب جب گھر آئے تو انہوں نے غیرت کے جوش میں اپنی بیوی کو بہت کچھ سخت سست کہا حتی کہ انکی یہ غصہ کی آواز حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نیچے اپنے مکان میں بھی سن لی۔ چنانچہ اس واقعہ کے متعلق اسی شب حضرت صاحب کو یہ الہام ہوا کہ "یہ طریق اچھا نہیں۔ اس سے روک دیا جائے مسلمانوں کے لیڈر عبد الکریم کو" لطیفہ یہ ہوا کہ صبح مولوی صاحب مرحوم تو ابھی اس بات پر شرمندہ تھے۔ اور لوگ انہیں مبارکبادیں دے رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام مسلمانوں کا لیڈر رکھا ہے۔

(۴۰۹) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک شہادت کے لئے ملتان تشریف لے گئے تو رستہ میں

حوالہ نمبر 14

بھی پیش کرتے ہیں کہ وہ سچی بھی ہوگئیں۔ تو ایسے تناقض اور باہمی تکذیب اور انکار کو دیکھکر وہ لوگ سخت ٹھوکر کھاتے ہیں۔ کیونکہ جب خدا ایک ہے تو کیونکر ممکن ہے کہ وہ زید کو ایک الہام کرے اور پھر بکر کو اُسکے مخالف کہے اور پھر خالد کو کچھ اور ہی سُنا دے۔ اِسسے تو نادانوں کو خُدا کے وجود میں ہی شک پڑتا ہے۔ غرض یہ امور عام لوگوں کیلئے گھبراہٹ کی جگہ ہیں اور اُنکی نظر میں سلسلۂ نبوّت اِسسے مشتبہ ہو جاتا ہے اور اس مقام میں عام لوگوں کو حیرت میں ڈالنے والا ایک اَور امر بھی ہے اور وہ یہ کہ بعض فاسق اور فاجر اور زانی اور ظالم اور غیر متدیّن اور چور اور حرام خور اور خدا کے احکام کے مخالف چلنے والے بھی ایسے دیکھے گئے ہیں کہ اُن کو بھی کبھی کبھی سچی خوابیں آتی ہیں۔ اور یہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ بعض عورتیں جو قوم کی چوہڑی یعنی بھنگن تھیں جن کا پیشہ مُردار کھانا اور ارتکاب جرائم کا کام تھا۔ اُنہوں نے ہمارے رُوبرو بعض خوابیں بیان کیں اور وہ سچی نکلیں۔ اِس سے بھی عجیب تر یہ کہ بعض زانیہ عورتیں اور قوم کے کنجر جن کا دِن رات زناکاری کام تھا اُن کو دیکھا گیا کہ بعض خوابیں اُنہوں نے بیان کیں اور وہ پُوری ہوگئیں۔ اور بعض ایسے ہندوؤں کو بھی دیکھا کہ نجاستِ شرک سے ملوّث اور اسلام کے سخت دشمن ہیں بعض خوابیں اُنکی جیسا کہ دیکھا تھا ظہور میں آگئیں۔ چنانچہ میں اِس رسالہ کی تحریر کے وقت ایک قادیان کا ہندو میرے پاس آیا جو قوم کا کھتری تھا اُسنے بیان کیا کہ فلاں سب پوسٹماسٹر کو میں نے دیکھا تھا کہ تبدیلی اُسکی ہو کر پھر ملتوی رہ گئی۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا اور اُس ہندو نے مختلف وقتوں میں میرے پاس بیان کیا کہ کئی اَور خوابیں بھی میری سچی ہوگئی ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ ایسے بیانات سے اُسکی کیا غرض تھی اور کیوں وہ بار بار اپنی خوابیں مجھے سُناتا تھا کیونکہ وید کی رُو سے تو خوابوں اور الہاموں پر مُہر لگ گئی ہے۔ ایسا ہی ایک بڑا بدذات چور اور زانی بھی جو ہندو تھا اور قید میں ڈالا گیا تھا جیل سے رہائی پاکر کسی اتفاق سے مجھے ملا اور مجھے یاد ہے کہ کسی جُرم سرقہ وغیرہ میں اُس کو کئی سال کی قید ہوئی تھی۔ اُس کا بیان ہے کہ جس صبح کو عدالت سے قید کی سزا کا حکم مجھے دیا جاتا تھا جس حکم کی بظاہر کچھ بھی اُمید نہ تھی۔ رات کو خواب میں میرے پر ظاہر کیا گیا کہ میں قید کیا جاؤں گا۔ سو ایسا ہی ظہور

صفحہ ۳

گر سگِ نفسِ دنی را پروریم
از سگانِ کوچۂ ما ہم کمتریم
بر رضائے خویش کن انجامِ ما
تا بر آید در دو عالم کامِ ما
خطوطِ امام بنامِ غلام
جان و دلم فدائے جمالِ محمد است
خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمد است
دیدم بعینِ قلب و شنیدم بگوشِ ہوش
در ہر مکاں ندائے جمالِ محمد است
ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم
یک قطرہ ز بحرِ کمالِ محمد است
ایں آتشم ز آتشِ مہرِ محمدی ست
ویں آبِ من ز آبِ زلالِ محمد است

حوالہ نمبر 15

سے زیادہ نہ ہو۔ اور گوٹہ لگا ہوا ہو۔ عید سے پہلے طیار کرا کر بھیجدیں۔ قیمت اسکی کسی کے ہاتھ بھیجدی جاویگی۔ یا آپ کے آنے پر آپ کو دیجاویگی۔ رنگ کوئی ہو مگر پارچہ ریشمی یا جالی ہو۔ اندازہ قمیص کا آپ کی لڑکی زینب کے اندازہ پر ہو۔ والسلام۔ خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ

۱۴ فروری ۱۸۹۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مجبی اخویم حکیم محمد حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اِس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے۔ آپ اشیاء خریدنی خود خرید دیں اور ایک بوتل ٹانک وائن کی پلومر کی دوکان سے خرید دیں۔ مگر ٹانک وائن چاہئے۔ اسکا لحاظ رہے۔ باقی خیریت ہے۔ والسلام

مرزا غلام احمد عفی عنہ

ذیل کا خط بجواب میرے ایک عریضہ کے ہے جبکہ ہم معہ عیال و اطفال قادیان میں تھے اور واپسی کے وقت چونکہ برسات کے دن تھے راستہ سخت خطرناک تھا اور میں نے اپنے گھر کے لوگوں کے لئے یعنی برخوردار محمد یوسف کی والدہ کے لئے ضرورتاً حضرت سے انکی پینس طلب کی۔ کیونکہ یکے کی سواری حالت حمل میں خطرناک ہوتی ہے اسپر حضور نے کمال مہربانی و شفقت سے ذیل کا خط لکھا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ انشاء اللہ دعا کرونگا آپ کو اختیار ہے کہ پینس لے جائیں۔ مگر میں نے سنا ہے کہ بٹالہ کی سڑک تک راستہ نہایت خراب ہے۔ پینس کی سواری خطرناک ہے۔ اور ایسا ہی دوسری سواری بھی۔ شائد دس روز تک راستہ کسی قدر درست ہو جائیگا۔ میں گزشتہ دنوں میں اسوقت گورداسپور سے بٹالہ کی راہ آیا تھا۔ جب بارش پر ایک مہینہ گذر چکا تھا۔ تب بھی خوفناک راہ تھا۔ تو اب تو بہت ہی خطرناک ہوگا۔ حمل کی حالت میں ان دنوں میں ساتھ لیجانا گویا عمداً ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ آپ خود بٹالہ کی سڑک تک راہ کی حالت دیکھ لیں۔ میرے نزدیک تو اب بغیر گذرنے دس بارہ روز کے سخت خطرناک اور خوفناک ہے۔ والسلام +

غلام احمد عفی عنہ

دستی خط معرفت مولوی یار محمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں چند روز سے سخت بیمار ہوں۔ بعض وقت جب دورہ دوران سر شدت سے ہوتا ہے تو خاتمہ زندگی محسوس ہوتا ہے۔ ساتھ ہی سر درد بھی ہے۔ ایسی حالت میں روغن بادام سر اور پیروں کی ہتھیلیوں پر ملنا اور پینا فائدہ مند محسوس ہوتا ہے۔ اس لئے میں مولوی یار محمد صاحب کو بھیجتا ہوں کہ آپ خاص تلاش سے ایسا روغن بادام کہ جو تازہ ہو۔ اور کہنہ نہ ہو اور نیز اُسکے ساتھ کوئی ملونی نہ ہو ایک بوتل خرید کر بھیجدیں۔ پانچ روپیہ قیمت اُسکی ارسال ہے۔ اور نیز ہمارا پہلا کلاک یعنی گھنٹہ بگڑ گیا ہے۔ اِسلئے ایک کلاک عمدہ دوسرا خرید کرنے کے لئے مبلغ لعہ بھیجتا ہوں یہ کلاک بخوبی امتحان کرکے ارسال فرما دیں اسمیں یہ بھی شرط ہے کہ اسکے ساتھ نیم گھنٹہ کی آواز دینے والی کل ہرگز نہ ہو صرف گھنٹوں کی آواز دے کہ اس صورت میں بسا اوقات دھوکہ ہو جاتا ہے۔ اور اسکے ساتھ کئی دوسری چیزیں بھی خریدنی ہیں...... اُن چیزوں کی تفصیل ذیل میں ہے۔ والسلام + مرزا غلام احمد عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مجبی اخویم حکیم محمد حسین صاحب قریشی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آج مولوی یار محمد لاہور بھی گئے۔ مگر افسوس نہایت ضروری کام یاد نہ رہا۔ اسلئے تاکیداً لکھتا ہوں کہ ایک تولہ مشک عمدہ جس میں چھیچھڑا نہ ہو۔ اور اول درجہ کی خوشبو دار ہو۔ اگر شرطی ہو تو بہتر ہو۔ ورنہ اپنی ذمہ داری پر بھیجدیں۔ اور دو ڈبیا سرد ڈلی کی ڈلیا کی جسمیں بتاشہ کی طرح ٹکیا ہوتی ہیں۔ مگر ڈلی ٹکی ہو۔ دونو بذریعہ وی۔ پی روانہ فرماویں زیادہ خیریت ہے۔ والسلام۔ خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ دونوں میں پہنچیں نہایت فکر ہوا۔ بیت الدعا میں بہت دعا کی گئی۔ خدا تعالیٰ شفا بخشے۔ پہلے اس سے الہام ہوا تھا کہ لاہور سے افسوسناک خبر آئی۔ وہی خبر پہنچ گئی۔ خدا تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ آمین۔ پھر بھی میں دعا کرونگا

دُرِّ ثمین

کلامِ منظوم

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

از انتشارات

نظارت اشاعت و تصنیف ربوہ (پاکستان)

حوالہ نمبر 16

مُناجات
اور
تبلیغِ حق

(منقول از براہین احمدیہ حصّہ پنجم صفحہ ۹۷ مطبوعہ ۱۹۰۸ء)

اے خدا اے کارساز و عیب پوش و کردگار — اے مرے پیارے مرے محسن مرے پروردگار
کس طرح تیرا کروں اے ذوالمنن شکر و سپاس — وہ زباں لاؤں کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار

بدگمانوں سے بچایا مجھ کو خود بن کر گواہ
کر دیا دشمن کو اک حملہ سے مغلوب اور خوار

کام جو کرتے ہیں تیری رہ میں پاتے ہیں جزا — مجھ سے کیا دیکھا کہ یہ لطف و کرم ہے بار بار
تیرے کاموں سے مجھے حیرت ہے اے میرے کریم — کس عمل پر مجھکو دی ہے خلعتِ قرب و جوار
کرمِ خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں — ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند
ورنہ درگہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمتگذار

دوستی کا دم جو بھرتے تھے وہ سب دشمن ہوئے — پر نہ چھوڑا ساتھ تو نے اے مرے حاجت برار
اے مرے یارِ یگانہ اے مری جاں کی پناہ — بس ہے تو میرے لئے مجھکو نہیں تجھ بن بکار
میں تو مر کر خاک ہوتا گر نہ ہوتا تیرا لطف — پھر خدا جانے کہاں یہ پھینک دی جاتی غبار
اے خدا جو تیری رہ میں میرا جسم و جان و دل — میں نہیں پاتا کہ تجھ سا کوئی کرتا ہو پیار

حوالہ نمبر 17

پورا زور لگایا اسپر ناگہاں بیٹے دیکھا کہ وہی شیر میرے اوپر کود کر حملہ آور ہوا ہے اسوقت بیٹے بیخود ہو کر چیخ ماری اور وہاں سے بھاگ اٹھا۔ حضرت خلیفہ ثانی بیان فرماتے تھے کہ وہ شخص پھر حضرت صاحب کا بہت معتقد ہو گیا تھا اور ہمیشہ جب تک زندہ رہا آپسے خط و کتابت رکھتا تھا۔

(۷۶) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ منشی محمد اروڑا صاحب مرحوم کپورتھلوی حضرت مسیح موعودؑ کے ذکر پر کہا کرتے تھے کہ ہم تو آپ کے منہ کے بھوکے تھے بیمار بھی ہوتے تھے تو آپ کا چہرہ دیکھنے سے اچھے ہو جاتے تھے خاکسار عرض کرتا ہے کہ منشی صاحب مرحوم پرانے مخلصوں میں سے تھے اور حضرت مسیح موعود میں ان کا نمبر صف اول میں شمار ہونا چاہیئے۔

(۷۷) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول نے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کسی سفر میں تھے سٹیشن پر پہنچے تو ابھی گاڑی آنے میں دیر تھی آپ بیوی صاحبہ کے ساتھ سٹیشن کے پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگ گئے۔ یہ دیکھکر مولوی عبدالکریم صاحب جنکی طبیعت غیور اور جوشیلی تھی میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ بہت لوگ اور پھر غیر لوگ اِدھر اُدھر پھرتے ہیں آپ حضرت صاحب سے عرض کریں کہ بیوی صاحبہ کو کہیں الگ بٹھا دیا جاوے مولوی صاحب فرماتے تھے کہ مَینے کہا میں تو نہیں کہتا آپ کہکر دیکھ لیں۔ ناچار مولوی عبدالکریم صاحب خود حضرت صاحب کے پاس گئے اور کہا کہ حضور لوگ بہت ہیں بیوی صاحبہ کو الگ ایک جگہ بٹھا دیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا جاؤ جی میں ایسے پردے کا قائل نہیں ہوں۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ اس کے بعد مولوی عبدالکریم صاحب سر نیچے ڈالے میری طرف آئے۔ مَیں نے کہا مولوی صاحب! جواب لے آئے؟

(۷۸) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ جن دنوں میں ہمارا چھوٹا بھائی مبارک احمد بیمار تھا ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول کو اسکے دیکھنے کے لئے گھر میں بلایا۔ اسوقت آپ صحن میں ایک چارپائی پر تشریف رکھتے تھے اور صحن میں کوئی فرش وغیرہ نہیں تھا۔ مولوی صاحب آتے ہی آپکی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
ولقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون
الحمد للہ
سیرت المہدی
علیہ السلام
حصہ اول
مرتبہ
حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے سلمہ اللہ تعالیٰ
حسب فرمائش
مولانا المکرم معظم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مولوی فاضل و منشی فاضل اول مدرس مدرسہ احمدیہ۔ قادیان
شیخ محمد فخر الدین احمدی (ملتانی) مہتمم احمدیہ کتاب گھر قادیان دارالامان کو شائع کرنیکا فخر حاصل ہے
سنہ ۱۹۲۳ء
قیمت فی جلد

حوالہ نمبر 18

(۲۲۶) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مرزا سلطان احمد صاحب نے کہ دادا صاحب نے طب کا علم حافظ روح اللہ صاحب باغبانپورہ لاہور سے سیکھا تھا اسکے بعد دہلی جاکر تکمیل کی تھی ۔

(۲۲۷) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ بیان کیا مجھ سے مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔ اے نے کہ ان سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بیان کیا کہ دادا صاحب کی ایک لائبریری تھی جو بڑے بڑے پٹاروں میں رہتی تھی۔ اور اس میں بعض کتابیں ہمارے خاندان کی تاریخ کے متعلق بھی تھیں۔ میری عادت تھی کہ میں دادا صاحب اور والد صاحب کی کتابیں وغیرہ چوری نکال کر لے جایا کرتا تھا۔ چنانچہ والد صاحب اور دادا صاحب بعض وقت کہا کرتے تھے۔ کہ ہماری کتابوں کو یہ ایک چوہا لگ گیا ہے ۔

(۲۲۸) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ مرزا سلطان احمد صاحب سے مجھے حضرت مسیح موعود کی ایک شعروں کی کاپی ملی ہے جو بہت پرانی معلوم ہوتی ہے۔ غالباً نوجوانی کا کلام ہے۔ حضرت صاحب کے اپنے خط میں ہے جسے میں پہچانتا ہوں بعض بعض شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں ؎

عشق کا روگ ہے کیا پوچھتے ہو اسکی دوا ۔۔۔ ایسے بیمار کا مرنا ہی دوا ہوتا ہے
کچھ مزا پایا مرے دل! ابھی کچھ پاؤ گے ۔۔۔ تم بھی کہتے تھے کہ اُلفت میں مزا ہوتا ہے

ہائے کیوں ہجر کے الم میں پڑے ۔۔۔ مفت بیٹھے بٹھائے غم میں پڑے
اسکے جانے سے صبر دل سے گیا ۔۔۔ ہوش بھی ورطۂ عدم میں پڑے

سبب کوئی خداوندا بنا دے ۔۔۔ کسی صورت سے وہ صورت دکھا دے
کرم فرما کے آ او میرے جانی ۔۔۔ بہت روئے ہیں اب ہم کو ہنسا دے
کبھی نکلے گا آخر تنگ ہو کر ۔۔۔ دلا اک بار شور و غل مچا دے

حوالہ نمبر 18

نہ سر کی ہوش ہے تمسکو نہ پا کی — سمجھ ایسی ہوئی قدرت خدا کی
مرے بُت اب سے پردہ میں رہو تم — کہ کافر ہو گئی خلقت خدا کی

نہیں منظور تھی گر تُم کو اُلفت — تو یہ مجھ کو بھی جتلایا تو ہوتا
مری دِلسوزیوں سے بے خبر ہو — مرا کچھ بھید بھی پایا تو ہوتا
دِل اپنا اسکو دوں یا ہوش یا جاں — کوئی اِک حکم فرمایا تو ہوتا

کوئی راضی ہو یا ناراض ہووے — رضامندی خدا کی مدعا کر

اس کاپی میں کئی شعر ناقص ہیں۔ یعنے بعض جگہ مصرعِ اول موجود ہے۔ مگر دوسرا نہیں ہے۔ اور بعض جگہ دوسرا ہے۔ مگر پہلا ندارد۔ بعض اشعار نظر ثانی کے لیئے بھی چھوٹے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ اور کئی جگہ فرخ تخلص استعمال کیا ہے ◆

(۲۲۹) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔ اے کہ تایا صاحب کی شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی تھی اور کئی دن تک جشن رہا تھا۔ اور ۲۲ طائفے ارباب نشاط کے جمع تھے۔ مگر والد صاحب کی شادی نہایت سادہ ہوئی تھی۔ اور کسی قسم کی خلاف شریعت رسوم نہیں ہوئیں۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ بھی تصرف الٰہی تھا۔ ورنہ دادا صاحب کو دونوں بیٹے ایک سے تھے۔ (نیز یہ طائفے ان لوگوں کی وجہ سے آئے ہوں گے۔ جو ایسے تماشوں میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ ورنہ خود دادا صاحب کو ایسی باتوں میں شغف نہیں تھا)

(۲۳۰) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔ اے۔ کہ ہماری دادی صاحبہ بڑی مہمان نواز سخی اور غریب پرور تھیں۔

(۲۳۱) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔ اے کہ مَیں نے سُنا ہوا ہے کہ ایک دفعہ والد صاحب سشن عدالت میں اسیسر مقرر ہوئے تھے۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔ (اسجگہ دیکھو روایت ۲۱۳)

حوالہ نمبر 19

(۲۹۹) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ حضرت صاحب
فرماتے تھے کہ مجھے وہ لوگ جو دنیا میں سادگی سے زندگی بسر کرتے ہیں بہت ہی پیارے لگتے ہیں ۔

(۲۹۷) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ حضرت
صاحب فرمایا کرتے تھے ۔ کہ مرضئ مولیٰ از ہمہ اولیٰ (یعنی خدا کی رضا سب سے مقدم ہونی چاہیئے)

(۲۹۸) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے
کہ مدت کی بات ہے جب میاں ظفر احمد صاحب کپورتھلوی کی پہلی بیوی فوت ہو گئی اور اُن کو
دوسری بیوی کی تلاش ہوئی ۔ تو ایک دفعہ حضرت صاحب نے اُن سے کہا کہ ہمارے گھر میں دو
لڑکیاں رہتی ہیں ۔ اُن کو میں لاتا ہوں آپ اُن کو دیکھ لیں ۔ پھر اُن میں سے جو آپ کو پسند ہو اُس
سے آپکی شادی کر دی جاوے ۔ چنانچہ حضرت صاحب گئے اور ان دو لڑکیوں کو بُلا کر کمرہ کے
باہر کھڑا کر دیا اور پھر اندر آ کر کہا کہ وہ باہر کھڑی ہیں آپ چک کے اندر سے دیکھ لیں چنانچہ
میاں ظفر احمد صاحب نے ان کو دیکھ لیا اور پھر حضرت صاحب نے اُن کو رخصت کر دیا ۔ اور
اسکے بعد میاں ظفر احمد صاحب سے پوچھنے لگے ۔ کہ اب بتاؤ ۔ تمہیں کونسی لڑکی پسند ہے ۔ وہ
نام تو کسیکا جانتے نہ تھے ۔ اس لئے انہوں نے کہا کہ جس کا منہ لمبا ہے ۔ وہ اچھی ہے اسکے
بعد حضرت صاحب نے میری رائے لی ۔ میں نے عرض کیا ۔ کہ حضور میں نے تو نہیں دیکھا ۔ پھر آپ خود
فرمانے لگے ۔ کہ ہمارے خیال میں تو دوسری لڑکی بہتر ہے ۔ جس کا منہ گول ہے ۔ پھر فرمایا جس شخص
کا چہرہ لمبا ہوتا ہے ۔ وہ بیماری وغیرہ کے بعد عموماً بدنما ہو جاتا ہے ۔ لیکن گول چہرہ کی خوبصورتی
قائم رہتی ہے ۔ میاں عبداللہ صاحب نے بیان کیا ۔ کہ اس وقت حضرت صاحب اور میاں
ظفر احمد صاحب اور میرے سوا اور کوئی شخص وہاں نہ تھا ۔ اور نیز یہ کہ حضرت صاحب ان لڑکیوں
کو کسی احسن طریق سے وہاں لائے تھے اور پھر ان کو مناسب طریق پر رخصت کر دیا تھا جس سے
ان کو کچھ معلوم نہیں ہوا مگر ان میں سے کسی کے ساتھ میاں ظفر احمد صاحب کا رشتہ نہیں ہوا ۔ یہ
مدت کی بات ہے ۔

خاکسار عرض کرتا ہے ۔ کہ اللہ کے نبیوں میں خوبصورتی کا احساس بھی نہایت ہوتا ہے ۔
دراصل جو شخص حقیقی حُسن کو پہچانتا اور اسکی قدر کرتا ہے ۔ وہ مجازی حُسن کو بھی ضرور پہچانیگا ۔ اور

حوالہ نمبر 20

کو قبول کر لونگا۔ اور اور بھی بہت سی لوگ حق کو قبول کر لینگے۔ اور حضرت صاحب نے یہ بھی کہا۔ کہ یہ بھی اُسے کہنا کہ جھوٹے کو اُسکے گھر تک پہنچانا چاہیئے۔ یہ ایک بڑا نادر موقعہ ہے مرزا صاحب نے بڑا شور مچا رکھا ہے۔ آپ اگر ان کو شکست دیدینگے اور ان سے انعام حاصل کر لینگے۔ تو یہ ایک عیسائیت کی نمایاں فتح ہوگی۔ اور پھر کوئی مسلمان سامنے نہیں بول سکیگا۔ وغیرہ وغیرہ۔ میاں عبداللہ صاحب کہتے ہیں۔ جسوقت حضرت صاحب نے یہ مجھ سے فرمایا۔ اسوقت شام کا وقت تھا۔ اور بارش ہو رہی تھی اور سردیوں کے دن تھے اسلیئے میاں حامد علی نے مجھے روکا۔ کہ صبح چلے جانا۔ مگر میں نے کہا۔ کہ جب حضرت صاحب نے فرمایا ہے۔ تو خواہ کچھ ہو۔ میں تو ابھی جاؤنگا۔ چنانچہ میں اسیوقت پیدل روانہ ہوگیا اور قریباً رات کے دس گیارہ بجے بارش سے تربتر اور سردی سے کانپتا ہوا بٹالہ پہنچا۔ اور اُسی وقت پادری مذکور کی کوٹھی پر گیا۔ وہاں پادری کے خانسامہ نے میری بڑی خاطر کی۔ اور مجھے سونے کے لئے جگہ دی۔ اور کھانا دیا۔ اور بہت آرام پہنچایا۔ اور وعدہ کیا۔ کہ صبح پادری صاحب سے ملاقات کراؤنگا۔ چنانچہ صبح ہی اُس نے مجھے پادری سے ملایا۔ اسوقت پادری کے پاس اس کی میم بھی بیٹھی تھی۔ میں نے اسی طریق پر جس طرح حضرت صاحب نے مجھے سمجھایا تھا۔ اس سے گفتگو کی۔ مگر اس نے انکار کیا۔ اور کہا کہ ہم ان باتوں میں نہیں آتے میں نے اسے بہت غیرت دلائی اور عیسائیت کی فتح ہوجانیکی صورت میں اپنے آپ کو حق کے قبول کرنے کیلئے تیار ظاہر کیا۔ مگر وہ انکار ہی کرتا چلا گیا۔ آخر میں مایوس ہو کر قادیان آگیا۔ اور حضرت صاحب سے سارا قصہ عرض کر دیا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ واقعہ غالباً سلسلۂ بیعت سے پہلے کا ہے۔

(۲۶۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے۔ کہ ایک دفعہ انبالہ کے ایک شخص نے حضرت صاحب سے فتویٰ دریافت کیا۔ کہ میری ایک بہن کنچنی تھی۔ اس نے اس حالت میں بہت سا روپیہ کمایا۔ پھر وہ مر گئی۔ اور مجھے اسکا ترکہ ملا مگر بعد میں مجھے اللہ تعالیٰ نے توبہ اور اصلاح کی توفیق دی۔ اب میں اس مال کو کیا کروں؟ حضرت صاحب نے جوابدیا۔ کہ ہمارے خیال میں اس زمانہ میں ایسا مال اسلام کی خدمت

حوالہ نمبر 20

میں خرچ ہو سکتا ہے۔ اور پھر مثال دیکر بیان کیا۔ کہ اگر کسی شخص پر کوئی سگِ دیوانہ حملہ کرے۔ اور اسکے پاس اسوقت کوئی چیز اپنے دفاع کے لئے نہ ہو۔ نہ سوٹی نہ پتھر وغیرہ۔ صرف چند نجاست میں پڑے ہوئے پیسے اسکے قریب ہوں۔ تو کیا وہ اپنی جان کی حفاظت کے لئے ان پیسوں کو اُٹھا کر اس کتے کو نہ دے ماریگا۔ اور اسوجہ سے رُک جاویگا۔ کہ یہ پیسے ایک نجاست کی نالی میں پڑے ہوئے ہیں ہرگز نہیں۔ پس اسی طرح اس زمانہ میں جو اسلام کی حالت ہے اسے مدِ نظر رکھتے ہوئے ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ اس روپیہ کو خدمت اسلام میں لگایا جا سکتا ہے۔ میاں عبداللہ صاحب نے بیان کیا۔ کہ اس زمانے میں جب کی یہ بات ہے۔ آجکل والے انگریزی پیسے زیادہ رائج نہ تھے۔ بلکہ موٹے موٹے بھدے سے پیسے چلتے تھے۔ جنکو سنوری پیسے کہتے ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ اس زمانہ میں خدمتِ اسلام کے لئے بعض شرائط کے ماتحت سودی روپیہ کے خرچ کئے جانے کا فتوے بھی حضرت صاحب نے اسی اصول پر دیا ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ یہ فتوے وقتی ہیں۔ اور خاص شرائط کے ساتھ مشروط ہیں۔ و من اعتدیٰ فقد ظلم وحارب اللہ۔

(۲۷۳) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کہ الاستقامۃ فوق الکرامۃ۔

(۲۷۴) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ سنوری نے کہ حضرت مسیح موعود فرماتے تھے۔ کہ سؤر سے مسلمانوں کو سخت نفرت ہے جو طبیعت کا ایک حصہ بن گئی ہے۔ اس میں یہ حکمت ہے کہ خدا اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ انسان اگر چاہے۔ تو تمام منہیات سے ایسی ہی نفرت کر سکتا ہے اور اُسے ایسی ہی نفرت کرنی چاہیئے۔

سبب نفرت

(۲۷۵) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ آتھم کے مباحثہ میں مَیں بھی موجود تھا۔ جب حضرت صاحب نے اپنے آخری مضمون میں یہ بیان کیا۔ کہ آتھم صاحب نے اپنی کتاب اندرونہ بائبل میں آنحضرت صلعم کو (نعوذ باللہ) دجال

قرآن مجید کا ترجمہ تھوڑا سا پڑھا دیا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ چند روز ہی جاری رہا۔ پھر بند ہوگیا۔ عام درس نہ تھا۔ صرف سادہ ترجمہ پڑھاتے تھے۔ یہ ابتدائی زمانہ مسیحیت کا واقعہ ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اسی طریق پر ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میاں عبداللہ صاحب سنوری کو بھی کچھ حصہ قرآن شریف کا پڑھایا تھا۔

۶۵۴ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ کسی وجہ سے مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نماز نہ پڑھا سکے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ بھی موجود نہ تھے۔ تو حضرت صاحب نے حکیم فضل الدین صاحب مرحوم کو نماز پڑھانے کے لئے ارشاد فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ حضور تو جانتے ہیں کہ مجھے بواسیر کا مرض ہے اور ہر وقت ریح خارج ہوتی رہتی ہے۔ مَیں نماز کس طرح سے پڑھاؤں؟ حضور نے فرمایا۔ حکیم صاحب آپ کی اپنی نماز باوجود اس تکلیف کے ہو جاتی ہے یا نہیں؟ انہوں نے عرض کیا۔ ہاں حضور۔ فرمایا۔ کہ پھر ہماری بھی ہو جائے گی۔ آپ پڑھائیے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ بیماری کی وجہ سے اخراج ریح جو کثرت کے ساتھ جاری رہتا ہو ناقض وضو نہیں سمجھا جاتا۔

۶۵۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سل دق کے مریض کے لئے ایک گولی بنائی تھی۔ اس میں کونین اور کافور کے علاوہ افیون۔ بھنگ اور دھتورہ وغیرہ زہریلی ادویہ بھی داخل کی تھیں۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ دوا کے طور پر علاج کے لئے اور جان بچانے کے لئے ممنوع چیز بھی جائز ہو جاتی ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ شراب کے لئے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہی فتویٰ تھا۔ کہ ڈاکٹر یا طبیب اگر دوائی کے طور پر دے تو جائز ہے۔ مگر باوجود اس کے آپ نے اپنے پڑدادا مرزا گل محمد صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ انہیں ان کی مرض الموت میں کسی طبیب نے شراب بتائی۔ مگر انہوں نے انکار کیا۔ اور حضرت صاحب نے اس موقعہ پر ان کی تعریف کی ہے کہ انہوں نے موت کو شراب پر ترجیح دی۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ فتویٰ اور ہے اور تقویٰ اور۔

۶۵۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت صاحب ایک دفعہ سالانہ جلسہ پر تقریر کر کے جب واپس گھر تشریف لائے۔ تو حضرت میاں صاحب سے (خلیفۃ المسیح

حوالہ نمبر 22

۸۴۱ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ خواجہ عبدالرحمن صاحب متوطن کشمیر نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام گھر میں جب رفع حاجت کے لئے پاخانہ میں جاتے تھے تو پانی کا لوٹا لازماً ساتھ لے جاتے تھے اور اندر طہارت کرنے کے علاوہ پاخانہ سے باہر آکر بھی ہاتھ صاف کرتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کا طریق تھا کہ طہارت سے فارغ ہو کر ایک دفعہ سادہ پانی سے ہاتھ دھوتے تھے۔ اور پھر مٹی مل کر دوبارہ صاف کرتے تھے۔

۸۴۳ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک شخص پچھتر سنگھ ریاست جموں کے تھے۔ وہ قادیان آکر مسلمان ہو گئے۔ نام ان کا شیخ عبدالعزیز رکھا گیا۔ ان کو لوگ اکثر کہتے تھے کہ ختنہ کرا لو۔ وہ بچارے چونکہ بڑی عمر کے ہو گئے تھے۔ اس لئے ہچکچاتے تھے۔ اور تکلیف سے بھی ڈرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ذکر کیا گیا۔ کہ آیا ختنہ ضروری ہے فرمایا بڑی عمر کے آدمی کے لئے ستر عورت فرض ہے مگر ختنہ صرف سنت ہے۔ اس لئے ان کے لئے ضروری نہیں کہ ختنہ کروائیں۔

۸۴۴ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت صاحب کے خادم میاں حامد علی مرحوم کی روایت ہے کہ ایک سفر میں حضرت صاحب کو احتلام ہوا جب میں نے یہ روایت سُنی تو بہت تعجب ہوا۔ کیونکہ میرا خیال تھا کہ انبیاء کو احتلام نہیں ہوتا۔ پھر بعد فکر کرنے کے اور طبی طور پر اس مسئلہ پر غور کرنے کے میں اس نتیجہ پر پہونچا۔ کہ احتلام تین قسم کا ہوتا ہے ایک فطرتی۔ دوسرا شیطانی خواہشات اور خیالات کا نتیجہ اور تیسرا مرض کی وجہ سے۔ انبیاء کو فطرتی اور بیماری والا احتلام ہو سکتا ہے۔ مگر شیطانی نہیں ہوتا۔ لوگوں نے سب قسم کے احتلام کو شیطانی سمجھ رکھا ہے جو غلط ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میر صاحب مکرم کا یہ خیال درست ہے کہ انبیاء کو بھی بعض اقسام کا احتلام ہو سکتا ہے اور میرا ہمیشہ سے یہی خیال رہا ہے۔ چنانچہ مجھے یاد ہے کہ جب میں نے بچپن میں اس حدیث کو پڑھا تھا کہ انبیاء کو احتلام نہیں ہوتا۔ تو اس وقت بھی میں نے دل میں یہی کہا تھا کہ اس سے شیطانی نظارہ والا احتلام مراد ہے نہ کہ ہر قسم کا احتلام۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ میر صاحب نے جو فطرتی احتلام اور بیماری کے احتلام کی اصطلاح لکھی ہے یہ غالباً ایک ہی قسم ہے۔ جس میں صرف

BACK

لوگوں نے اسی وقت فلاسفر سے معافی مانگی اور اس کو دودھ پلایا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس واقعہ کا ذکر روایت نمبر ۴۴۳ میں بھی ہو چکا ہے اور مارنے کی وجہ یہ تھی کہ فلاسفر صاحب منہ پھٹ تھے۔ اور جو دل میں آتا تھا وہ کہہ دیتے تھے اور مذہبی بزرگوں کے احترام کا خیال نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ کسی ایسی ہی حرکت پر بعض لوگ انہیں مار بیٹھے تھے۔ مگر حضرت مسیح موعود نے اُسے پسند نہیں فرمایا۔ آجکل فلاسفر صاحب اسی قسم کی حرکات کی وجہ سے جماعت سے خارج ہو چکے ہیں۔

۸۹۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ میں نے پہلی مرتبہ دسمبر ۱۹۰۲ء میں بموقعہ جلسہ سالانہ حضرت احمد علیہ السلام کو دیکھا۔ حضرت سید عبداللطیف صاحب شہید کابل بھی ان ایام میں قادیان میں مقیم تھے۔ حضرت اقدس ان سے فارسی زبان میں گفتگو فرمایا کرتے تھے۔

۸۹۲ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ جب میں پہلی مرتبہ قادیان آیا۔ تو حضرت اقدس ان ایام میں [illegible] نا عبدالکریم صاحب کی اقتدا میں نماز پڑھا کرتے تھے اور مسجد مبارک میں جو گھر کی طرف کو ایک کھڑکی کی طرز کا دروازہ ہے اُسکے قریب دیوار کے ساتھ کھڑے ہوا کرتے تھے۔ بحالت نماز ہاتھ سینہ پر باندھتے تھے اور اکثر اوقات نماز مغرب سے عشاء تک مسجد کے اندر احباب میں جلوہ افروز ہو کر مختلف مسائل پر گفتگو فرماتے تھے۔

۸۹۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک زمانہ میں حضرت اقدس حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے ساتھ اس کوٹھڑی میں نماز کے لئے کھڑے ہوا کرتے تھے جو مسجد مبارک میں بجانب مغرب تھی۔ مگر ۱۹۰۷ء میں جب مسجد مبارک وسیع کی گئی تو وہ کوٹھڑی منہدم کر دی گئی۔ اس کوٹھڑی کے اندر حضرت صاحب کے کھڑے ہونے کی وجہ اغلباً یہ تھی کہ قاضی یار محمد صاحب حضرت اقدس کو نماز میں تکلیف دیتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ قاضی یار محمد صاحب بہت مخلص آدمی تھے۔ مگر ان کے دماغ میں کچھ خلل تھا جس کی وجہ سے ایک زمانہ میں ان کا یہ طریق ہو گیا تھا کہ حضرت صاحب کے جسم کو ٹٹولنے لگ جاتے تھے اور تکلیف اور پریشانی کا باعث ہوتے تھے۔

حوالہ نمبر 24

درست ہے۔ لیکن ہم لوگ جو خدا کے رسول کو ہاتھ لگاتے اور بوسہ دیتے اور مٹھیاں بھرتے ہیں۔ جتنے کہ میں تو اس قدر بے ادب ہوں کہ جب نماز میں حضرت صاحب کے ساتھ کھڑا ہوتا ہوں تو اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ نماز ٹوٹتی ہے یا نہیں۔ مونڈھا کہنی جو بھی آپ کے ساتھ لگ سکے لگاتا ہوں۔ کیا دوزخ کی آگ ہم کو بھی چھوئے گی۔ ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا کہ بھائی صاحب بات تو ٹھیک ہے لیکن تابعداری شرط ہے۔ اللہ اللہ یہ اس وقت کی حالت ہے۔ اور اب ڈاکٹر صاحب کی یہ حالت ہے کہ حضرت صاحب کے جگر گوشہ اور خلیفۂ وقت سے منحرف ہو رہے ہیں۔

۹۰۲ بسم اللہ الرحمن الرحیم:۔ قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ جولائی ۱۹۰۴ء کا واقعہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام گورداسپور کی کچہری سے باہر تشریف لائے۔ اور خاکسار سے کہا کہ انتظام کرو کہ نماز پڑھ لیں۔ خاکسار نے ایک دری نہایت شوق سے اپنی چادر پر بغرض جا نماز ڈال دی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اقتداء میں نماز ظہر و عصر ادا کی۔ اس وقت غالباً ہم بیس احمدی مقتدی تھے۔ نماز سے فارغ ہونے پر معلوم ہوا کہ وہ دری حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی تھی۔ اور انہوں نے لے لی۔

۹۰۳ بسم اللہ الرحمن الرحیم:۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ قدیم مسجد مبارک میں حضور علیہ السلام نماز جماعت میں ہمیشہ پہلی صف کے دائیں طرف دیوار کے ساتھ کھڑے ہوا کرتے تھے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں سے آجکل موجودہ مسجد مبارک کی دوسری صف شروع ہوتی ہے۔ یعنی بیت الفکر کی کوٹھری کے ساتھ ہی مغربی طرف۔ امام اگلے حجرہ میں کھڑا ہوتا تھا۔ پھر ایسا اتفاق ہوا کہ ایک شخص پر جنون کا غلبہ ہوا۔ اور وہ حضرت صاحب کے پاس کھڑا ہونے لگا۔ اور نماز میں آپ کو تکلیف دینے لگا۔ اور اگر کبھی اس کو پچھلی صف میں جگہ ملتی۔ تو ہر سجدہ میں وہ صفیں پھلانگ کر حضور کے پاس آتا اور تکلیف دیتا اور قبل اس کے کہ امام سجدہ سے سر اٹھائے۔ وہ اپنی جگہ پر واپس چلا جاتا۔ اس تکلیف سے تنگ آکر حضور نے امام کے پاس حجرہ میں کھڑا ہونا شروع کر دیا۔ مگر وہ بھلا مانس حتی المقدور وہاں بھی پہونچ جایا کرتا اور ستایا کرتا تھا۔ مگر پھر بھی وہاں نسبتاً امن تھا۔ اس کے بعد آپ وہیں نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ مسجد کی توسیع ہو گئی۔ یہاں بھی آپ دوسرے مقتدیوں سے آگے امام کے پاس ہی کھڑے ہوتے رہے۔ مسجد اقصےٰ میں جمعہ اور عیدین

BACK

حوالہ نمبر 24

کے موقعہ پر آپ صف اول میں عین امام کے پیچھے کھڑے ہُوا کرتے تھے۔ وہ معذور شخص جو دیوانہ مخلص تھا اپنے خیال میں اظہار محبت کرتا اور جسم پر نامناسب طور پر ہاتھ پھیر کر تبرک حاصل کرتا تھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس کا ذکر روایت ۸۹۳ میں بھی ہو چکا ہے۔
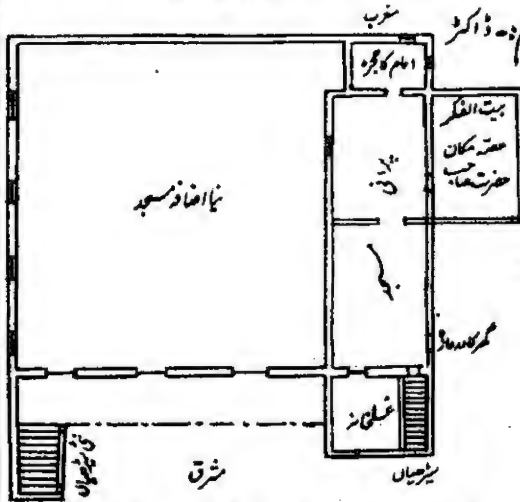
۹۰۴ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ قدیم مسجد مبارک کا نقشہ یہ ہے۔ اس کے تین حصے تھے۔ ایک چھوٹا مغربی حجرہ امام کے لئے تھا جس میں دو کھڑکیاں تھیں۔ درمیانی حصہ جس میں دو صفیں اور فی صف ۶ آدمی ہوتے تھے۔ اسی میں

مغرب
امام کا حجرہ
بیت الفکر
حصہ مکان حضرت صاحب
نیا اضافہ مسجد
گھر کا دروازہ
غسلخانہ
مشرق
سیڑھیاں

بیت الفکر کی کھڑکی کھلتی تھی اور اس کے مقابل پر جنوبی دیوار میں ایک کھڑکی روشنی کے لئے کھلتی تھی۔ تیسرا باہر کا مشرقی حصہ اس میں عموماً دو اور بعض اوقات تین صفیں اور فی صف ۵ آدمی ہُوا کرتے تھے اسی میں نیچے سیڑھیاں آتی ہیں اور ایک دروازہ اس کا غسلخانہ میں تھا جو اَب چھوٹے کمرہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے اسی تیسرے حصہ میں ایک دروازہ شمالی دیوار میں حضرت صاحب کے گھر میں کھلتا تھا۔ غرضیکہ اس زمانہ میں مسجد مبارک میں امام سمیت ۲۳ آدمیوں کی بافراغت گنجائش تھی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ جو کمرہ بطور غسلخانہ دکھایا گیا ہے اس میں حضرت صاحب کے کُرتہ پر سُرخی کے چھینٹے پڑنے کا نشان ظاہر ہُوا تھا۔

۹۰۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ خاکسار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ قلمی تحریر دیکھی ہے جس میں حضور نے اس زمانہ کی جماعت کی بابت لکھا تھا کہ وہ انشاء اللہ جنت میں میرے ساتھ ہوں گے۔ اس زمانہ کی جماعت کچھ تو محمد خاں صاحب مرحوم منشی ... ے خاں صاحب مرحوم اور منشی ظفر احمد صاحب نمایاں ...

جو تم میرے بیٹے ہو گے تو ناول نہیں پڑھو گے۔"

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مجھے یہ واقعہ یاد نہیں۔ مگر اس روایت سے مجھے ایک خاص مرشد حاصل ہوا ہے کیونکہ مَیں بچپن سے محسوس کرتا آیا ہوں کہ مجھے ناول خوانی کی طرف کبھی توجہ نہیں ہوئی۔ نہ بچپن میں نہ جوانی میں اور نہ اب۔ بلکہ ہمیشہ اس کی طرف سے بے رغبتی رہی ہے حالانکہ اکثر نوجوانوں کو اس میں کافی شغف ہوتا ہے اور خاندان میں بھی بعض افراد کبھی کبھی ناول پڑھتے رہے ہیں۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت حضرت صاحب نے کسی کو ناول پڑھتے دیکھا ہوگا۔ یا کسی اور وجہ سے ادھر توجہ ہوئی ہوگی۔ جس پر بطریق انتباہ مجھے یہ نصیحت فرمائی۔ اور الحمدللہ مَیں حضرت صاحب کی توجہ سے خدا کے فضل کے ساتھ اس لغو شغل سے محفوظ رہا۔

۷۸۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت ام المومنین نے ایک دن سُنایا کہ حضرت صاحب کے ہاں ایک بوڑھی ملازمہ مسماۃ بھانو تھی۔ وہ ایک رات جبکہ خوب سردی پڑ رہی تھی۔ حضور کو دبانے بیٹھی۔ چونکہ وہ لحاف کے اوپر سے دباتی تھی۔ اس لئے اُسے یہ پتہ نہ لگا کہ جس چیز کو مَیں دبا رہی ہوں۔ وہ حضور کی ٹانگیں نہیں ہیں بلکہ پلنگ کی پٹی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت صاحب نے فرمایا۔ بھانو آج بڑی سردی ہے۔ بھانو کہنے لگی۔ "ہاں جی تدے تے تہاڈی لتاں لکڑی وانگر ہویاں ایں۔" یعنی جی ہاں جبھی تو آج آپ کی لاتیں لکڑی کی طرح سخت ہو رہی ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب نے جو بھانو کو سردی کی طرف توجہ دلائی تو اس میں بھی غالباً یہ جتانا مقصود تھا کہ آج شاید سردی کی شدت کی وجہ سے تمہاری حس کمزور ہو رہی ہے اور تمہیں پتہ نہیں لگا کہ کس چیز کو دبا رہی ہو۔ مگر اس نے سامنے سے اور ہی لطیفہ کر دیا۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ بھانو مذکورہ قادیان کے ایک قریب کے گاؤں بسرا کی رہنے والی تھی۔ اور اپنے ماحول کے لحاظ سے اچھی مخلصہ اور دیندار تھی۔

۷۸۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ قریباً ۱۸۹۵ء یا ۱۸۹۶ء کا واقعہ ہے کہ کہیں سے ایک بہت بڑا لوہے چینی کا پیالہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس آیا جس کی بڑائی کی وجہ سے معلوم نہیں اہل بیت نے یا خود حضرت صاحب نے اس کا نام

BACK

حوالہ نمبر 27

کس خیال میں پھر رہے تھے۔ ورنہ حضور کو اکیلے پھرتے لدھیانہ میں نہ دیکھا تھا۔ اور خاکسار بھی اسی خیال سے سامنے نہ ہوا کہ شاید کوئی بھید ہوگا۔ پھر اسی لدھیانہ میں خاکسار نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ جب حضرت اقدس علیہ السلام دہلی سے واپس لدھیانہ تشریف لائے۔ تو حضور کی زیارت کے لئے اس قدر اسٹیشن پر ہجوم ہو گیا تھا کہ بڑے بڑے معزز لوگ آدمیوں کی کثرت اور دھکا پیل سے زمین پر گر گئے تھے اور پولیس والے بھی عاجز آ گئے تھے گرد وغبار آسمان کو جا رہا تھا۔ اور حضور اقدس علیہ السلام نے بھی بڑی محبت سے لوگوں کو فرمایا کہ ہم تو یہاں چوبیس گھنٹے ٹھہریں گے ملنے والے وہاں قیامگاہ پر آ جائیں۔ ایک وقت اکیلے یہاں پھرتے دیکھا اور پھر یہ بھی دیکھا کہ اس قدر ہجوم آپ کی زیارت کے لئے جمع ہو گیا تھا۔

اس موخرالذکر سفر میں حضور علیہ السلام نے لدھیانہ میں ایک لیکچر دیا جس میں ہندو عیسائی مسلمان اور بڑے بڑے معزز لوگ موجود تھے۔ تین گھنٹے حضور اقدس نے تقریر فرمائی۔ حالانکہ بوجہ سفر دہلی کچھ طبیعت بھی درست نہ تھی۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ اس لئے حضور اقدس نے بوجہ سفر روزہ نہ رکھا تھا۔ اب حضور اقدس نے تین گھنٹہ تقریر جو فرمائی تو طبیعت پر ضعف سا طاری ہوا۔ مولوی محمد احسن صاحب نے اپنے ہاتھ سے دودھ پلایا۔ جس پر ناواقف مسلمانوں نے اعتراضاً کہا کہ مرزا رمضان میں دودھ پیتا ہے۔ اور شور کرنا چاہا۔ لیکن چونکہ پولیس کا انتظام اچھا تھا۔ فوراً یہ شور کرنے والے مسلمان وہاں سے نکال دیئے گئے۔ اس موقعہ پر یہاں پر تین تقاریر ہوئیں۔ اوّل مولوی سید محمد احسن صاحب کی دُوسرے حضرت مولوی نور الدین صاحب کی۔ تیسرے حضور اقدس علیہ السّلام کی پھر یہاں سے حضور امرتسر تشریف لے گئے۔ وہاں سُنا ہے کہ مخالفوں کی طرف سے سنگباری بھی ہوئی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ بازار میں اکیلے پھرنے کی بات تو خیر ہوئی مگر مجھے یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ حضور بازار کے اندر صرف صدری میں پھر رہے تھے۔ اور جسم پر کوٹ نہیں تھا۔ کیونکہ حضرت صاحب کا طریق تھا کہ گھر سے باہر ہمیشہ کوٹ پہنکر نکلتے تھے۔ پس اگر میر صاحب کو کوئی غلطی نہیں لگی تو اس وقت کوئی خاص بات ہوگی یا جلدی میں کسی کام کی وجہ سے نکل آئے ہوں گے۔ یا کوٹ کا خیال نہیں آیا ہوگا

۳۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ مجھ سے میری لڑکی زینب بیگم نے بیان کیا کہ میں تین ماہ کے قریب حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت

میں رہی ہوں۔ گرمیوں میں پنکھا وغیرہ اور اسی طرح کی خدمت کرتی تھی۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ نصف رات یا اس سے زیادہ مجھکو پنکھا ہلاتے گذر جاتی تھی۔ مجھکو اس اثنا میں کسی قسم کی تھکان و تکلیف محسوس نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ خوشی سے دل بھر جاتا تھا۔ دو دفعہ ایسا موقعہ آیا کہ عشاء کی نماز سے لے کر صبح کی اذان تک مجھے ساری رات خدمت کرنے کا موقعہ ملا۔ پھر بھی اس حالت میں مجھکو نہ نیند نہ غنودگی اور نہ تھکان معلوم ہوئی۔ بلکہ خوشی اور سرور پیدا ہوتا تھا۔ اسی طرح جب مبارک احمد صاحب بیمار ہوئے۔ تو مجھکو ان کی خدمت کے لئے بھی اسی طرح کئی راتیں گذارنی پڑیں۔ تو حضور نے فرمایا کہ زینب اس قدر خدمت کرتی ہے کہ ہمیں اس سے شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ اور آپ کئی دفعہ اپنا تبرک مجھے دیا کرتے تھے۔

۹۱۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت خلیفہ اول کے درس میں جب آیت وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی۔ ان ربی غفور رحیم آیا کرتی۔ تو آپ کہا کرتے تھے کہ یہ عزیز مصر کی بیوی کا قول ہے۔ ایک دفعہ حضرت صاحب کے سامنے بھی یہ بات کسی دوست نے پیش کر دی۔ کہ مولوی صاحب اسے امراۃ العزیز کا قول کہتے ہیں۔ حضرت صاحب فرمانے لگے۔ کیا کسی کافر یا بدکار عورت کے منہ سے بھی ایسی معرفت کی بات نکل سکتی ہے۔ اس فقرہ کا تو لفظ لفظ کمال معرفت پر دلالت کرتا ہے۔ یہ تو سوائے نبی کے کسی کا کلام نہیں ہو سکتا۔ یہ عجز اور اعتراف کمزوری کا اور اللہ تعالیٰ پر توکل اور اس کی صفات کا ذکر یہ انبیاء ہی کی شان ہے۔ آیت کا مضمون ہی بتا رہا ہے۔ کہ یوسف کے سوا اور کوئی اسے نہیں کہہ سکتا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس واقعہ کا ذکر روایت ۲۲۰ میں بھی آچکا ہے۔

۹۱۲ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دفعہ کسی تکلیف کے علاج کے لئے اس عاجز کو یہ حکم دیا۔ کہ ڈاکٹر محمد حسین صاحب لاہوری ساکن بھاٹی دروازہ سے (جو مدت ہوئے فوت ہو چکے ہیں) نسخہ لکھوا کر لاؤ۔ اور اپنا حال بھی لکھدیا۔ اور بتا بھی دیا۔ چنانچہ میں ڈاکٹر صاحب موصوف کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے نسخہ لاکر حضرت صاحب کو دیا۔ ڈاکٹر صاحب سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت صاحب ان سے پہلے

حوالہ نمبر 28

اور اچھی روٹی رکھتا تھا۔ مگر حضرت مولوی صاحب بکمال بے نفسی و سکینی مدتوں اسی کھانے کو کھاتے رہے اور کوئی اشارہ تک اس کی اس حرکت کے متعلق نہ کیا۔ پھر اس کے بعد وہ زمانہ آیا کہ لوگ اپنے گھروں میں انتظام کھانے کا کرنے لگے تو ان دنوں میں چند دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت مولوی صاحب اگر کبھی بیمار ہوتے اور حضرت صاحب کو معلوم ہوتا کہ مولوی صاحب کے کھانے کا انتظام ٹھیک نہیں ہے تو آپ اپنے ہاں سے ان کے لئے کھانا بھجوانا شروع کر دیتے تھے۔ جو مدت تک باقاعدہ ان کے لئے جاتا رہتا تھا۔

۹۵۴ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے لاہور کی پہلی شادی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گورداسپور میں کرائی تھی۔ جب رشتہ ہونے لگا۔ تو لڑکی کو دیکھنے کے لئے حضور نے ایک عورت کو گورداسپور بھیجا تاکہ وہ آکر رپورٹ کرے کہ لڑکی صورت و شکل وغیرہ میں کیسی ہے اور مولوی صاحب کے لئے موزوں بھی ہے یا نہیں۔ چنانچہ وہ عورت گئی۔ جاتے ہوئے اسے ایک یادداشت لکھ کر دی گئی۔ یہ کاغذ میں نے لکھا تھا اور حضرت صاحب نے مشورہ حضرت ام المؤمنین لکھوایا تھا۔ اس میں مختلف باتیں نوٹ کرائی تھیں۔ مثلاً یہ کہ لڑکی کا رنگ کیسا ہے۔ قد کتنا ہے۔ اس کی آنکھوں میں کوئی نقص تو نہیں۔ ناک۔ ہونٹ۔ گردن۔ دانت۔ چال ڈھال وغیرہ کیسے ہیں۔ غرض بہت ساری باتیں ظاہری شکل و صورت کے متعلق لکھوا دی تھیں۔ کہ ان کی بابت خیال رکھے۔ اور دیکھ کر واپس آکر بیان کرے۔ جب وہ عورت واپس آئی اور اس نے ان سب باتوں کی بابت اچھا یقین دلایا۔ تو رشتہ ہو گیا۔ اسی طرح جب خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم نے اپنی بڑی لڑکی حضرت میاں صاحب (یعنی خلیفۃ المسیح الثانی) کے لئے پیش کی۔ تو ان دنوں میں یہ خاکسار ڈاکٹر صاحب موصوف کے پاس چکراتہ پہاڑ پر جہاں وہ متعین تھے۔ بطور تبدیل آب و ہوا گیا ہوا تھا۔ واپسی پر مجھ سے لڑکی کا حلیہ وغیرہ تفصیل سے پوچھا گیا۔ پھر حضرت میاں صاحب سے بھی شادی سے پہلے کئی لڑکیوں کا نام لے لے کر حضور نے ان کی والدہ کی معرفت دریافت کیا کہ ان کی کہاں مرضی ہے چنانچہ حضرت میاں صاحب نے بھی والدہ ناصر احمد کو انتخاب فرمایا اور اس کے بعد شادی ہو گئی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلعم بھی تاکید فرمایا کرتے تھے کہ شادی سے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ذکرِ حبیبؐ کم نہیں وصلِ حبیب سے

ذکرِ حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام

مُصنّفہ

حضرت قبلہ مفتی محمد صادق صاحب

جسے

منیجر بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان ضلع گورداسپور نے

شائع کیا

دسمبر سنہ ۱۹۳۶ء

بار اول

تعداد طبع ۱۰۰۰

حوالہ نمبر 29

یہی مسئلہ پیش کیا۔ کہ آپؑ کی بعض تحریروں سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپؑ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اِس لئے لوگوں کو ٹھوکر لگتی ہے۔ حضرت صاحبؑ نے اسکی تشریح فرمائی۔ کہ میری مُراد اس سے کیا ہے۔ جسپر اُن مولوی صاحب نے کہا۔ کہ اچھا آپؑ تحریر کردیں۔ کہ آپؑ کی تحریرات میں جہاں کہیں نبوت کا لفظ ہے، وہ ایسا نہیں۔ کہ جو ختم نبوت کے منافی ہو۔ اور اس سے مراد محدثیت ہے۔ حضرت صاحبؑ نے فرمایا۔ کہ بیشک میں لکھدیتا ہوں۔ چنانچہ اُسی وقت حضورؑ نے ایک تحریر لکھکر مولوی صاحب کو دیدی۔ جو کہ اُنہوں نے اپنے پاس رکھ لی۔ تاکہ اُن لوگوں کو دکھائیں۔ جو اس وجہ سے حضرت صاحبؑ پر کُفر کا فتویٰ لگاتے تھے۔ انہی دنوں میں ایک دن بعض شریر لوگ مخالف مولویوں کے بھکانے سے اُس مکان پر حملہ کرکے آگئے۔ جہاں پر ہم ٹھیرے ہُوئے تھے۔ اور مکان کے اُوپر زنانہ میں گھسنا چاہتے تھے۔ مگر چند احمدیوں نے جو ساتھ تھے۔ بڑی ہمت سے سیڑھیوں میں کھڑے ہوکر اُن لوگوں کو روکا۔ اور بعد میں پولیس کے پہنچ جانے سے وہ لوگ منتشر ہوئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امرتسر جانے کی خبر سے بعض اور احباب بھی مختلف شہروں سے وہاں آگئے۔ چنانچہ کپور تھلہ سے محمدؐ خاں صاحب مرحوم اور منشی ظفر احمدؐ صاحب بہت دنوں وہاں ٹھیرے رہے۔ گرمی کا موسم تھا۔ اور منشی صاحب اور میں ہردو نحیف البدن اور چھوٹے قد کے آدمی ہونے کے سبب ایک ہی چارپائی پر دونوں لیٹ جاتے تھے۔ ایک شب دس۱۰ بجے کے قریب میں تھیئٹر میں چلا گیا۔ جو مکان کے قریب ہی تھا۔ اور تماشہ ختم ہونے پر دو۲ بجے رات کو واپس آیا۔ صبح منشی ظفر احمدؐ صاحب نے میری عدم موجودگی میں حضرت صاحبؑ کے پاس میری شکایت کی۔ کہ مفتی صاحب رات تھیئٹر چلے گئے تھے۔ حضرت صاحبؑ نے فرمایا۔ ایک دفعہ ہم بھی گئے تھے۔ تاکہ معلوم ہو۔ کہ وہاں کیا ہوتا ہے۔ اِس کے سوا اَور کچھ نہیں فرمایا۔ منشی ظفر احمدؐ صاحب نے خود ہی مجھ سے ذکر کیا۔ کہ میں تو حضرت صاحبؑ کے پاس آپکی شکایت لیکر گیا تھا۔ اور میرا خیال تھا۔ کہ حضرت صاحبؑ آپکو بُلاکر تنبیہ کریں گے۔ مگر حضورؑ نے تو صرف یہی فرمایا۔ کہ ایک دفعہ ہم بھی گئے تھے۔ اور اس سے معلومات حاصل ہوتے ہیں۔ میں نے کہا کہ

الناشر
الشرکۃ الاسلامیۃ لمیٹڈ

۹۵ — ۱۹۰۶ء ۲۴ فروری

شد جہانِ عشق بروے آشکار[1]

۹۶ — ۱۹۰۶ء ۸ مارچ

زلزلہ کے متعلق دُعا کی گئی۔ کہ کب آویگا۔ الہام ہوا :-

عَلٰی اُصُوْلِہٖ الْقَدِیْمِ[2]۔

۹۷

پھر الہام ہوا :-

رَبِّ لَا تُرِنِیْ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ[3]۔

نوٹ :- پہلی کاپی کے بعد چند اوراق اور ملے۔ جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے قلم مبارک سے مندرجہ ذیل رؤیا و الہامات لکھے ہوئے تھے۔ جو کہ خلافت لائبریری ربوہ میں موجود ہیں۔ (مرتب)

۱ — ۱۸۹۲ء ۲۵ جولائی

مطابق ۳۰ ذی الحجہ روز شنبہ۔ آج میں نے بوقت صبح صادق چار بجے خواب میں دیکھا کہ ایک حویلی ہے۔ اس میں میری بیوی والدہ محمود اور ایک عورت بیٹھی ہے۔ تب میں نے ایک مشک سفید رنگ میں پانی بھرا ہے۔ اور اس مشک کو اُٹھا کر لایا ہوں۔ اور وہ پانی لا کر ایک گھڑے میں ڈال دیا ہے۔ میں پانی کو ڈال چکا تھا کہ وُہ عورت جو بیٹھی ہوئی تھی، یکایک سُرخ اور خوش رنگ لباس پہنے ہوُئے میرے پاس آگئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جوان عورت ہے۔ پیروں سے سر تک سُرخ لباس پہنے ہوُئے۔ شاید جالی کا کپڑا ہے۔ مَیں نے دل میں خیال کیا کہ وُہی عورت ہے جس کے لئے اشتہار دئے تھے۔ لیکن اس کی صُورت میری بیوی کی صُورت معلوم ہوئی۔ گویا اُس نے کہا۔ یا دل میں کہا کہ میں آگئی ہوں۔ میں نے کہا یا اللہ آجاوے۔ فالحمد للہ علٰی ذالک۔

اس سے دو۲ چار روز پہلے خواب دیکھا تھا۔ کہ روشن بی بی میرے دالان کے دروازہ پر آ کھڑی ہُوئی ہے۔ اور مَیں دالان کے اندر بیٹھا ہوں

---

[1] (ترجمہ از مرتب) عشق کا جہان اس پر کھُل گیا۔ [2] (ترجمہ از مرتب) پُرانے اصول پر۔

[3] (ترجمہ از مرتب) اَے میرے ربّ مجھے قیامت نما زلزلہ نہ دکھا۔

BACK

حوالہ نمبر 31

۹۲۹ بسم اللہ الرحمن الرحیم :۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مفصلہ ذیل ادویات حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیشہ اپنے صندوق میں رکھتے تھے۔ اور انہی کو زیادہ استعمال کرتے تھے۔ انگریزی ادویہ میں سے کونین۔ ایسٹن سیرپ۔ فولاد۔ ارگٹ۔ وائینم اپی کاک۔ کوکا اور کولا کے مرکبات۔ سپرٹ امونیا۔ بید مشک۔ سٹرنس وائن آف کاڈ لیور آئل۔ کلورو ڈین کاکل پل سلفیورک ایسڈ ایرومیٹک۔ سکاٹس ایملشن۔ رکھا کرتے تھے۔ اور یونانی میں سے۔ مشک۔ عنبر کافور ہینگ۔ جدوار۔ اور ایک مرکب جو خود تیار کیا تھا یعنی تریاق الہٰی رکھا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ ہینگ غریب کی مشک ہے۔ اور فرماتے تھے کہ افیون میں عجیب وغریب فوائد ہیں۔ اسی لئے اسے حکماء نے تریاق کا نام دیا ہے۔ ان میں سے بعض دوائیں اپنے لئے ہوتی تھیں۔ اور بعض دوسرے لوگوں کے لئے۔ کیونکہ اور لوگ بھی حضور کے پاس دوا لینے آیا کرتے تھے۔

۹۳۰ بسم اللہ الرحمن الرحیم :۔ میاں امام الدین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک روز حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد مبارک میں نماز صبح کے وقت کچھ پہلے تشریف لے آئے ابھی کوئی روشنی نہ ہوئی تھی۔ اس وقت آپ مسجد کے اندر اندھیرے میں ہی بیٹھے رہے۔ پھر جب ایک شخص نے آکر روشنی کی تو فرمانے لگے کہ دیکھو روشنی کے آگے ظلمت کس طرح بھاگتی ہے۔

۹۳۱ بسم اللہ الرحمن الرحیم :۔ میاں امام الدین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک روز پیر سراج الحق صاحب سرساوی اپنے علاقہ کے آموں کی تعریف کر رہے تھے کہ ہمارے علاقہ میں آم بہت میٹھے ہوتے ہیں۔ جو لوگ ان کو کھاتے ہیں۔ تو گٹھلیوں کا ڈھیر لگا دیتے ہیں گویا لوگ کثرت سے آم چوستے ہیں۔ اس وقت حضرت اقدس بھی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمایا پیر صاحب جو آم میٹھے ہوتے ہیں وہ عموماً ثقیل ہوتے ہیں اور جو آم کسی قدر ترش ہوتے ہیں وہ سریع الہضم ہوتے ہیں۔ پس میٹھے اور ترش دونوں چوسنے چاہئیں۔ کیونکہ قدرت نے ان کو ایسا ہی بنایا ہے۔

۹۱ بسم اللہ الرحمن الرحیم :۔ میاں امام الدین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکثر فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تکمیل ہدایت کا زمانہ تھا۔ اور مسیح موعود کا زمانہ تکمیل اشاعت کا زمانہ ہے۔

۹۳۳ بسم اللہ الرحمن الرحیم :۔ میاں امام الدین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت

BACK

حوالہ نمبر 32

سمجھکر ہلا کر جیسا کہ لوٹے کو دھوتے وقت کرتے ہیں پھینک دیا۔ جب مجھے معلوم ہُوا کہ یہ دودھ تھا۔ تو مجھے سخت ندامت ہوئی لیکن حضور نے بڑی نرمی اور دلجوئی سے فرمایا۔ اور بار بار فرمایا۔ کہ بہت اچھا ہُوا کہ آپ نے اُسے پھینک دیا۔ یہ دودھ اب خراب ہو چکا تھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ علاوہ دلداری کے حضرت صاحب کا منشا یہ ہوگا کہ لوٹے وغیرہ کی قسم کے برتن میں اگر دودھ زیادہ دیر تک پڑا رہے تو وہ خراب ہو جاتا ہے۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ میاں عبدالعزیز صاحب حضرت صاحب کے پُرانے مخلصین میں سے ہیں اور اب ایک عرصہ سے پٹوار کے کام سے ریٹائر ہو کر قادیان میں سکونت پذیر ہو چکے ہیں۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ منشی عبدالعزیز صاحب کی بہت سی روایات مجھے مکرم مرزا عبدالحق صاحب وکیل گورداسپور نے لکھکر دی ہیں۔ فجزاہ اللہ خیراً۔

۵۶۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ ایک شخص مسمی سانون ساکن سیکھواں نے میرے ساتھ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔ اب وہ مقبرہ بہشتی میں دفن ہیں۔ ان کو نزول الماء کی بیماری تھی۔ حضرت خلیفہ اوّل ؓ کو آنکھیں دکھائیں تو انہوں نے فرمایا۔ کہ پہلے پانی آکر بینائی بالکل جاتی رہے گی۔ تو پھر ان کا علاج کیا جائے گا۔ ان کو اس سے بہت صدمہ ہُوا۔ اس کے بعد انہوں نے یہ طریق اختیار کیا۔ کہ جب کبھی وہ قادیان آتے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس بیٹھنے کا موقعہ پاتے تو حضور کا شملہ مبارک اپنی آنکھوں سے لگا لیتے۔ کچھ عرصہ میں ہی ان کی بیماری نزول الماء جاتی رہی اور جب تک وہ زندہ رہے ان کی آنکھیں درست رہیں۔ کسی علاج وغیرہ کی ضرورت پیش نہ آئی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اگر یہ روایت درست ہے تو اس قسم کی معجزانہ شفا کے نمونے آنحضرت صلعم کی زندگی میں بھی کثرت سے ملتے ہیں اور حدیث میں ان کا ذکر موجود ہے۔

۵۶۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حافظ حامد علی صاحب مرحوم خادم حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان کرتے تھے۔ کہ جب حضرت صاحب نے دوسری شادی کی۔ تو ایک عمر تک تجرد میں رہنے اور مجاہدات کرنے کی وجہ سے آپ نے اپنے قویٰ میں ضعف محسوس کیا۔ اس پر وہ الہامی نسخہ جو "زدجام عشق" کے نام سے مشہور ہے۔ بنوا کر استعمال کیا۔ چنانچہ وہ نسخہ نہایت ہی بابرکت ثابت ہُوا۔ حضرت خلیفہ اوّل ؓ بھی فرماتے تھے۔ کہ میں نے بھی یہ نسخہ ایک بلاد للعہ

امیر کو کھلایا۔ تو خدا کے فضل سے اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ جس پر اس نے ہیرے کے کڑے ہمیں نذر دیئے۔

نسخہ زدجام عشق یہ ہے۔ جس میں ہر حرف سے دوا کے نام کا پہلا حرف مراد ہے:۔

زعفران۔ دارچینی۔ جائفل۔ افیون۔ مشک۔ عقرقرحا۔ شنگرف۔ قرنفل یعنی لونگ۔ ان سب کو ہموزن کوٹ کر گولیاں بناتے ہیں۔ اور روغن سم الفار میں چرب کر کے رکھتے ہیں اور روزانہ ایک گولی استعمال کرتے ہیں۔

الہامی ہونے کے متعلق دو باتیں سُنی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ نسخہ ہی الہام ہوا تھا۔ دوسرے یہ کہ کسی نے یہ نسخہ حضور کو بتایا۔ اور پھر الہام نے اسے استعمال کرنے کا حکم دیا۔ واللہ اعلم۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مجھ سے مولانا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل نے بیان کیا کہ روغن سم الفار کی مقدار اجزاء کی مقدار سے ڈھائی گنا زیادہ ہوتی ہے۔ یعنی اگر یہ اجزاء ایک ایک تولہ کی صورت میں جمع کئے جائیں تو روغن سم الفار ڈھائی تولہ ہوگا۔ اور اسی طرح مولوی صاحب نے بیان کیا۔ کہ ان اجزاء میں بعض اوقات مروارید بھی اسی نسبت سے یعنی فی تولہ جزو پر ڈھائی تولہ مروارید زیادہ کر لیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضؓ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضؓ روغن سم الفار اس طرح تیار کروایا کرتے تھے کہ مثلاً ایک تولہ سم الفار کو باریک پیس کر اُسے دو سیر دودھ میں حل کر کے دہی کے طور پر جاگ لگا کر جما دیتے تھے اور پھر اس دہی کو بلو کر جو مکھن نکلتا تھا اسے بصورت گھی صاف کر کے استعمال کرتے تھے۔ اور نسخہ میں جو روغن سم الفار کی مقدار بتائی گئی ہے۔ وہ اسی روغن سم الفار کی مقدار ہے نہ کہ خود سم الفار کی۔ اور تیار شدہ دوائی کی خوراک نصف رتی سے ایک رتی تک ہے جو دن رات میں ایک دفعہ کھائی جاتی ہے اور کبھی کبھی ناغہ بھی کرنا چاہیئے۔

۵۷۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے تھے۔ کہ ہمارے ساتھ خدا تعالےٰ کا وعدہ ہے۔ اور الہام ہے کہ نزلت الرحمۃ علی الثلاثۃ العین وعلی الاُخریین۔ یعنی تمہارے تین اعضاء پر خدائی رحمت کا نزول ہے ایک ان میں سے آنکھ ہے اور دو اور اعضاء ہیں۔ فرماتے تھے۔ دوسرے دو اعضاء کا نام

اصحابِ احمد علیہ السلام

جلد سیزدہم

(صحابہ ضلع گورداسپور)

مؤلفہ
ملک صلاح الدین ایم اے

الناشر :- احمدیہ بکڈپو ربوہ

دسمبر ۱۹۶۷ء

بار اوّل

حوالہ نمبر 33

خدا نے خود وعدہ فرما دیا ہے۔ پھر شادی کرنے کے بعد سلسلہ فتوحات کا شروع ہو گیا۔ اور یا وہ زمانہ تھا کہ بباعث تفرقہ وجوہِ معاش پانچ سات آدمی کا خرچ بھی میرے پر بوجھ تھا یا اب وہ وقت آگیا کہ بحساب اوسط تین سو آدمی ہر روز مع عیال و اطفال اور ساتھ اس کے کئی غرباء اور درویش اس لنگر خانہ میں روٹی کھاتے ہیں۔ اور یہ پیشگوئی لالہ شرمپت آریہ اور ملاوامل آریہ ساکنانِ قادیان کو بھی قبل از وقت سنائی گئی تھی اور شیخ حامد علی اور چند اور واقف کاروں کو اس سے اطلاع دے دی گئی تھی۔"[1]

محترم عرفانی صاحب لکھتے ہیں کہ حضور شادی کے لئے دہلی تشریف لے گئے تو براتیوں میں حافظ صاحب ایک تھے جو سب سے نمایاں تھے۔ آپ ہی اس شادی میں تمام انتظامات کرنے والے تھے اور حضرت نہایت بے تکلفی سے ہر ایک بات موقعہ کے مناسب حال آپ سے کرتے تھے۔ حضرت اقدس کا کوئی سفر ایسا نہیں ہوا جس میں حافظ صاحب بشرطیکہ وہ یہاں موجود ہوں ساتھ نہ ہوں۔ اور اس سفر کا سارا اہتمام و انتظام انہی کے سپرد ہوتا تھا۔[2]

مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ حافظ صاحب سے روایت کرتے ہیں:۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے (گویا نومبر ۱۸۸۴ء میں) ایک روز مجھے فرمایا۔ میاں حامد علی! سفر پر جانا ہے۔ چنانچہ یکہ کرایہ پر لیا۔ جب خاکروبوں کے محلہ کے قریب پہنچے تو مرزا اسمٰعیل بیگ صاحبؓ سے فرمایا کہ میں دہلی شادی کرنے کے لئے جا رہا ہوں۔ وہیں رخصتانہ اور ولیمہ ہوگا۔ یہ بات کسی کو نہ بتائیں۔ میں جا کر خط لکھوں گا۔ اس وقت سلطان احمد کی والدہ کو بتا دینا۔ تاکہ میری واپسی تک وہ رو دھو بیٹھے۔ میں حضور کی یہ بات سُن کر سخت حیرت زدہ ہو گیا۔ کیونکہ مجھے بخوبی معلوم تھا کہ حضور اس وقت ازدواجی زندگی کے قابل نہ تھے۔ اور عرصہ سے میں مختلف حکیموں اور طبیبوں سے نسخے معلوم کر کے نوٹ کیا کرتا تھا اور حضور کو کھلاتا تھا لیکن کسی کا بھی اثر نہ ہوتا تھا۔ مرزا اسمٰعیل بیگ صاحب کی موجودگی میں تو میں نے اپنے تئیں بمشکل ضبط کیا لیکن نہر کے پل پر پہنچے تو عرض کیا۔ آپ کی حالت آپ پر اور نہ مجھ پر مخفی ہے۔ پھر آپ نے شادی کا کیوں ارادہ فرمایا ہے۔ فرمایا کہ آپ کی بات درست ہے۔ لیکن میں کیا کروں۔ اللہ تعالیٰ نے کہتا ہے کہ چل تو میں چلتا ہوں۔ اس جواب پر میں کیا عرض کرتا۔ سو میں خاموش ہو گیا۔

---

[1] حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۲۵، ۲۲۶۔ نشان ۸۷۔ [2] الحکم ۲۸/ ۳۴ صفحہ ۹۔ حضرت ام المومنینؓ بیان کرتی ہیں کہ شیخ حامد علی صاحب اور لالہ ملاوامل صاحب بھی حضور کے ساتھ تھے (سیرۃ المہدی حصہ اول روایت ۶۹) اور لالہ جی نے خاکسار مؤلف اصحاب احمد کے استفسار پر بتایا تھا کہ وہ بطور براتی ساتھ گئے تھے اور شادی کی معین تاریخ بھی مجھے بتائی تھی۔ حضرت ام المومنینؓ کی روایت میں تاریخ نکاح ۲۷ محرم ۱۳۰۲ ہجری مذکور ہے۔

دہلی میں حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کے ہاں پہنچے تو بیٹھک میں مجھے ٹھہرایا گیا ۔ چند روز قبل ہی بیوی صاحبہ (حضرت سیّدہ نصرت جہان بیگم صاحبہؓ) ایام سے پاک ہوئی تھیں ۔ گھر پر ہی رخصتانہ عمل میں آیا ۔ رخصتانہ کی رات مَیں نہایت بیقرار تھا کہ کیا ہوگا ۔ چنانچہ شدتِ اضطراب کی وجہ سے میری نیند کافور ہوگئی ۔ اور میں رات بھر حضور کے لئے نہایت تضرّع سے دُعا میں مصروف رہا ۔ صبح کی اذان ہوئی تو حضور میرے پاس تشریف لائے اور ہم نے نماز فجر ادا کی ۔ جس کے بعد فرمایا ۔ آؤ ! لال قلعہ کی طرف سیر کر آئیں ۔ چنانچہ راستہ میں خود ہی فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی ذات کتنی پردہ پوشں اور یاد رہتا ہے کہ رات بیوی صاحبہ کو پھر ایام شروع ہوگئے اور ہمیں چھٹی ہوگئی ۔ چنانچہ اسی حالت میں حضور حضرت ام المومنینؓ کو لیکر قادیان تشریف لے آئے ۔

کچھ عرصہ بعد حضرت میر صاحبؓ نے حضور کو لکھا کہ آپ لڑکی کو چھوڑ جائیں ۔ حضور نے ایک سو روپیہ بھجوا کر لکھا کہ مجھے تصنیف کے کام کی وجہ سے فرصت نہیں آپ آکر لے جائیں ۔ چنانچہ میر صاحب آکر لے گئے پھر تین ماہ بعد حضور کو لکھا کہ آپ آکر بچی کو لے جائیں ۔ حضور نے ایک سو روپیہ بھیجدیا اور لکھا کہ آپ آکر چھوڑ جائیں ۔ چنانچہ میر صاحب آکر چھوڑ گئے ۔ حضرت امّ المومنینؓ کے اخلاقِ عالیہ قابلِ تعریف ہیں کہ آپ نے اپنے والدین کے ہاں اور سہیلیوں سے اسبارہ میں کوئی شکوہ نہیں کیا ۔[1]

مَیں حضور کے علاج میں پہلے ہی مصروف تھا ۔ بیوی صاحبہ کی واپسی پر آٹھ دس ماہ گذر گئے لیکن علاج بے اثر رہا ۔ ایک روز سیر میں حضور نے ہمیں فرمایا کہ تم لوگ دعوئ محبت کرتے ہو ۔ مَیں تمہارا امتحان کرنا چاہتا ہوں ۔ ہم حیران ہوئے کہ نہ معلوم کیا امتحان ہوگا ۔ تو فرمایا ۔ میرے دل میں ایک بات ہے اس کے متعلق دُعا کرو ۔ اور جو پتہ لگے بتاؤ ۔ چنانچہ حضور روزانہ ہم سے دریافت کرتے تھے کہ کیا خواب آئی ہے ۔ دیگر احباب اپنی خوابیں سناتے تو حضور فرماتے کہ یہ اس امر کے متعلق نہیں ۔ مجھے کوئی خواب نہ آئی تھی ۔ ایک روز موضع تھہ غلام نبی اپنے اہل وعیال کے پاس جانے کی مَیں نے اجازت لی اور ابھی قادیان سے نکلا ہی تھا کہ غیر اختیاری طور پر میری زبان پر درود شریف جاری ہوگیا ۔ اور مَیں گاؤں تک درود شریف ہی پڑھتا گیا اور گھر پہنچا اور بچوں سے ملا کھانا کھایا ۔ لیکن میری یہ خاص کیفیت اسی طرح قائم تھی ۔ تھکا ماندہ تھا ۔ سوگیا ۔ رات خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ملے اور فرمایا ۔ حامد علی ! تمہاری کاپی میں جو فلاں نسخہ ہے وہ مرزا صاحب کو کیوں نہیں دیتے ؟ اس پر مَیں

---

[1] بلکہ حضور کے سلوک کی آپ نے اور آپ کی خادمہ نے تعریف کی (روایت حضرت نانی امّاںؓ ۔ سیرۃ المہدی حصہ دوم روایت ۳۴۸) شادی کے متعلق سیرۃ المہدی حصہ اوّل میں حضرت ام المومنینؓ کی روایت نمبر ۶ پر حاشیہ میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے تحریر فرمایا (خاکسار مؤلف اصحاب احمدؐ آپکا خط شناخت کرتا ہے اور م ۔ ا سے مراد محمد اسمٰعیل ہے جو بعض جگہ آپ اپنے نام کا مخفف تحریر کرتے ہیں عبارت یہ ہے: "یکم محرم سنہ ۹۴۰ ہجری کو قادیان سے بمع والد و والد ۔ شرمیت حامد علی روانہ ہوئے ۔ امرتسر پر بابو الٰہی بخش و منشی عبدالحق مل گئے (دملاؤ امل)" یعنی ۱۴ محرم سنہ ۱۳۰۰ اور یہی صحیح ہے ۔ م ۔ ا ۔ کیونکہ میری پیدائش ۸۱ سنہ کی ہے ۸۳ سنہ شروع میں اور یکم محرم سنہ ۱۳۰۰ = ۱۵ نومبر ۱۸۸۳ کے ۔

بیدار ہوگیا۔ اور صحن میں نکل کر دیکھا تو رات چاندنی ہونے کی وجہ سے یہ سمجھا کہ صبح ہوگئی ہے۔ اور میں قادیان کو روانہ ہوگیا۔ جب میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ والے مکان کی بیٹھک والی جگہ پر پہنچا تو حضور بیت الفکر میں ٹہل رہے تھے اور اس وقت فجر کی اذان کا وقت ہوگیا تھا۔ میں نے کوچہ سے السلام علیکم عرض کیا۔ تو حضور نے جواب دے کر پوچھا۔ کون ہے؟ عرض کیا۔ حامد علی۔ فرمایا۔ خیر ہے؟ عرض کیا کہ خیر ہے۔ اور حضور کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی خواب بیان کی۔ فرمایا۔ یہی بات تھی جس کے لئے میں نے آپ دوستوں کو دُعا کے لئے کہا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنی کاپی میں تحریر کردہ وہ دو اڑھائی پیسے کا معمولی نسخہ بنا کر حضور کو استعمال کروایا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسا مفید ثابت ہُوا کہ کچھ عرصہ تک حضور ہر نماز غسل کرکے پڑھتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے بعد میں ایک اور نسخہ بھی بتا دیا جو بے حد مفید ثابت ہُوا۔ چنانچہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ کی روایت ہے:۔

"حافظ حامد علی صاحب مرحوم خادم مسیح موعود علیہ السلام بیان کرتے تھے کہ جب حضرت صاحب نے دوسری شادی کی تو ایک عمر تک تجرّد میں رہنے اور مجاہدات کرنے کی وجہ سے آپ نے اپنے قویٰ میں ضعف محسوس کیا۔ اس پر وہ الہامی نسخہ جو "زدجام عشق" کے نام سے مشہور ہے بنوا کر استعمال کیا۔ چنانچہ وہ نسخہ نہایت ہی بابرکت ثابت ہُوا۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ بھی فرماتے تھے کہ میں نے یہ نسخہ ایک بے اولاد امیر کو کھلایا تو خدا کے فضل سے اس کے ہاں بیٹا پیدا ہُوا جس پر اُس نے ہیرے کے کڑے ہمیں نذر دیئے۔" [له]

یہ ساری تفصیل فضلِ الٰہی کے نشان کی خاطر دی گئی ہے۔ حضور تحریر فرماتے ہیں:۔

"اس وقت میرا دل و دماغ اور جسم نہایت کمزور تھا اور علاوہ ذیابیطس اور دوران سر اور تشنج قلب کے دِق کی بیماری کا اثر ابھی بکلّی دُور نہیں ہُوا تھا۔ اس نہایت درجہ کے ضعف میں جب نکاح ہُوا تو بعض لوگوں نے افسوس کیا کیونکہ میری حالت مردمی کالعدم تھی۔ اور پیرانہ سالی کے رنگ میں میری زندگی تھی۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے مجھے خط لکھا تھا .... کہ آپ کو شادی نہیں کرنی چاہیئے تھی ایسا نہ ہو کہ کوئی ابتلاء پیش آوے۔ مگر باوجود ان کمزوریوں کے خدا نے مجھے پوری قوت صحت اور طاقت بخشی اور چار لڑکے عطا کئے۔" [٥٢]

[له] سیرۃ المہدی حصّہ سوم۔ روایت ۵۶۹۔ کتاب میں نسخہ درج ہے۔

[٥٢] "نزول المسیح" صفحہ ۲۰۸-۲۰۹۔ اور اس کے گواہوں میں بھی شیخ حامد علی صاحب کا نام درج ہے (ملاحظہ ہو حاشیہ صفحہ ۲۰۹)

الفضل - 31 اگست 1938ء

حوالہ نمبر 35

اور مجھے موجودہ منافق غلط قرار دے رہے ہیں۔ اس نے آپ ہی آپ ایک بات قرآن کریم میں لکھ دی۔ حالانکہ اسے چاہئے تھا۔ وہ پہلے ان منافقوں سے مشورہ لیتا اور پوچھتا کہ منافق کون ہوتا ہے۔ پھر جو تعریف بتاتے اسے قرآن میں نازل کرتا۔ لیکن اس قدر اعتراضات کرنے کے باوجود ہر خط میں بڑا اخلاص بھی ظاہر کیا ہوتا ہے۔ اور لکھا ہوتا ہے۔ ہم سلسلہ کے خادم ہیں۔ مگر

اس کی سلسلہ سے محبت کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے۔ کہ ایک خط میں [illegible] متعلق اس نے تسلیم کیا ہے کہ جو اسی کا لکھا ہوا ہے۔ اس پر یہ تحریر [illegible] ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود ولی اللہ [illegible] تھے۔ اور ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کر لیا کرتے ہیں۔ اگر انہوں نے کبھی کبھار زنا کر لیا۔ تو اس میں حرج کیا ہوا۔ [illegible] لکھا ہے۔ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض نہیں۔ کیونکہ وہ کبھی کبھی زنا کیا کرتے تھے۔ ہمیں اعتراض موجودہ خلیفہ پر ہے۔ کیونکہ وہ ہر وقت زنا کرتا رہتا ہے [illegible] اس اعتراض سے پتہ لگتا ہے۔ کہ یہ شخص پیغامی طبع ہے۔ اس لئے کہ ہمارا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ اعتقاد ہے۔ کہ آپ نبی اللہ تھے۔ مگر پیغامی اس بات کو نہیں مانتے اور وہ آپ کو صرف ولی اللہ [illegible] ایک سپائی [illegible] [illegible] آتے تھے۔ اب اس کا دوسرا [illegible] ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ پر بھی ان کا حملہ ہو۔ کیونکہ جس طرح میں خلیفہ ہوں۔ اسی طرح وہ بھی خلیفہ تھے۔ جس طرح میں یہ کہتا ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ نے مجھے خلیفہ بنایا ہے۔ کسی انسان نے نہیں بنایا۔ اسی طرح آپ بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ مجھے خدا نے خلیفہ بنایا ہے۔ اور کسی انسان کی یہ طاقت نہیں۔ کہ مجھے خلافت سے معزول کرے۔ پھر آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ جو شخص میری خلافت پر اعتراض کرے گا۔ وہ ابلیس بن جائے گا۔ اور جب میں مر جاؤں گا۔ تو پھر وہی کھڑا ہوگا۔ جس کو خدا چاہے گا۔ اور خدا اس کو آپ کھڑا کرے گا۔

پس جب انہوں نے بھی یہی باتیں کہی ہیں۔ تو معترض اپنے دل میں سوچتا اور کہتا ہے۔ اگر حضرت خلیفہ اول رض کی باتیں صحیح تھیں۔ تو موجودہ خلافت پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اور اگر موجودہ خلافت قابل اعتراض ہے۔ تو حضرت خلیفہ اول رض کی خلافت بھی باطل ہے۔ اور چونکہ اس کے دل میں بغض ہوتا ہے۔ اس لئے وہی اعتراض جو وہ مجھ پر کرتا ہے۔ حضرت خلیفہ اول رض پر بھی کر دیتا ہے۔ اور اس طرح ان کی خلافت کا بھی منکر ہو جاتا ہے۔ پھر اس سے اوپر جب وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان پیشگوئیوں کو دیکھتا ہے جو آپ نے میرے متعلق فرمائیں۔ آپ کی ان دعاؤں کو پڑھتا ہے۔ جو آپ نے میرے لئے اور اپنی باقی تمام اولاد کے لئے کیں۔ تو اسے کہنا پڑتا ہے۔ یہ بھی غلط ہی ہیں۔ وہ پیشگوئیاں سنتا اور کہتا ہے۔ یہ پوری نہیں ہوئیں۔ اور دعاؤں کا ذکر سنتا ہے تو کہتا ہے۔ ہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعائیں بیشک کی تھیں مگر وہ قبول نہیں ہوئیں۔ ان کم بختوں کی دعائیں تو قبول ہو جائیں۔ لیکن اگر [illegible] قبول [illegible] ہوں۔ تو خدا کے مسیح [illegible] کی! اپنے متعلق تو [illegible] ہے۔ کہ وہ بار بار کہتے ہیں۔ ہم دعا کریں گے۔ اللہ ہمیں غلبہ دیگا۔ اللہ سچوں کی سنتا ہے۔ مگر کیا مسیح موعود ہی نعوذ باللہ اعداء کے قول کے مطابق کذاب اور دجال تھا۔ کہ خدا نے اس کی دعاؤں کو نہ سنا۔ وہ سنتا ہے۔ تو انہی منافقوں اور بد باطنوں کی۔

پھر یہ لکھنے والا مجھے لکھتا ہے تم نے

جماعت سے نذرانے

وصول کر کر کے اسے غریب کر دیا۔ تم اس وقت یہاں ہزاروں کی تعداد میں موجود ہو۔ کیا تم میں سے کوئی ایک شخص بھی قسم کھا کر کہہ سکتا ہے۔ کہ میں نے کبھی ایک پیسے کا بھی اس سے فائدہ اٹھایا ہو۔ میرا طریق ہمیشہ یہ ہے کہ بعض دوست میرے پاس آتے ہیں یا لکھتے ہیں۔ ہم فلاں چیز آپ کے لئے لانا چاہتے ہیں۔ وہ کس سائز کی ہو۔ مثلاً بوٹ کا کیا سائز ہو۔ یا جرابیں کس سائز کی ہوں۔ مگر میں کبھی انہیں جواب نہیں دیتا۔ سوائے اس کے کہ بعض دفعہ کوئی پیچھے پڑ کر پاؤں کا ناپ لے لے تو یہ دوسری بات ہے۔ ورنہ میں نے کبھی کسی کو ایسی باتوں کا جواب نہیں دیا۔ بلکہ بعض تو کئی کئی خط لکھتے ہیں۔ اور جب میں جواب نہیں دیتا تو وہ شکایت کرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں شاید میں ان کے خطوں کا اس لئے جواب نہیں دیتا۔ کہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہوں۔ حالانکہ میں جواب اسلئے نہیں دیتا۔ کہ یہ بات میری طبیعت کے خلاف ہے۔ اور میں اسے بھی سوال کا ایک رنگ سمجھتا ہوں۔ ہاں اگر کوئی دوست خود بخود کوئی تحفہ دے جائے تو میں اسے رد بھی نہیں کرتا۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے یہ امر ثابت ہے کہ آپ ایسے تحائف قبول فرمایا کرتے تھے آپ نے فرمایا بھی ہے۔ کہ بغیر اشراف نفس بغیر نفس کی خواہش کے اگر کوئی شخص تحفہ دے تو اسے قبول کر لو۔ بارک اللہ لک فیہ اللہ تعالیٰ تجھے اس میں برکت دے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ایسے تحائف قبول کر لیا کرتے۔ آخر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تجارت نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ کی کوئی جائداد بھی نہیں تھی۔ پھر آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں کوئی اجر نہیں مانگتا۔ ایسی صورت میں صحابہ میں سے اگر کوئی اپنی مرضی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیۃً کچھ پیش کرتا۔ تو آپ اسے قبول فرما لیتے۔ اور اگر کوئی آپ کی اپنی مرضی سے خدمت کرتا اور پھر اس کا احسان جتاتا ہے۔ تو اس سے زیادہ کمینہ اور کمینہ شخص اور کون ہو سکتا ہے۔ اور کب اسے کہا گیا تھا۔ کہ مجھے دو۔ اس طرح میں ہمیشہ کہتا رہتا ہوں۔ کہ مجھے کو مت دو۔ اور اگر کوئی مجھ سے کچھ لانے کے لئے پوچھتا بھی ہے تو میں اسے جواب نہیں دیتا۔ ایسی حالت میں بغیر میری خواہش کے اگر کوئی شخص مجھے نذرانہ دیتا ہے تو اپنی مرضی سے دیتا ہے۔ میں نے کبھی کسی سے نذرانہ نہیں مانگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے ایام میں سیالکوٹ کے ایک زمیندار دوست نے میرے ہاتھ پر چونی رکھ دی۔ مجھے یاد ہے۔ کہ اس وقت شرم کے مارے میرا جسم پسینہ پسینہ ہوگیا۔ اور میں اس مجلس سے بھاگا۔ اور سیدھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پہنچا۔ اور وہ چونی آپ کے سامنے پیش کر دی۔ اور شکوہ کیا کہ ایک شخص نے آج میرے ہاتھ پر یہ چونی رکھ دی ہے۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ محسوس کرتے ہوئے۔ کہ مجھے اس کا فعل اچھا نہیں لگا۔ فرمایا تمہیں اس کے جذبے کی قدر کرنی چاہئے اس نے جو کچھ کیا ہے۔ محبت کے ماتحت کیا ہے۔ تمہاری ہتک کرنے کے خیال سے نہیں کیا۔ حدیث میں بھی آتا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے کچھ دے۔ تو وہ لے لو۔ اچھا پھر اب اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے مجھے کچھ دے دے۔ تو میں لے لیتا ہوں۔ ورنہ مانگنے کے لحاظ سے کوئی شخص ثابت نہیں کر سکتا۔ میں نے کبھی کسی سے کچھ مانگا [illegible] باقی رہے۔ چندے سو اگر میں نے اپنے لئے جماعت سے نذرانے لینے ہوتے۔ تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے

BACK

BACK

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر می کنند،
چوں بخلوت می روند آں کار دیگر می کنند!

تاریخ محمودیت

کے

چند اہم — مگر — پوشیدہ اوراق

حصہ اوّل

ملنے کا پتہ

دفتر انصار احمدیہ

دیو سماج ہوسٹل ۸۷ سنت نگر لاہور

Daftar Ansar-i-Ahmadia Dev Samaj Hostle 87 S

per Copy) . L

۱۱۔ کیا حضرت مسیح موعود نے بھی کبھی کسی کا بائیکاٹ ومقاطعہ کیا۔ یا مخالفین آپ کو دُکھ وتکالیف دیتے رہے۔ آپ کے راستہ میں دیواریں کھینچ کر شارع عام راستوں پر گزرنے سے روکتے رہے۔ آپ کے ماننے والوں کا بائیکاٹ ومقاطعہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ بعض احمدیوں کو سرزمین کابل میں بڑی بے رحمی سے سخت سے سخت تکالیف کا تختۂ مشق بنا کر سنگسار کیا گیا۔

۱۲۔ پھر کیا حضرت خلیفہ اول نے بھی کبھی اپنے معترضین کا بائیکاٹ کیا یا خلفاء راشدین کے نقش قدم پر چل کر اپنی بریت کرتے رہے۔

بائیکاٹ ومقاطعہ سے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی لازم آتی ہے اس لئے خدا تعالیٰ کے ماننے والے کفار اور باطل پرستوں کے حربہ بائیکاٹ ومقاطعہ کو اختیار نہیں کر سکتے۔

مباہلہ جائز ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تین حوالجات پیش خدمت ہیں۔ اس میں زنا کے الزام پر مباہلہ کرنے کی پوری پوری وضاحت موجود ہے۔ اس سے یہ ثابت ہے کہ زنا کے الزام لگانے والے خواہ چار گواہ پیش نہ بھی کریں۔ تو وہ میدان مباہلہ میں نکل آئیں۔ تو ان سے مباہلہ کرنا چاہیئے چنانچہ حضور کا حکم ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) مباہلہ صرف ایسے شخصوں سے ہوتا ہے جو اپنے قول کی قطع

اور یقین پر بنا رکھ کر کسی دوسرے کو مفتری اور زانی قرار دیتے ہیں۔"

(الحکم ۲۴ر مارچ ۱۹۰۲ء)

۲۔ "دوم اس ظالم کے ساتھ جو بے جا تہمت کسی پر لگا کر اور اس کو ذلیل کرنا چاہتا ہے۔ مثلاً ایک مستورہ عورت کو کہتا ہے کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ عورت زانیہ ہے۔ کیونکہ میں نے بچشم خود اس کو زنا کرتے دیکھا ہے یا مثلاً ایک شخص کو کہتا ہے کہ میں یقیناً جانتا ہوں۔ کہ یہ شراب خور ہے کیونکہ بچشم خود اسے شراب پیتے دیکھا ہے۔ تو اس حالت میں بھی مباہلہ جائز ہے کیونکہ اس جگہ کوئی اجتہادی اختلاف نہیں۔ کیونکہ ایک شخص اپنے یقین اور رؤیت پر بنا رکھ کر ایک مومن بھائی کو ذلت پہنچانا چاہتا ہے ___"

(الحکم ۲۴ر مارچ ۱۹۰۲ء)

۳۔ "یہ تو اسی قسم کی بات ہے جیسے کوئی کسی کی نسبت یہ کہے کہ میں نے اسے بچشم خود زنا کرتے دیکھا ہے یا بچشم خود شراب پیتے دیکھا ہے۔ اگر میں اس بے بنیاد وافتراء کے لئے مباہلہ نہ کرتا تو اور کیا کرتا۔"

(تبلیغ رسالت جلد ۱۰ ص۳)

خلیفہ صاحب کی عیّاری

خلیفہ صاحب ربوہ نے جب یہ دیکھا۔ کہ میری بدچلنی کا بھانڈا چوراہے میں پھوٹ رہا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فتویٰ کی روشنی میں چار گواہوں کی بھی ضرورت نہیں اور کہیں احمدی جماعت کے افراد

MORE

BACK

مجھے مباہلہ کے لئے تیاری شروع نہ کر دیں۔ فوراً کمال چابکدستی سے پینترا بدلا کہ میں مباہلہ کے لئے تیار ہوں۔ مگر گمنام شخص دعوت مباہلہ دے رہا ہے۔ اس لئے اس سے مباہلہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور ۸/۹/۵۶ کے الفضل میں گواہیوں کو رد کرتے ہوئے میاں زاہد کی گواہی کو سراہا اور یوں فرمایا۔

"کہ مجھے کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ میرے لئے میاں زاہد کی گواہی اور اپنا حافظہ کافی ہے"

(الفضل ۸ ستمبر ۱۹۵۶ء)

الفضل ۳۱ جولائی ۱۹۵۶ء میں میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ربوہ نے یہ بھی شکوہ فرمایا ہے "کہ ہر عقلمند انسان سمجھ سکتا ہے کہ گمنام شخص سے مباہلہ کون کر سکتا ہے"

(الفضل ۳۱ جولائی ۱۹۵۶ء)

میاں زاہد سے میری بیویاں پردہ نہیں کرتیں۔

چونکہ خلیفہ صاحب کو اپنے حافظہ پر ناز ہے۔ بھولنا بھی ان کے بس کی بات نہیں۔ حفظ ماتقدم کے طور پر یاد کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔ ہاں ایسے ہی میاں زاہد ہیں جن کو آپ نے مورخہ الفضل میں فرمایا تھا کہ میری بیویاں میاں زاہد سے پردہ نہیں کرتیں۔ الفضل میں عرض کر رہا تھا۔ یہ دونوں صورتیں میاں زاہد نے پوری کر دیں۔ جو ان کے بیان سے ظاہر ہے اس لئے غور سے ملاحظہ کیجئے۔

شہادت نمبرا

فتمنوا الموت ان کنتم صادقین

چیلنج مباہلہ

بنام میاں محمود احمد خلیفہ قادیان

صدق و کذب میں فیصلہ کا آسان طریق

اب میاں زاہد صاحب کا بیان مباہلہ بغیر تبصرہ کے شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اور میاں محمود احمد صاحب ان کی گواہی از خود تسلیم کر چکے ہیں اس لئے آپ بغیر کسی تاویل کے حضرت مسیح موعود کے فتویٰ کی روشنی میں اس مباہلہ کو قبول فرمایئے۔ "مباہلہ ایسے لوگوں سے ہوتا ہے جو اپنے قول کی قطع اور یقین کی بنا رکھ کر دوسرے کو مفتری اور زانی قرار دیتے ہیں۔ (اخبار الحکم)

MORE

BACK

کیونکہ آپ عجیب وغریب تفرقہ انگیز فتوی مثلاً یہ کہ تمام روئے زمین کے
کلمہ گو مسلمان کافر ہیں۔ ان کے پیچھے نماز قطعی حرام ہے۔ ان کے اوران کے
معصوم بچوں کا جنازہ تک پڑھنا ناجائز اور ان سے رشتہ و ناطہ حرام ہے
صادر فرمانے کی وجہ سے مسلمانوں میں خصوصاً۔ اور باقی دنیا میں عموماً کافی شہرت
رکھتے ہیں۔ آنجناب کا دعویٰ ہے۔ کہ آپ خدا کے مقرر کردہ خلیفۃ المسلمین
ہیں۔ اور خدا نے ہی آپ کو دنیا کی ہدایت و اصلاح کے لئے مامور فرمایا ہے
اور اگر فی زمانہ کوئی روحانیت کا مجسم نمونہ اور اسلام کا سچا حامی علمبردار
ہے۔ تو وہ آپ کی ذات والاصفات ہے۔

خلافت مآب کے ان عظیم الشان دعاوی نے ایک دنیا کو حیرت میں
ڈال رکھا تھا۔ لیکن یہ کیونکر ممکن تھا۔ کہ اس قادر مطلق خبیر و علیم جس سے کوئی
نہاں در نہاں فعل پوشیدہ نہیں۔ اور جس نے ابتدائے عالم سے مخلوق
کو گمراہی سے بچانے کے سامان پیدا کئے اور بالآخر ہمارے مولیٰ و آقا
سید الکونین حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی ہدایت کے لئے
مبعوث فرمایا۔ کسی ایسے شخص کو زیادہ مہلت دیتا جو اس کے اور اس کے
پاک رسولؐ کے نام کی آڑ میں بندگان خدا کو گمراہ کر رہا ہو۔ آج اس
مسبب الاسباب کے پیدا کردہ یہ سامان ہیں کہ خود خلیفہ قادیان کے مخلص
مرید آنجناب کے پوشیدہ رازوں کا انکشاف کر رہے ہیں۔ اور عرصہ سے
خلافت مآب کو جو پیشتر ازیں ہر مخالف کو مباہلہ کے لئے بلایا کرتے تھے
ان سے مشتبہ چال چلن پر مباہلہ کی دعوت دے رہے ہیں

مگر آج تک اس روحانیت پاکیزگی اور تعلق باللہ کے مدعی کو میدان
میں آنے کی جرأت نہیں۔

خاکسار اپنے فرض سے سبکدوش ہونے کے لئے اور دنیا پر حقیقت
کو بے نقاب اور جملہ برادران اسلامی کی آگاہی کے لئے بذریعہ اشتہار
ہذا اس امر کی اطلاع دیتا ہوں۔ کہ یہ عاجز بھی عرصہ سے خلافت مآب
کو یہی چیلنج دے رہا ہے کہ اگر ان کی ذات پر عائد کردہ الزامات غلط
ہیں تو وہ میدان مباہلہ میں آکر اپنی روحانیت صداقت کا ثبوت دیں۔ مگر
خلافت مآب نے آج تک اس چیلنج کو قبول ہی نہیں کیا۔ آج پھر
اتمام الحجت بذریعہ اعلان ہذا میں خلیفہ قادیان کو چیلنج دیتا ہوں کہ
ان کے دعاوی میں ذرہ بھر بھی صداقت ہے تو اپنے چال چلن
پر الزامات کے خلاف دعا مباہلہ کریں تاکہ فریقین میں سے جو
جھوٹا اور کاذب ہو وہ پہلے کی زندگی میں ہلاک ہو جائے اور
دنیا اس مباہلہ کے نتیجے سے حق و باطل میں فیصلہ کر سکے۔

کیا میں امید کروں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مماثلت
کا دعویٰ کر کے اہل اسلام کے دلوں کو مجروح کرنے والا اور
تمام انبیاء کی پیش گوئیوں کا مصداق ہونے کا دعوے دار اس
دعوت مباہلہ کو قبول کر کے اپنی صداقت کا ثبوت دے گا

ذیل میں یہ عاجز اس ہستی کا فتویٰ درج کرتا ہے جس کے قائم
مقام ہونے کا خلافت مآب کو دعویٰ ہے اور جس کو آپ بعد آنحضرت صلی

BACK

اللہ علیہ وسلم حقیقی نبی تسلیم کرتے ہیں۔ تاکہ خلیفہ صاحب یہ کہنے کی جرأت نہ کر سکیں کہ ایسا مباہلہ جائز نہیں۔

مباہلہ ایسے لوگوں سے ہوتا ہے جو اپنے قول کی قطع اور یقین پر بنا رکھ کر دوسرے کو مفتری اور زانی قرار دیتے ہیں

(اخبار الحکم)

خاکسار خلیفہ قادیان کا ایک سابق مرید محمد بن احمد (اخبار مباہلہ قادیان)

شہادت نمبر ۲

چونکہ شریعت نے عورتوں کو پردے کی اجازت دی ہے اس لئے اس نام کو بے پردہ نہیں کیا گیا۔ اس کی فی الحال ضرورت تو نہ تھی لیکن اس خوف سے کہ خلیفہ صاحب کو ٹال مٹول کا موقع نہ ملے کہ عورتوں کی گواہی کسی کی بھی نہیں اسلئے مباہلہ نامی اخبار قادیان میں بیان شائع ہوا ہے وہ ایک احمدی قادیانی خاتون کا ہے۔ وہ پیش خدمت ہے۔

ایک احمدی خاتون کا بیان

میں میاں صاحب کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں اور لوگوں میں ظاہر کر دینا چاہتی ہوں۔ کہ وہ کیسی روحانیت رکھتے ہیں۔ میں اکثر اپنی

نوٹ۔ مباہلہ قادیان نے ساتھ ہی یہ لکھ دیا کہ ہمارے نزدیک قادیانی خاتون کی بات قابل داد ہے۔ جو اس نے ہمیں لکھ دیا ہے اگر خلیفہ صاحب مباہلہ پر آمادہ ہوں تو نام کا اظہار تو کوئی ادنٰی بات ہے

MORE

سہیلیوں سے سُنا کرتی تھی کہ وہ بڑے زانی شخص ہیں۔ مگر اعتبار نہیں آتا تھا۔ کیونکہ ان کی مومنانہ صورت اور نیچی شرمیلی آنکھیں ہرگز یہ اجازت نہ دیتی تھیں کہ ان پہ ایسا الزام لگایا جا سکے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ میرے والد صاحب نے جو ہر کام کے لئے حضور سے اجازت حاصل کیا کرتے تھے اور بہت مخلص احمدی ہیں۔ ایک رقعہ حضرت صاحب کو پہنچانے کے لئے دیا۔ جس میں اپنے ایک کام کے لئے اجازت مانگی تھی خیر میں رقعہ لے کر گئی۔ اس وقت میاں صاحب نئے مکان (قصر خلافت) میں مقیم تھے۔ میں نے اپنے ہمراہ ایک لڑکی لی جو وہاں تک میرے ساتھ گئی۔ اور ساتھ ہی واپس آ گئی۔ چند دن بعد مجھے پھر ایک رقعہ لے کر جانا پڑا۔ اس وقت بھی وہی لڑکی میرے ہمراہ تھی۔ جونہی ہم دونوں میاں صاحب کی نشست گاہ میں پہنچیں تو اس لڑکی کو کسی نے پیچھے سے آواز دی۔ میں اکیلی رہ گئی۔ میں نے رقعہ پیش کیا۔ اور جواب کے لئے عرض کیا۔ مگر انہوں نے فرمایا کہ میں تم کو جواب دے دوں گا۔ گھبراؤ مت۔ باہر ایک دو آدمی میرا انتظار کر رہے ہیں۔ ان سے مل آؤں۔ مجھے یہ کہہ کر اس کمرے کے باہر کی طرف چلے گئے اور چند منٹ بعد پیچھے کے تمام کمروں کو قفل لگا کر اندر داخل ہوئے اور اس کا بھی باہر والا دروازہ بند کر دیا اور چٹکنیاں لگا دیں۔ جس کمرے میں میں تھی وہ اندر کا چوتھا کمرہ تھا۔ میں یہ حالت دیکھ کر سخت گھبرائی اور طرح طرح کے خیال دل میں آنے لگے۔ آخر میاں صاحب نے مجھ سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور مجھ سے برا فعل کرانے

کو کہا۔ میں نے انکار کیا۔ آخر زبردستی انہوں نے مجھے پلنگ پر گرا کر میری عزت برباد کر دی اور ان کے منہ سے اس قدر بو آ رہی تھی کہ مجھ کو چکر آ گیا اور وہ گفتگو بھی ایسی کرتے تھے کہ بازاری آدمی بھی ایسی نہیں کرتے ممکن ہے۔ جسے لوگ شراب کہتے ہیں۔ انہوں نے پی ہو۔ کیونکہ ان کے ہوش و حواس بھی درست نہیں تھے۔ مجھ کو دھمکایا کہ اگر کسی سے ذکر کیا تو تمہاری بدنامی ہوگی۔ مجھ پہ کوئی شک بھی نہ کرے گا۔"

(از۔ حضرت مرزا غلام احمد (مسیح موعود) کی تحریر میں مرزا محمود احمد کی تصویر)

شہادت نمبر ۳

خاکسار پرانا قادیانی ہے اور قادیانی کا ہر فرزند و لبشر مجھے خوب جانتا ہے۔ ہجرت کا شوق مجھے بھی دامنگیر ہوا۔ اور میں قادیان ہجرت کر آیا۔ قادیان میں سکونت اختیار کی۔ خلیفہ قادیان کے محکمہ قضاء میں بھی کچھ عرصہ کام کیا۔ مگر دل میں آرزو آزاد روزگار کی تھی اور اخلاص مجبور کرتا تھا کہ اپنا کاروبار شروع کر کے خدمت دین بجا لاؤں۔ چنانچہ خاکسار نے احمدیہ دواگھر کے نام سے ایک دواخانہ کھولا۔ جس کے اشتہارات عموماً اخبار الفضل میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ اگر میں یہ کہوں تو بجا ہوگا کہ قادیان کی رہائش میری عقیدت کو زائل کرنے کا باعث ہوئی ورنہ اگر میں اور قادیانی بھائیوں کی طرح دور دور ہی رہتا۔ تو آج مجھے اس تجاہل کیش

کے ایکٹروں کے سربستہ رازوں کا انکشاف نہ ہوتا۔ یا اگر میں خاص قادیان میں اپنا مکان بنالیتا یا خلیفہ قادیان کا ملازم ہوجاتا۔ تو بھی مجھے آج اس اعلان کی جرأت نہ ہوتی.....

خاکسار۔ شیخ مشتاق احمد۔ احمدیہ دواگھر قادیان

۱۔ شہادت نمبر۔ ۴

میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اسی کی قسم کھاکر جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے۔ یہ شہادت دیتا ہوں۔ کہ میں اس ایمان اور یقین پہ ہوں۔ کہ موجودہ خلیفہ مرزا محمود احمد۔ دنیا دار، بدچلن اور عیش پرست انسان ہے۔ میں ان کی بدچلنی کے متعلق خانۂ خدا خواہ وہ مسجد ہو یا بیت اللہ شریف یا کوئی اور مقدس مقام ہو۔ میں حلف مؤکد بعذاب اٹھانے کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔ اگر خلیفہ صاحب مباہلہ کے لئے نکلیں۔ تو میں مباہلہ کے لئے حاضر ہوں۔

یہ الفاظ میں نے دلی ارادہ سے لکھ دیئے ہیں۔ تاکہ دوسروں کے لئے ان کی حقیقت کا انکشاف ہوسکے۔ والسلام

خاکسار

(ڈاکٹر محمد عبداللہ آنکھوں کا ہسپتال قادیان حال لائلپور)

شہادت نمبر ۵

حلفیہ شہادت

میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس کی قسم کھاکر یہ تحریر کرتا ہوں کہ موجودہ خلیفہ مرزا محمود احمد دنیا دار، عیش پرست اور بدچلن انسان ہے۔ میں ہر وقت اس سے مباہلہ کے لئے تیار ہوں

مستری اللہ بخش احمدی قادیان

شہادت نمبر ۶

بیگم صاحبہ ڈاکٹر عبداللطیف صاحب مرحوم ہم زلف خلیفہ ربوہ فرماتی ہیں۔ یہ مرزا محمود احمد خلیفہ ربوہ بدچلن، زناکار انسان ہیں۔ میں نے ان کو خود زنا کرتے دیکھا۔ اور میں اپنے دونوں بیٹوں کے سر پہ ہاتھ رکھ کر مؤکد بعذاب حلف اٹھاتی ہوں۔"

۲۔ بے خوف مجاہد

خاں عبدالرب خانصاحب برہم صدر انجمن کے دفتر بیت المال میں کام کرتے تھے اور سر محمد ظفر اللہ کی کوٹھی کے ایک حصہ میں رہائش پذیر تھے آپ نے مرزا محمود کی ہمشیرہ کا دودھ بھی پیا ہوا ہے۔ اس سے آپ گہرے مراسم کا اندازہ لگائیے۔ باوجود اس قدر گہرے تعلقات کے جب حق کی بات کا قصہ آیا حق کو مقدم کرکے خدا کو خوش کرلیا۔

امر واقعہ یہ ہے کہ آپ نے ایک مخلص قادیانی دوست کو مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کی آلودہ زندگی کے مخفی در مخفی حقائق سنا گئے اس پر اس مخلص احمدی دوست نے مرزا محمود احمد صاحب کو لکھ بھیجا کہ خان صاحب موصوف نے آپ کی بدچلنی کے واقعات سنا کر مجھے محو حیرت کر دیا ہے اور دلائل اس نے ایسے دیئے ہیں۔ جو میرے دل و دماغ پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس شکایت کے چند گھنٹے بعد۔ مرزا البشیر احمد ایم اے المعروف قمر الانبیاء نے خانصاحب موصوف کو بلا کر سمجھایا کہ اگر حضور کچھ باتیں دریافت کریں تو اس سے لاعلمی کا اظہار کر دینا آپ خاموش ہو گئے۔

مرزا البشیر احمد صاحب کے دل میں خیال آیا اب بس کام بن گیا۔ ان کے ایک آدھ گھنٹہ بعد برہم صاحب کو قصر خلافت میں مرزا محمود احمد صاحب نے بلایا جب آپ وہاں گئے تو وہ مخلص احمدی دوست بھی موجود تھا اور خانصاحب موصوف کے والد محترم بھی وہیں تھے اور دو تین تنخواہ دار ایجنٹ بھی تھے اور سب کو اکٹھے کرنے کا مطلب یہ تھا۔ تاکہ رعب ڈال کر حق کو بدلا جا سکے۔ میں عرض کر رہا تھا کہ خلیفہ صاحب نے جب خانصاحب موصوف سے دریافت کیا تو اس بے خوف مجاہد نے کہا جو کچھ میں نے آپ کے بدچلنی کے متعلق ان صاحب سے کہا وہ حرف بحرف درست ہے۔ آخر جب کام نہ بنا تو گھبرا کر خلیفہ صاحب نے احسان گنتے شروع کر دیئے۔ اور ساتھ ہی یہ کہا کہ تم نے میری ہمشیرہ کا دودھ بھی پیا ہوا۔ خان صاحب موصوف نے کہا یہ درست ہے

لیکن یہ حق کا معاملہ ہے۔ دنیا داری کے مقابلہ میں حق مقدم ہے اور اس حق کے لئے ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مانا ہے۔ اس لئے آپ نے قصر خلافت سے آ کر از خود بیعت سے علیحدگی کا اعلان کر دیا۔ آپ نے ایک کتاب بلائے دمشق بھی لکھی ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ خلیفہ قادیان غیر صالح ہے۔ اس کا اشتہار اس کتاب کے ضمیمہ پر ملاحظہ کریں۔ خانصاحب کا حلفیہ بیان درج ذیل ہے

شہادت نمبر ۷

حلفیہ شہادت

میں شرعی طور پورا پورا اطمینان حاصل کرنے کے بعد خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ کہتا ہوں کہ موجودہ خلیفہ صاحب یعنی مرزا محمود احمد کا چال چلن نہایت خراب ہے اگر وہ مباہلہ کے لئے آمادگی کا اظہار کریں اور میں خدا کے فضل سے ان کے مدمقابل مباہلہ کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔

والسلام

عبدالرب خاں برہم

شہادت نمبر ۸

حلفیہ شہادت

میری قادیانی جماعت سے علیحدگی کے وجوہات منجملہ دیگر دلائل و کے براہین ایک وجہ اعظم جناب خلیفہ صاحب کی سیاہ کاریاں اور بدکاریاں

ہیں یہ حقیقت ہے کہ خلیفہ صاحب مقدس اور پاکیزہ انسان نہیں۔ بلکہ نہایت ہی سیاہ کار اور بدکار ہے۔

اگر خلیفہ صاحب اس امر کے تصفیہ کے لئے مباہلہ کرنا چاہئیں تو میں بطیب خاطر میدان مباہلہ میں آنے کے لئے تیار ہوں۔ فقط

(خاکسار۔ عتیق الرحمٰن فاروقی سابق مبلغ جماعت احمدیہ (قادیان)

شہادت نمبر ۹

حلفیہ شہادت

میں خدا تعالےٰ کو حاضر و ناظر جان کر اس کی قسم کھا کر جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے مندرجہ ذیل شہادت لکھتا ہوں۔ بیان کیا مجھے میری والدہ نے کہ میں حضرت خلیفہ مرزا محمود احمد صاحب کے ہاں رہا کرتی تھی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت صاحب جوان نامحرم لڑکیوں پر عمل مسمریزم کر کے انہیں سُلا دیا کرتے تھے۔ پھر آپ ان کو کئی جگہ سے ہاتھ سے کاٹتے۔ تب بھی انہیں ہوش نہ ہوتی تھی۔

۲۔ ایک دفعہ حضرت صاحب کے گھر میں سیڑھیاں چڑھ رہی تھی کہ اوپر سے حضرت صاحب انہیں سیڑھیوں پہ اترتے آ رہے تھے۔ جیسے ہی میرے مقابل پہنچے۔ تو انہوں نے میری چھاتی پکڑ لی۔ میں نے زور سے چھڑائی۔

خاکسار۔ علی حسین

شہادت نمبر ۱۰

جناب ملک عزیز الرحمٰن صاحب جنرل سیکرٹری احمدیہ حقیقت پسند پارٹی لاہور قادیانی جماعت کے مشہور و معروف سرگرم مبلغ ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم گجراتی مصنف احمدیہ پاکٹ بک کے حقیقی برادر ہیں آپ وقف زندگی ہو کر ربوہ میں عرصہ تک قیام پذیر رہے ہیں اور دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں بطور سپرنٹنڈنٹ کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور آپ فارن مشن اور کانفرنس کے انچارج بھی رہے۔ ان کی شہادت پیش خدمت ہے۔

حلفیہ شہادت

میں اس قہار خدا کی قسم کھا کر جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے یہ بیان کرتا ہوں کہ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ریاض واقف زندگی ربوہ (حال راولپنڈی) نے میرے سامنے میرے مکان واقعہ لاہور پر کئی ایک ایسے واقعات بیان کئے۔ جن سے خلیفہ صاحب ربوہ کے اعلیٰ درجہ بدکار ہونے کا یقین کامل ہو جاتا ہے۔ اس نے میرے اور چند دوستوں کے سامنے بالوضاحت یہ بیان دیا کہ خلیفہ صاحب ربوہ معہ اپنی بیویوں کے باقاعدہ پروگرام کے تحت بدکاری کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے مزید فرمایا کہ میں نے اس تمام بدکاری کو بچشم خود دیکھا اگر ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ریاض اس بیان مذکورہ بالا سے انحراف کریں۔ تو میں ان سے حلف مؤکد بعذاب کا مطالبہ کروں گا۔ مزید برآں

مجھے چونکہ خلیفہ صاحب کے دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں بطور سپرنٹنڈنٹ کام کرنے اور خلیفہ صاحب کو نزدیک سے دیکھنے کا موقعہ ملا ہے میں بھی خلیفہ صاحب سے اس ضمن میں اور ان کے جھوٹے دعویٰ مصلح موعود کے بارہ میں مباہلہ کرنے کو ہر وقت تیار ہوں۔ فقط

ملک عزیز الرحمٰن جنرل سیکرٹری احمدیہ حقیقت پسند پارٹی لاہور

شہادت نمبر ۱۱

حلفیہ شہادت

اگرچہ میں نے خلیفہ صاحب۔۔۔۔۔کا مطالبہ پورا کر دیا ہے ہو سکتا ہے کہ ان تحریروں میں کسی نقص کا جواز نکال لیں۔ عین ممکن ہے کہ یہ کہیں کہ میری زنا کاری کی وضاحت نہیں کی گئی۔ اس لئے مباہلہ نہیں کر سکتا۔ وقت کی بچت کی خاطر محمد یوسف صاحب ناز کا بیان ہدیہ ناظرین ہے۔

محمد یوسف ناز کا حلفیہ بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

میں اقرار کرتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نبی اور خاتم النبیین

ہیں۔ اور اسلام سچا مذہب ہے۔ میں احمدیت کو برحق سمجھتا ہوں اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے دعویٰ پر ایمان رکھتا ہوں۔ اور مسیح موعود مانتا ہوں۔ اور اس کے بعد میں مؤکد بعذاب حلف اٹھاتا ہوں۔

میں اپنے علم مشاہدہ اور رویت عینی اور آنکھوں دیکھی بات کی بنا پر خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس پاک ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ ربوہ نے خود اپنے سامنے اپنی بیوی کے ساتھ غیر مرد سے زنا کروایا۔ اگر میں اس حلف میں جھوٹا ہوں۔ تو خدا کی لعنت اور عذاب مجھ پر نازل ہو۔ اس بات پر مرزا بشیر الدین محمود احمد کے ساتھ بالمقابل حلف اٹھانے کو تیار ہوں۔

دستخط محمد یوسف ناز معرفت عبدالقادر تیرتھ سنگھ جے ملوائی سندھ متعقب شالیمار ہوٹل کراچی (از حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود کی تحریر میں مرزا محمود احمد کی تصویر)

شہادت نمبر ۱۲

خلیفہ صاحب کے رفیق کار جن کو ۱۹۲۲ء میں انگلستان ہمراہ لے گئے تھے یعنی نافضل اجل حضرت شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری مولوی فاضل بی اے کا مکمل بیان آگے ملے گا آپ کی خلیفہ صاحب سے بیعت کی علیحدگی کے اسباب کا بیان درج ہے

"موجودہ خلیفہ سخت بدچلن ہے۔ یہ تقدس کے پردہ میں عورتوں کا شکار

کھیلتا ہے۔ اس کام کے لئے اس نے بعض مردوں اور بعض عورتوں کو بطور ایجنٹ رکھا ہُوا ہے۔ ان کے ذریعہ یہ معصوم لڑکیوں اور لڑکوں کو قابو کرتا ہے۔ اس نے ایک سوسائٹی بنائی ہوئی ہے۔ جس میں مرد اور عورتیں شامل ہیں اور اس سوسائٹی میں زنا ہوتا ہے۔" دورِ حاضر کا مذہبی آمر

جناب عبدالمجید صاحب اکبر احمدی مخلص نوجوان ہیں۔ قادیان کی مقدس سرزمین میں آپ پیدا ہوئے اور مختلف طریق سے جماعت کی خدمت میں منہمک رہے۔ اس خدمت کی وجہ سے آپ اس قدر مقبول ہو گئے۔ آپ کو سیکرٹری خدام الاحمدیہ حلقہ مسجد اقصیٰ منتخب کر لیا گیا۔ آپ ہر کس وناکس سے متانت اور سنجیدگی سے پیش آتے تھے۔ ان اوصاف حمیدہ کی وجہ سے مزید مقبولیت حاصل ہو گئی اور ممبر مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ لاہور کی رکنیت بھی خدمت کے اصول کے پیش نظر اعزازی طور پر قبول فرمائی۔ ان کا حلفیہ بیان پیش خدمت ہے۔

شہادت نمبر ۱۲

حلفیہ شہادت

قسم ہے مجھ کو خدا تعالیٰ کی وحدانیت کی، قسم ہے مجھ کو قرآن پاک کی سچائی کی، قسم ہے مجھ کو حبیب کبریا کی معصومیت کی، کہ میں اپنے قطعی علم کی بنا پر جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ ربوہ کو ایک

ناپاک انسان سمجھنے میں حق الیقین پر قائم ہوں۔ نیز مجھے اس بات پر بھی شرح صدر حاصل ہے کہ آپ جیسے شعلہ بیان یعنی "سلطان البیان" مقرر سے قوتِ بیان کا چھن جانا اور دیگر بہت سی امراض کا شکار ہونا مثلاً نسیان فالج وغیرہ یقیناً خدائی عذاب ہیں۔ جو کہ خدائے عزیز کی طرف سے اسکی قدیم سنت کے مطابق مفتریان کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔

علاوہ دیگر واسطوں کے آپ کے مخلص ترین مریدوں کی زبانی وقتاً فوقتاً آپ کے گھناؤنے کردار کے بارہ میں عجیب وغریب انکشافات اس عاجز پر ہوئے۔ مثال کے طور پر آپ کے ایک مخلص مرید جناب محمد صدیق صاحب ثاقب نے بارہا میرے سامنے جناب خلیفہ صاحب کے چال چلن اور غیر شرعی افعال کے مرتکب ہونے کے بارہ میں بہت سے دلائل وثبوت اور خلیفہ صاحب کے پرائیویٹ خط پیش کئے۔

اس جگہ میں احتیاطاً یہ لکھ دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ اگر محترم صدیق صاحب کو میرے بیان بالا کی صحت کے بارہ میں کوئی اعتراض ہو تو میں ہر دم ان کے ساتھ اپنے اس بیان کی صداقت پر مباہلہ کے لئے تیار ہوں۔

احقر العباد
عبدالمجید اکبر مکان نمبر ۵۔ بلاک ڈی ٹمپل روڈ
لاہور

شہادت نمبر ۱۴

حلفیہ شہادت

میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو جبار و قہار ہے۔ جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتی اور مردود کا کام ہے حسب ذیل شہادت دیتا ہوں۔

میں ۱۹۳۲ء سے لے کر ۱۹۳۶ء تک مرزا گل محمد صاحب رئیس قادیان کے گھر میں رہا۔ اس دوران میں کئی مرتبہ ایک عورت مسماۃ عزیزہ بیگم صاحبہ کے خطوط خفیہ طریقہ سے ان ہدایت پر عمل کرتے ہوئے کہ جو ان خطوں کا کسی سے بھی ذکر نہ کرنا۔ خلیفہ محمود کے پاس لے جاتا رہا۔ خلیفہ مذکور بھی اس طریقہ سے اور ہدایت بالا کو دہراتے ہوئے جواب دیتا رہا۔ خطوط انگریزی میں تھے۔

اس کے علاوہ اس عورت کو رات کے دس بجے بیرونی راستہ سے لے جاتا رہا۔ جبکہ اس کا خاوند کہیں باہر ہوتا۔ عورت غیر معمولی بناؤ سنگھار کر کے خلیفہ کے دفتر میں آتی تھی۔ میں بموجب ہدایت اسے گھنٹہ یا دو گھنٹہ بعد لے آتا تھا۔

ان واقعات کے علاوہ بعض اور واقعات سے اس نتیجے پر پہنچا ہوں۔ کہ خلیفہ صاحب کا چال چلن خراب ہے اور میں ہر وقت ان سے مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔

حافظ عبدالسلام پسر حافظ سلطان حامد خانصاحب استاد میاں ناصر احمد

شہادت نمبر ۱۵

حلفیہ شہادت

میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر اور اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنی آنکھ سے حضرت صاحب (یعنی مرزا محمود احمد) کو صادقہ کے ساتھ زنا کرتے دیکھا۔ اگر میں جھوٹ لکھ رہا ہوں۔ تو اللہ تعالے کی مجھ پر لعنت ہو۔

غلام حسین احمدی

شہادت نمبر ۱۶

حلفیہ شہادت

مجھے دلی یقین ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان نہایت بد چلن اور بدکریکٹر انسان ہے۔ بے شمار عینی شہادتیں جو مجھ تک پہنچ چکی ہیں جن کی بنا پر میں یہ جاننے کے لئے تیار ہوں کہ واقعی خلیفہ صاحب قادیان زانی اور اغلام باز (فاعل و مفعول بھی) ہیں۔

اس دلی یقین کا ثبوت میں یہاں تک دے سکتا ہوں اگر خلیفہ صاحب قادیان اپنے کریکٹر چال چلن کی صفائی کے لئے مباہلہ کرنے کو تیار ہوں تو ہر طرح اسے قبول کرنے کو تیار ہوں

(مرزا منیر احمد نصیر)

شہادت نمبر ۱۷

حلفیہ شہادت

میں خداوند تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر بیان کرتا ہوں کہ میں نے مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو بچشم خود زنا کرتے دیکھا ہے اگر میں جھوٹ بولوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو

شیخ بشیر احمد مصری

BACK

مرزا محمود کی اپنی گواہی

حکیم عبدالعزیز صاحب سابق پریذیڈنٹ انجمن انصار احمدیہ قادیان پنجاب
نے خلیفہ صاحب کی بدچلنی کے پیش نظر مسجد اقصٰی میں جب خلیفہ صاحب مجمع عام
کے سامنے تقریر کر رہے تھے۔ علی الاعلان لکھ کر دیا کہ آپ زناکار اور بدچلن
ہیں۔ اس لئے میں آپ کی بیعت نہیں کر سکتا۔ آپ پر بھی ۱۹۳۷ء کو حملہ کر دیا
گیا۔ پندرہ بیس دن ہسپتال میں رہے اور خلیفہ صاحب کو للکارتے رہے۔
آپ نے مرزا محمود احمد صاحب کو ایک خط لکھا جس میں آپ نے تحریر کیا
کہ سنا ہے کہ آپ نے چار گواہوں کا ذکر لوگوں سے کیا ہے اگرچہ ہم نے
تو نہیں کیا۔ اگر یہ بات درست ہے تو پھر آپ اسی کے لئے تیاری
فرما لیں۔ ہم صرف چار ہی نہیں۔ بلکہ بہت سی شہادتیں علاوہ عورتوں
لڑکیوں اور لڑکوں کی شہادت کے خود جناب والا کی اپنی شہادت بھی پیش
کریں گے۔ اگر ہم ثبوت نہ دے سکے تو آپ کی بریت ہو جائے گی اور ہم
ہمیشہ کے لئے ذلیل ہونے کے علاوہ ہر قسم کی سزا بھگتنے کے لئے بھی تیار ہیں
حکیم صاحب موصوف کا حلفیہ بیان درج ذیل ہے

شہادت نمبر ۱۹

حلفیہ شہادت

میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس کی قسم کھا کر جس کی جھوٹی

قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے۔ یہ تحریر کرتا ہوں کہ میں مرزا محمود احمد صاحب
کی بیعت سے اس لئے علیحدہ ہوا تھا۔ کہ میرے پاس ان کے خلاف
احمدی لڑکوں۔ لڑکیوں اور عورتوں کے صحیح واقعات پہنچے تھے۔ جن کے ساتھ
مرزا محمود احمد نے بدکاری کی تھی، اسی بنا پر میں نے مرزا محمود احمد صاحب
کو لکھا تھا کہ آپ کے خلاف احمدی لڑکے لڑکیاں اور عورتیں اپنے واقعات
بیان کرتی ہیں۔ ایسی صورت میں آپ یا جماعتی کمیشن کے سامنے معاملہ پیش
ہونے دیں۔

یا میدان مباہلہ کے لئے تیار ہوں یا حلف مؤکد بعذاب اٹھائیں
یا ہمیں موقعہ دیں۔ کہ ہم تمام واقعات پیش کر کے جلسہ سالانہ کے موقع پر
تمام احمدیوں کی موجودگی میں آپ کے سامنے حلف مؤکد بعذاب اٹھائیں
تاکہ روز روز کا جھگڑا ختم ہو کر حق کا بول بالا ہو۔ لیکن مرزا محمود احمد صاحب
کو کسی طریق پر بھی عمل پیرا ہونے کی جرأت نہیں ہوئی۔ سوائے کفار والا
حربہ بائیکاٹ مقاطع استعمال کرنے کے

۱۹۳۷ء سے لے کر آج تک میں اسی عقیدہ پر علی وجہ البصیرت قائم
ہوں کہ میاں محمود احمد ایک زانی اور بدچلن انسان ہے۔ جس کو خدا
رسول اور اس کے خادم حضرت مسیح موعود سے کسی قسم کی کوئی نسبت
نہیں۔ اگر میں اپنے اسی عقیدہ میں باطل پر ہوں۔ تو اللہ تعالٰی کی مجھ
پر لعنت ہو۔

حکیم عبدالعزیز سابق پریذیڈنٹ
انجمن انصار احمدیہ قادیان م

BACK

شہادت نمبر ۱۹

حلفیہ شہادت

میں خدا کو حاضر ناظر جان کر جس کی جھوٹی قسم کھانا کبیرہ گناہ ہے یہ تحریر کرتا ہوں کہ میں نے حضرت مرزا محمود احمد صاحب قادیان کو اپنی آنکھ سے زنا کرتے دیکھا ہے

اور میں اقرار کرتا ہوں کہ اس نے میرے ساتھ بھی بدفعلی کی ہے

اگر میں جھوٹ بولوں تو مجھ پہ خدا کی لعنت ہو۔

میں بچپن سے وہیں رہتا تھا   د بشیر احمد

شہادت نمبر ۲۰

حلفیہ شہادت

مصری عبدالرحمٰن صاحب کے بڑے لڑکے حافظ بشیر احمد نے میرے سامنے ہاتھ میں قرآن شریف لے کر یہ لفظ کہے۔ خداتعالیٰ مجھے پارا پارا کردے اگر میں جھوٹ بولتا ہوں کہ موجودہ خلیفہ صاحب نے میرے ساتھ بدفعلی کی ہے

میں خدا کی قسم کھا کر یہ واقعہ لکھ رہا ہوں

دستخط خود محمد عبداللہ احمدی سیمنٹ فرنیچر ہاؤس مسلم ٹاؤن لاہور

شہادت نمبر ۲۱

حلفیہ شہادت

مرزا گل محمد صاحب مرحوم رآپ قادیان کے رئیس اعظم تھے اور وہاں بڑی جائیداد کے مالک تھے ، اور مرزا غلام احمد صاحب کے خاندان کے رکن تھے ، ان کی دوسری بیوہ "چھوٹی بیگم" نے مجھے بیان کیا۔ کہ خلیفہ صاحب کو میں نے اپنی آنکھوں سے ان کی صاحبزادی اور بعض دوسری عورتوں کے ساتھ زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں نے خلیفہ صاحب سے ایک دفعہ عرض کی۔ حضور یہ کیا معاملہ ہے۔؟

آپ نے فرمایا کہ قرآن و حدیث میں اس کی اجازت ہے البتہ اس کو عوام میں پھیلانے کی ممانعت ہے۔

نعوذ باللہ من ذالک

میں خداوند تعالےٰ کو حاضر و ناظر جان کر حلفیہ بیان تحریر کر رہی ہوں۔ شاید میری مسلمان بہنیں اور بھائی اس سے کوئی سبق حاصل کریں فقط

سیدہ ام صالحہ بنت سید ابرار حسین

محسن آباد۔ لاہور

شہادت نمبر ۲۲

حلفیہ شہادت

چوہدری علی محمد صاحب واقف زندگی اپنے خاندان میں صرف اکیلے ہی احمدی ہیں جنہوں نے سب کچھ قربان کر کے احمدیت جیسی لعنت

کو پالیا۔ آپ ملٹری میں حوالدار تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام
کی کتب کے مطالعہ کے بعد آپ نے احمدیت قبول کی۔ الٰہ بخش صاحب
تسنیم کے برادر میر محمد بخش، ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ گوجرانوالہ
کے ذریعہ ۲۰/۳/۴۴ کو جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے۔ اور کچھ دن بعد
اپنے آپ کو خدمت دین کے لئے وقف کر دیا۔ مئی ۱۹۴۴ء میں قادیان
سے بلاوا آیا۔ تو آپ بلا حیل و حجت پورے اخلاص و عقیدت مندی
کے ساتھ قادیان تشریف لے گئے۔ اور خدمت کی ابتداء دفتر وکیل الصنعت
تحریک جدید سے کی اور پھر مختلف شعبہ جات میں تعین کئے
گئے۔ مثلاً

سندھ جننگ فیکٹری کنری میں بطور اکونٹنٹ مقرر کیا گیا۔ پھر
اسی دوران میں نمائندہ خصوصی بنا کر دی انسبو افریقین لمیٹڈ کراچی
سپیشل آڈٹ کرنے کی غرض سے بھیجا گیا۔ اور منڈی گوجرہ میں بھی
تحریک جدید کے حصوں کی نگرانی کے لئے نمائندہ خاص مقرر کیا گیا۔ کو
ہیں انڈسٹریل کمرشل ڈویلپمنٹ کمپنی کے دفتر میں اکونٹنٹ مقرر
کیا گیا۔ تجارت اور صنعت کے دفتر میں ہیڈ اکونٹنٹ مقرر کیا گیا اور
دی بورڈ آف ڈائرکٹرز کا سیکرٹری مرزا محمود احمد کی ذاتی منظوری
سے کیا گیا۔ جس کا چیئرمین مرزا مبارک احمد ہے۔ بدستور سالہا سال
سندھ کی زمینوں۔ سلسلہ کے تجارتی کارخانوں۔ اور فضل عمر
انسٹیٹیوٹ کا حساب آڈٹ کرتے رہے۔ بسا اوقات قیام ربوہ

میں اکثر مالی خیانتوں کے تفتیش پر آپ کو بطور کمیشن مقرر کیا جاتا تھا۔ بعض دفعہ
دار القضاء بھی فیصلوں کے لئے آپ کو ہی کمیشن مقرر کرتے۔ آپ بطور
محاسب خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں بھی کام کرتے رہے۔ اور خلیفہ صاحب
چوہدری صاحب موصوف سے خاص ملاقاتیں بھی کیا کرتے تھے۔ حافظ عبد السلام
وکیل المال نے جب کسی بات پر چوہدری صاحب کی شکایت خلیفہ صاحب
سے کی۔ خلیفہ صاحب نے بالوضاحت جواب میں کہا۔ جو درج ذیل ہے

"میرے نزدیک تو یہ محنت اور دیانتداری سے کام کرتے
ہیں"

الغرض چوہدری صاحب موصوف نے مختلف شعبہ جات میں اکونٹنٹ اور
بطور نائب آڈیٹر کے کام کئے ان کے علم اور یقین کے پیش نظر ان کو تمام
مخفی راز ازبر بھی یاد ہیں۔ کہ روپیہ کیسے اور کس طریق سے ہضم کیا جاتا
ہے۔ پھر آپ نے ایک کتاب میں حساب بنا کر پیش کیا ہے۔ اور چیلنج بھی دیا
ہے۔ کہ یہاں مالی بدعنوانیوں، خیانتوں اور دھاندلیوں کے ریکارڈ کے
رو سے میں عینی شاہد ہوں۔

بہر حال چوہدری صاحب موصوف کی خدمت جلیلہ قابل قدر ہیں۔ ضرورت
پڑنے پر وقت کے تقاضوں کو ضرور پورا کریں گے۔ قیام ربوہ میں ان
سے جو حالات پیش آئے۔ اس کے ذرائع سے ان کا حلفیہ بیان پیش
خدمت ہے۔

میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس پاک ذات کی قسم کھاتا ہوں

"...سلی مجبوبی لعنا لعنتیوں کا کام ہے۔ کہ صوفی روشن دین صاحب جو ربوہ میں انجن کی چکی پر عرصہ تک بطور مستری کام کرتے رہے۔ اور وہ ربوہ کے پرانے رہنے والوں میں سے ہیں۔ اور مخلص احمدی ہیں۔ ان کے مرزا محمود احمد صاحب اور ان کے خاندان کے بعض افراد سے قریبی تعلقات تھے۔ اور خصوصاً مرزا حنیف احمد ابن مرزا محمود احمد کے صوفی صاحب موصوف کے ساتھ نہایت عقیدت مندانہ مراسم تھے۔ اور قلبی عقیدت کی بنا پر مرزا حنیف احمد گھنٹوں صوفی صاحب کے پاس روزانہ ان کے گھر جا کر بیٹھتے اور بسا اوقات صوفی صاحب کو قصر خلافت میں اپنے ایک کمرہ خاص میں بھی لے جا کر ان کی خاطر مدارت کرتے۔ انہوں نے مجھ سے بارہا بیان کیا۔ کہ مرزا حنیف احمد خدا کی قسم کھا کر کہتا ہے۔ کہ جس کو تم لوگ خلیفہ اور مصلح الموعود سمجھتے ہو وہ زنا کرتا ہے۔ اور یہ کہ مرزا حنیف نے اپنی آنکھوں سے اپنے والد کو ایسا کرتے دیکھا۔ صوفی صاحب نے یہ بھی کہا کہ انہوں نے کئی دفعہ مرزا حنیف احمد سے کہا کہ تم ایسا سنگین الزام لگانے سے قبل اچھی طرح اپنی یادداشت پر زور ڈالو۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ جس کو تم کوئی غیر سمجھے ہو وہ در اصل تمہاری کوئی والدہ ہی تھیں۔ مبادا خدا کے قہر و غضب کے نیچے آ جاؤ۔ تو اس پر مرزا حنیف احمد اپنی رؤیت عینی پر حلفاً مصر ہے کہ ان کا والد پاک سیرت نہیں ہے۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ انہوں نے اپنے والد کی کبھی کوئی کرامت مشاہدہ نہیں کی۔ البتہ یہ تڑپ قلت

کے ساتھ پائی ہے۔ کہ کسی طرح انہیں جلد از جلد دنیاوی غلبہ حاصل ہو جائے۔

اگر میں اس بیان میں جھوٹا ہوں۔ اور افراد جماعت کو اس سے محض دھوکا دینا مقصود ہے۔ تو خدا تعالےٰ مجھ پر اور میری بیوی بچوں پر ایسا عبرتناک عذاب نازل فرمائے جو مخلص اور ہر دیدہ بینا کے لئے ازدیاد ایمان کا موجب ہو۔

ہاں اس نام نہاد خلیفہ کی مالی بدعنوانیوں، خیانتوں اور دھاندلیوں کے ریکارڈ کی رو سے میں عینی شاہد ہوں۔ کیونکہ خاکسار نے ساڑھے نو سال تحریک جدید اور انجمن احمدیہ کے مختلف شعبوں میں اکاؤنٹنٹ اور نائب آڈیٹر کی حیثیت سے کام کیا ہے۔

خاکسار

چوہدری علی محمد عفی عنہ واقف زندگی

سابق نمائندہ خصوصی کوہستان، لائلپور

شہادت نمبر ۲۳

حلفیہ شہادت

جناب مولوی محمد صالح صاحب نور واقف زندگی سابق کارکن وکالت تحریک جدید ربوہ۔ مولانا محمد یامین صاحب تاجر کتب کے چشم و چراغ ہیں۔ صحابی ہونے کے علاوہ سلسلہ احمدیہ کا لیے تہا

لٹریچر شائع کرتے ہیں۔ آپ قادیان کی مقدس سرزمین ۱۹۳۹ء میں پیدا ہوئے اور مولوی فاضل تک تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں مختلف شعبہ جات میں آپ نہایت خوش اسلوبی سے خدمت سرانجام دیتے رہے مثلاً

۱۔ قادیان میں مسجد خدام الاحمدیہ کے جنرل سیکرٹری کے عہدہ پر فائز رہے

۲۔ زعیم مجلس خدام الاحمدیہ دارالصدر ربوہ

۳۔ نائب ناظم تبلیغ مرکزیہ خدام الاحمدیہ ربوہ

۴۔ سندھ ویجی ٹیبل اینڈ پروڈکٹس کے ہیڈ آفس میں کام کیا

۵۔ رسالہ ریویو آف ریلیجنز اور سن رائز اخبار کے مینیجر بھی رہے

۶۔ محتسب امور عامہ کا معتمد خاص ربوہ بھی رہے۔ ان شعبہ جات کے علاوہ بھی جماعتی طور پر جس خدمت پر بھی مامور کیا گیا آپ نے دیانت اور تقویٰ کی راہ پر چل کر صحیح معنوں میں خدمت کی۔ آپ میاں عبدالرحیم احمد جو خلیفہ صاحب کے داماد ہیں۔ ان کے پرسنل اسسٹنٹ وکیل التعلیم تحریک جدید ربوہ بھی تھے۔ آپ جس جانفشانی اخلاص اور محنت سے کام کرتے تھے۔ اس کی وجہ سے آپ کے ذمہ مزید کام سپرد کئے جاتے تھے۔ آٹھ دس شعبہ جات کی کارکردگی آپ کی مقبولیت کی شاہد ہے اور گہرے تعلقات کا اندازہ بھی اس سے لگایا جا سکتا ہے۔ آپ کا حلفیہ بیان ہدیہ ناظرین ہے

حلفیہ شہادت

میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر مندرجہ ذیل سطور محض اس لئے سپرد قلم کر رہا ہوں۔ کہ جو لوگ اب بھی مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ ربوہ کے تقدس کے قائل ہیں۔ ان کے لئے راہنمائی کا باعث ہو۔ اگر میں درج ذیل بیان میں جھوٹا ہوں۔ تو خدا تعالیٰ کا عذاب مجھ پر اور میرے اہل و عیال پر نازل ہو۔

میں پیدائشی احمدی ہوں اور ۱۹۵۷ء تک میں مرزا محمود احمد صاحب کی خلافت سے وابستہ رہا۔ خلیفہ صاحب نے مجھے ایک خود ساختہ فتنہ کے سلسلہ میں جماعت ربوہ سے خارج کر دیا۔ ربوہ کے ماحول سے باہر آ کر خلیفہ صاحب کے کردار کے متعلق بہت ہی گھناؤنے حالات سننے میں آئے۔ اس پر میں نے خلیفہ صاحب کی صاحبزادی امتہ الرشید بیگم، بیگم میاں عبدالرحیم احمد سے ملاقات کی۔ انہوں نے خلیفہ صاحب کے بدچلنی اور بدقماش ہونے کی تصدیق کی۔ باتیں تو بہت ہوئیں لیکن خاص بات قابل ذکر یہ تھی۔ کہ جب میں نے امتہ الرشید بیگم سے یہ کہا، کہ آپ کے خاوند کو ان حالات کا علم ہے۔ تو انہوں نے کہا، کہ صالح نور صاحب آپ کو کیا بتلاؤں۔ کہ ہمارا باپ ہمارے ساتھ کیا کچھ کرتا رہا ہے اور اگر وہ تمام واقعات میں اپنے خاوند کو بتلا دوں تو وہ مجھے ایک

BACK
MORE

سنت کے لئے بھی اپنے گھر میں لیجانے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ تو پھر میں کہاں جاؤں گی۔ اس واقعہ پر امتہ الرشید کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور یہ لرزہ خیز بات سنکر میں بھی ضبط نہ کرسکا۔ اور وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ اس وقت میں ان واقعات کی بنا پر جو میں ڈاکٹر نذیر احمد ریاض، محمد یوسف ناز، راجہ بشیر احمد رازی سے سن چکا ہوں۔ حق الیقین کی بنا پر خلیفہ صاحب کو ایک بدکردار اور بدچلن انسان سمجھتا ہوں، اور اسی کی بنا پر وہ آج خدا کے عذاب میں گرفتار ہیں۔

خاکسار

محمد صالح نور واقف زندگی، سابق کارکن۔ وکالت تعلیم

(تحریک جدید ربوہ)

شہادت نمبر ۲

حضرت ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ریاض کی شہادت

خلیفہ صاحب کا اصول

حضرت ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ریاض، مولوی فاضل واقف زندگی خلیفہ ربوہ کے خاص ڈاکٹر تھے۔ اور خلیفہ صاحب نے انہیں خود سلسلہ کے خرچ سے حکمت اور ڈاکٹری کی تعلیم دلوائی۔ ڈاکٹر صاحب موصوف علاج مخصوصہ میں کافی سے زیادہ مہارت رکھتے ہیں۔ اور عرصہ دراز تک خلافت مآب کے چرنوں میں رہے۔ آپ نے حضرت

مولوی خیر علی صاحب کی سوانح حیات مرتب کر کے شائع کی ہے جو تقریباً ۱۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ آپ جامعۃ المبشرین میں پروفیسر بھی تھے۔ آپ اپنی خدا داد ذاتی صلاحیتوں کی وجہ سے خلیفہ صاحب کی آلودہ زندگی سے ہی نہیں بلکہ اندرون خانہ کے ہر شعبہ سے پوری طرح واقف راز بھی ہیں۔ یعنی بہت سے چشم دید راز خصوصی کے علاوہ آپ خلیفہ صاحب کے اصول کے متعلق فرماتے ہیں۔

آپ کو یاد ہوگا جب تک ہم ربوہ میں رہے ہماری آپس میں کچھ ایسی قلبی مؤانست رہی کہ باہم ملکہ طبیعت لے حد خوش ہوتی تھی کبھی شعر و شاعری کے سلسلہ میں تو کبھی مخلص کے مصنوعی تقدس پر نکتہ چینی کرنے میں بڑا لطف آتا تھا۔ دراصل خلیفہ صاحب کا اصول ہے کہ

؎ مت رکھو ذکر و فکر صبح گاہی میں انہیں
اور پختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں انہیں (جوش)
اور خود خوب رنگ رلیاں مناؤ۔ عیش و عشرت میں بسر کرو۔

ہم نے تو بھائی خلوص دل سے وقف کیا تھا۔ خدا انہیں ضرور اس کا اجر دیگا انہیں یہ خلوص پسند نہ آیا۔ اللہ تعالٰی بہتر حکم و عدل ہے خود فیصلہ کر دے گا ٹھکرائے ہوئے ہیرے کتنے قیمتی اور کتنے عزیز تھے۔

شروع شروع میرے دل کی عجیب کیفیت تھی، ہر وقت دل مختلف افکار کی آماجگاہ بنا رہتا تھا، ماں باپ کی یاد، عزیزوں کی جدائی کا احساس دوستوں کے بچھڑنے کا غم اور حاسدوں کے تیروں کی چبھن سبھی کچھ تھا لیکن ؎

؎ ہر داغ تھا اس دل میں بجز داغ ندامت

سب سے بڑا مسئلہ انسان کی فطرت صحیحہ ہے جس کی روشنی میں انسان اپنے
قدموں کو استوار رکھتا ہے۔ اور ہر افتاد پر ڈگمگانے سے بچاتا ہے۔ اگر
یہ کلی طور پر مسخ ہو جائے تو پھر کسی بے راہ روی کا احساس دل میں نہیں رہتا
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی رضا کی راہوں پر چلا سکے میں آپکا ریاحق
، اگر میں جھوٹ بولوں تو خدا کی لعنت ہو مجھ پر

شہادت نمبر ۲۵ حلفیہ شہادت

جناب غلام حسین صاحب احمدی ۔۔۔ فرماتے ہیں:۔
میں نے اپنی شہادت کے علاوہ حبیب احمد کا بھی ذکر کیا تھا۔ وہ
مجھے قادیان میں مل گئے۔ میں نے ان سے قسم دیکر دریافت کیا تو انہوں
نے ۔۔۔ قسم کھا کر مجھے بتلایا کہ حضرت صاحب مرزا محمود احمد نے دو
مرتبہ ان سے لواطت جیسی گندی بازی کی ہے ایک دفعہ قصر خلافت میں اور دوسری
دفعہ ڈلہوزی میں۔ میں نے اس سے تحریری شہادت مانگی تو پوری تفصیل کے ساتھ نہیں لکھی
بلکہ نامکمل لکھ کر دی حبیب احمد صاحب اعجاز اسکی پوری پوری تصدیق فرما رہے ہیں جو درج ذیل ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم وعلی عبدہ المسیح الموعود نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بخدمت شریف جناب بھائی غلام حسین صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
کے بعد التماس ہے کہ جو میں نے آپ کو ۔۔۔ کو جو بات بتائی تھی میں خدا کو حاضر ناظر
جانکر کہتا ہوں کہ وہ بات بالکل صحیح ہے اگر میں جھوٹ بولوں تو خدا کی لعنت ہو مجھ پر۔۔۔۔
خاکسار حبیب احمد اعجاز

میں علیٰ وجہ البصیرت شاہد ناطق ہوں

شہادت نمبر ۲۶

راجہ بشیر احمد صاحب رازی

حلف

مکرمی محترمی راجہ علی محمد صاحب ریٹائرڈ افسر مال۔ امیر جماعت احمدیہ گجرات
کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ نے خدمت دین کے لیے ۱۹۴۵ء میں اپنے آپ
کو وقف کیا اور پورے اخلاص کے ساتھ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا۔
اور خلیفہ ربوہ کے بلاوے پر آپ ربوہ تشریف لے آئے
اور نائب آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے کام پر مامور کیا گیا آپ نے اس
کام کو یا جو کام بھی آپ کے سپرد کیے جاتے نہایت ہی استقلال اور
محنت اور دیانتداری سے سرانجام دیتے رہے۔ آپ ربوہ کے کچے
کوارٹرز میں رہائش پذیر تھے۔ اور دوستوں کے علاوہ آپ کے مراسم
جناب شیخ نور الحق صاحب احمدیہ سنڈیکیٹ سے ہوئے۔ تو انہوں
نے خلیفہ صاحب کی آلودہ زندگی کا ایسا بھیانک منظر پیش کیا، آپ ششدر
رہ گئے۔ آپ کا ذہن اس آلودہ زندگی کو تسلیم نہیں کرتا تھا۔ کہ ایسا مقدس انسان
بدکار نہیں ہو سکتا۔ بالآخر رفتہ رفتہ آپ کے مراسم انتہائی خصوصی ڈاکٹر نذیر احمد صاحب
ریاض سے ہو گئے تو انہوں نے بھی اس ناپاک انسان کے عشرت کدہ کی رنگین مجالس
کا ذکر فرمایا۔ اور ان کی مزید پختگی کے لئے اس رنگین اور سنگین مجالس
تک لے جانے کا وعدہ کر کے اس مجلس میں شامل کر لیا۔ رازی صاحب

موصوف نے جب اس مجالس خاص میں عملاً رسائی حاصل کر لی۔ اور اپنی آنکھوں سے ہما
منظر کو دیکھا تو آپ محو حیرت ہو گئے بعد ازیں آپ نے علی الاعلان پوری دیانتداری سے
اس نقشہ خصوصی کو جو علی وجہ البصیرت پورے اطمینان کے ساتھ دیکھ چکے تھے اپنے
دوستوں سے کھلم کھلا اظہار کرتے رہے۔ رازی صاحب موصوف کا بجواب خط
بیان درج ذیل ہے آپ فرماتے ہیں

ارشادِ گرامی پہنچا۔ خلیفہ صاحب سے عدم وابستگی کی اصل وجہ تو یہی ہے جو
ہمارے **مکرم بھائی مرزا محمد حسین صاحب بی کام**
فرمایا کرتے ہیں کہ جو سفر ہم نے ماموریت سے شروع کیا۔ اسے آمریت
پر ختم کرنا ہمیں گوارا نہیں۔

مگر یہ اجمال شاید آپ کے لئے وجہ تسلی نہ بن سکے۔ لیجئے مختصراً ہماری
روئداد بھی سن لیجئے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے۔ جب ہم ربوہ کے پیچھے کوارٹرز
میں خلیفہ صاحب ربوہ کے پیچھے قصر خلافت کے سامنے رہائش پذیر تھے قرب
مکانی کے سبب

شیخ نور الحق احمد "احمدیہ سنڈیکیٹ"
سے راہ رسم بڑھی۔ تو انہوں نے خلیفہ صاحب کی زندگی کے ایسے مشاغل
کا تذکرہ کیا جن کی روشنی میں ہمارا وقفہ کا راحتیاں نظر آنے لگا اتنے بڑے دعویٰ
کے لئے شیخ صاحب کی روایت کافی نہ تھی۔ خدا بھلا کرے۔

ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ریاض

کا جن کی ہم رکابی میں مجھے خلیفہ صاحب کے ایک

ذیلی عشرت کدہ

میں چند ایسی ساعتیں گزارنے کا موقعہ ہاتھ آیا۔ جس کے بعد میرے لئے خلیفہ
صاحب ربوہ کی پاک دامنی کی کوئی سی بھی تاویل و تعریف کافی نہ تھی اور میں
اب بفضل ایزدی علی وجہ البصیرت خلیفہ صاحب ربوہ کی بداعمالیوں پر شاہد ناطق
ہو گیا ہوں۔ میں صاحب تجربہ ہوں کہ یہ سب بداعمالیاں ایک سوچی ہوئی سکیم
کے تحت وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ اور ان میں اتفاق یا بھول کا کوئی دخل نہیں جن
دنوں ہم تھے۔

محاسب کا گھڑیال[1]

ان رنگین مجالس کے لئے سٹینڈرڈ ٹائم (Standard Time) کی حیثیت
رکھتا تھا۔ اب نہ جانے کون سا طریقہ رائج ہے۔ میرے اس بیان کو اگر
کوئی صاحب مذکور چیلنج کرے تو میں حلف مؤکد بعذاب اٹھانے کو تیار ہوں

والسلام

بشیر رازی بی کام سابق نائب ایڈیٹر مصباح انجمن احمدیہ ربوہ

نوٹ:۔ محاسب کا گھڑیال سے مراد۔ اگر ایک شخص کو رات کے نو بجے کا وقت مقرر کر
کے لئے دیا گیا ہے تو اس کی گھڑی میں چاہے نو بج چکے ہیں جب تک محاسب کا گھنٹہ نہ بجا اس وقت
وہ شخص اندر نہیں آسکتا

شہادت نمبر ۲۷

چودہری صلاح الدین صاحب ناصر بنگالی۔

خلف

خاں بہادر ابو الہاشم خاں مرحوم چوہدری صاحب موصوف کے والد محترم نے بنگال میں جماعت احمدیہ کی قیادت کی۔ اور آپ نے پورے اخلاص کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کو اجاگر کیا۔ اور آپ نے مرزا محمود کی تفسیر کا انگریزی میں ترجمہ بطور خدمت کے کیا۔ اور آپ جب ریٹائر ہوئے تو آپ مع اہل و عیال قادیان تشریف لے آئے۔ اور محلہ دار الانوار میں ایک بہترین کوٹھی رہائش کے لئے تعمیر کی۔ اور آپ کے خاندان کو خلیفہ صاحب کے خاندان سے انتہائی عقیدت تھی۔ اس قریبی تعلقات کی وجہ سے آپ خصوصیت سے واقف راز ہو گئے۔ چوہدری صاحب صدر انجمن کے شعبہ جات میں بھی کام کرتے رہے اور آپ کی انتھک مساعی محض دین کی خاطر شامل حال رہی۔ آپ بھی ربوہ میں کچے کوارٹروں میں عرصہ تک رہائش پذیر رہے۔ لیکن جب آپ کو مرزا محمود کی ناپاک سیرت کا بخوبی علم ہو گیا۔ اور علی وجہ البصیرت حق الیقین تک پہنچ گئے تو آپ نے ربوہ کو خیرباد کہنے کا تہیہ کر لیا۔ موقع پا کر آپ خفیہ طور سے مع ہمشیرگان اور والدہ محترمہ کو رات کی تاریکی میں لے کر لاہور روانہ ہو گئے اور پھر علی الاعلان خلیفہ صاحب کی ناپاک سیرت پر اخباروں اور لیکچروں میں بلا خوف اظہار فرماتے رہے۔ چوہدری صاحب موصوف حقیقت پسند پارٹی کے پہلے جنرل سکرٹری رہے۔ آپ نے اس کام کو بھی اپنی صلاحیتوں کے پیش نظر حسب دستور مستعدی اور جانفشانی سے کام کیا۔ اس

بدکار اور بد اعمال انسان کے لئے آپ نے اپنے آپ کو وقف کیا۔ اور اس کی ناپاک سیرت پر الارم دینا اپنا فرض اولین تصور کرتے ہیں۔ چودھری صاحب گھر کے رازداروں میں سے واقع ہوئے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

قادیانی جماعت کے اندر فدایان احمدیت کے نام کی خفیہ تنظیم کو بے نقاب کیا جائے۔ جو ایک نقاب پوش خطرناک قسم کی نوجوانوں کی تنظیم ہے جو عملی طور پر تشدد کی حامی ہے اور اپنے کسی راز کو افشا کرنے والے کا کام تمام کر دیتی ہے اور ذیل کے احمدی حضرت کو عدم آباد تک پہنچا چکی ہے۔

۵۷ - ۴ - ۲۱ - نوائے پاکستان

چوہدری صاحب کی مجاہدانہ سرگرمیوں کا اندازہ بہت سے اخباروں کے علاوہ مذکورہ بالا عبارت سے ظاہر ہے جس میں آپ نے طویل لسٹ مختلف لوگوں کو دی ہے جن کو راز افشا کرنے کے جرم میں ان کا کام تمام کر دیا گیا۔ طوالت کے خوف سے مثال کے طور پر صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں۔ چودھری صاحب نے اپنی ہمشیرہ عابدہ بیگم بنت خاں بہادر ابو الہاشم خاں صاحب آف بنگال کے اہم واقعہ کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ کہ ان کو بھی بذریعہ بندوق مار کر اچانک موت سے منسوب کیا گیا۔ ان کے خیال کے مطابق کہ کہیں راز افشا نہ کر دے

بہرحال چوہدری صاحب صحیح معنوں میں حقیقت پسند واقع ہوئے ہیں۔ ان کا ہر کام دیانتدارانہ اور اخلاص پر مبنی ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کو مزید استقامت بخشے۔ علاوہ ازیں جب گجرات میں جلسہ ہوا

تو آپ نے اس وقت بھی صداقت کو پورے طور سے روشن کیا۔ کہ ہم نے تقدس کے پردے میں جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ وہی ہماری اس سے علیحدگی کا باعث ہوا۔ چنانچہ چوہدری صاحب فرماتے ہیں۔

لائلپور ازاں چوہدری صلاح الدین صاحب جو مشرقی پاکستان کے رہنے والے ہیں۔ بنگالی میں تقریر کی اور بتایا کہ ہم نے تقدس کے پردے میں جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ہماری اس جماعت سے علیحدگی اس کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے بتایا۔ میں مشرقی پاکستان کے ایک معزز خاندان کا نوجوان ہوں اور امام جماعت احمدیہ کی دھاندلیوں کی وجہ سے علیحدہ ہو گیا ہوں اور دیانتداری سے سمجھتا ہوں۔ کہ ان کے خلاف آمریت کا ایک واضح نمونہ ہے۔

نوائے پاکستان ۵۷ ۔ ۳ ۔ ۲۸

شہادت نمبر ۲۸

امام جماعت احمدیہ (قادیان) ربوہ کے متعلق

حضرت ڈاکٹر سید میر محمد اسماعیل صاحب مرحوم سول سرجن

کی

شہادت

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب خلیفہ صاحب کے ماموں اور خسر بھی ہیں۔ آپ کی قطعی رائے ہے کہ خلیفہ عیاش ہو۔ تو میں ڈاکٹر ہوں۔ اور میں جانتا ہوں۔ کہ عیاشی کی وجہ سے نہ دماغ کام کرتا ہے۔ اور نہ عقل اور نہ ہی حرکات صحیح طور پہ کر سکتا ہے۔ سب قویٰ برباد ہو جاتے ہیں۔ جس کو انگریزی میں (Wre...) کہتے ہیں۔ زنا انسان کو بنیاد سے نکال دیتا ہے حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف فرماتے ہیں جب .... بڑا الزام یہ لگایا جاتا ہے کہ خلیفہ عیاش ہے اس کے متعلق میں

MORE

BACK

کہتا ہوں۔ میں ڈاکٹر ہوں۔ اور میں جانتا ہوں۔ کہ وہ لوگ جو چندمن بھی عیاشی میں پڑھ جائیں۔ وُہ وہ ہو جاتے ہیں جنہیں انگریزی میں [illegible] کہتے ہیں ایسے انسان کا دماغ کام کا رہتا ہے۔ نہ عقل درست رہتی ہے۔ نہ حرکات صحیح طور پر کرتا ہے، غرض سب قویٰ اس کے برباد ہو جاتے ہیں۔ اور سر سے لے کر پیر تک اس پر نظر ڈالنے سے فوراً معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ وہ عیاشی میں پڑھ کر اپنے آپ کو برباد کر چکا ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں۔

اَلزِّنَا یُخَرِّبُ البُنَاءَ

کہ زنا انسان کو بنیاد سے نکال دیتا ہے

الفضل ۱۰ر جولائی ۱۹۳۷ء

جادُو وہ جو سر چڑھ کر بولے

خلیفہ ربوہ بعینہٖ اسی اسراف میں مبتلا ہیں...

.... ان کا دماغ ماؤف ہو چکا ہے۔ نہ عقل کام کرتی ہے نہ اعضاء صحیح طور پر کام کرتے ہیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ زنا انسان کو بنیاد سے نکال دیتا ہے۔ من وعن یہی حالت طاری ہے خبیث مرض یعنی۔ فالج کا شکار ہیں۔ خصوصاً آپ نے ان کی عقل فہم کا اندازہ جلسہ سالانہ پر بخوبی لگایا ہوگا۔ کہ کس طرح وہ اپنی عقل کو ٹھکانے لگاتے رہے اور حاشیہ بردار درمیان میں لقمہ دیتے رہے اگر یہ لقمہ بے سود ثابت ہُوا لاکھ پیوند لگاؤ

BACK

حق پسند اصحاب کی توجہ کے لئے

اپنی طرف سے نہایت اختصار کے ساتھ کچھ حوالجات حضرت مسیح موعود علیہ السلام پیش کر دیئے ہیں۔ تاکہ فیصلہ میں آسانی رہے اہل دانش اور طالبان حق کے لئے نہایت ضروری ہے کہ ٹھنڈے دل سے ان تمام واقعات کو جو خلیفہ کے چال چلن پر سالہا سال سے بیان کئے جا رہے ہیں اور وہ انہیں ٹال رہے ہیں۔ آپ نے دلائل کی روشنی میں موازنہ کر کے خلیفہ صاحب کا احتساب کرنا ہے تاکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اصول جو بدچلن اور بدکار کے متعلق موجود ہے۔ اسکی بے حرمتی نہ ہو۔ اگر آپ نے اس اصول کو جرأت مندانہ اقدام سے اجاگر کر دیا۔ تو آنے والی نسلیں آپ کی اس جسارت کو جو اصول کے لئے برتی جائے گی قدر منزلت کی نگاہوں سے دیکھیں گی۔

علاوہ ازیں انسان غلطی کا پتلا ہے۔ بھول جانا کوئی بات نہیں ہوتی چونکہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے معنفہ جواہر پارے دیگر تنخواہ دار علماء اس امر کے لئے کوشاں رہتے ہیں کہ اس خلافت کو مضبوطی سے پکڑو مانند بعض حوالے ان چھپا ن کئے جاتے ہیں۔ لیکن حضرت اقدس نے زانی، بدکار، عیاش کے متعلق ایک قطعی فیصلہ دیا ہے جو درج ذیل ہے

ا۔ مباہلہ صرف ایسے لوگوں سے ہوتا ہے جو اپنے قول کی قطع اور یقین پر بنا رکھ کر کسی دوسرے کو مفتری اور زانی قرار دیتے ہیں (الحکم ۲۴ر مارچ ۱۹۰۲ء)

MORE

BACK

۲۔ یہ تو اسی قسم کی بات ہے جیسے کوئی کسی کی نسبت یہ کہے کہ میں نے اسے بچشم خود زنا کرتے دیکھا یا بچشم خود شراب پیتے دیکھا۔ اگر میں اس بے بنیاد افترا کیلئے مباہلہ نہ کرتا تو اور کیا کرتا۔" (تبلیغ رسالت جلد ۲ صفحہ نمبر ۲)

تو اس کی طرف آنے میں ہچکچاہٹ کیوں جب آپ کا دعویٰ ہے کہ خلیفہ صاحب سے خدا خلوت اور جلوت میں باتیں کرتا ہے۔ اس عدالت میں حضرت اقدس کا حوالا بھی یہی مطالبہ کرتا ہے پھر ڈرتے کیوں ہو۔ ہاں میں عرض کر رہا تھا۔ حضرت اقدس کا قطعی فیصلہ ہے یا آپ کی نگاہ میں حضرت اقدس کی کتابوں میں ایسا حوالہ موجود ہے۔ جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ بدکار عیاش بھی مصلح موعود ہو سکتا ہے تو خدا کی قسم اگر یہ حوالہ میرے میرے علم اور سمجھ میں آگیا تو میں سر تسلیم خم کروں گا۔ ورنہ بصورت دیگر آپ کا فرض ہوگا۔ کہ حضرت اقدس کے ان حوالوں کی موجودگی میں جو بدکار کے لئے آپ نے لکھا ہے۔ عمل کرنا ہوگا۔ اور جماعت کے ہر فرد کو احتساب کرنا پڑے گا۔

بدکردار مصلح موعود نہیں ہوسکتا

یہ بات اظہر من الشمس ہو چکی ہے کہ خلیفہ صاحب بدکار، عیاش بدچلن انسان ہیں۔ بدکردار مصلح موعود نہیں ہو سکتا اور اپنی اس بدمعاشی کو چھپانے کی خاطر مختلف بہانے اور حیل و حجت۔ قتل و غارت و پاگنڈا

اور صدر انجمن احمدیہ کا روپیہ مقدمے میں ضائع کیا جاتا ہے۔ پھر الفضل میں یوں کہا جاتا ہے کہ زنا کرنا جرم نہیں اسکی تشہیر جرم ہے۔ زنا تو آپ عین شریعت کے مطابق کرتے ہیں۔ اس لئے اس کا تو جرم نہیں۔ مگر مباہلہ حضرت اقدس کے فرمان کے مطابق کیا جاتا ہے۔ وہ جرم ہے۔ خلیفہ صاحب نے حضرت اقدس کی تعلیم کو پس پشت ڈال کر اپنا سکہ جمانے کی کوشش کی مقدس اصطلاحوں سے اپنے آپ کو نوازا کبھی صحابہ کرام کے متعلق بدتہذیبی کا مظاہرہ کیا اور کبھی آنحضرت صلعم سے بھی آگے بڑھنے کا قدم اٹھایا۔ انشاء اللہ ایسے شخص کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔ اس کو اس دنیا میں جو سزا مل رہی ہے وہ ایک زندہ نشان ہے۔ چلنے پھرنے سے بھی عاری ہے۔ دماغ کسی قدر ماؤف ہو چکا ہے۔ فالج نے اس کو اپنا شکار بنا لیا ہے (الفضل ۲۹ اگست ۱۹۵۶ء)

ایسے شخص کو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے قادیان کی مقدس سرزمین میں بھی جگہ نصیب نہیں ہوئی۔ دراصل اگر غور سے دیکھا جائے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ گندی مچھلی سب کو خراب کرتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس ناپاک وجود کو وہاں سے نکال کر مقدس بستی کو محفوظ کر لیا۔

میں عرض کر رہا تھا۔ کہ آپ حاشیہ بردار اس کو سہارا دیے ہوئے ہیں۔ کبھی ٹیکہ کے زور اس کو ہوش میں لایا جاتا ہے۔ کبھی ٹیپ ریکارڈ سنا کر جماعت کو تسلی دی جاتی ہے۔ بارہا طریق سے اس میں پیوند لگائے گئے۔ لیکن جب ایک عمارت بوسیدہ ہو جاتی ہے۔ اس کے پیوند کہاں تک سہارا دے سکتے ہیں۔ بالآخر اس بوسیدہ عمارت کو طیش نیش

MORE

کرکے از سرِ نو بنانی پڑتی ہے۔یہی حال خلیفہ کا ہے۔اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے قعرِ مزلت میں گر چکا ہے۔اس وقت سہارا بے سود ہے۔یہ غلط ملط سہارے دیکھنے والوں کے لئے اس شخص کی بدکرداری کا زندہ ثبوت ہے۔یہ ناپاک وجود ختم ہوکر رہے گا۔اور حضرت اقدس کا اسلام پھر اپنی آب و تاب سے چمکے گا۔خدا کے گھر میں دیر ضرور ہے اندھیر نہیں۔

میرے احمدی بزرگو! بھائیو! اور بہنو! جماعت احمدیہ کا ہر فرد جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصولوں کو اپنانے کے لئے بے تاب ہے۔ان سے استدعا ہے کہ خلیفہ صاحب اس وقت زندہ ہیں۔ان کی موجودگی میں جس اسلامی شریعت کو آپ پسند فرماویں فیصلہ کی راہ نکالیں۔انسان کی سمجھ بوجھ کے مطابق تین ہی صورتیں قابل عمل ہیں۔

عدالت　　　کمیشن　　　مباہلہ

اظہارِ واقعہ کو بدزبانی نہیں کہا جاسکتا

حضرت اقدس ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں۔

"دشنام دہی اور چیز ہے اور بیان واقعہ کا گو وہ کیسا ہی تلخ اور سخت ہو۔دوسری شے ہے۔ہر ایک محقق اور حق گو کا یہ فرض ہوتا ہے۔کہ سچی بات کو پورے پورے طور پر مخالف گم گشتہ کے کانوں تک پہنچا دے

پھر اگر وہ سچ کو سنکر افروختہ ہو۔تو ہوا کرے" (ازالہ اوہام صفحہ)

خلیفہ صاحب کی بداعمالیوں کے متعلق مختلف اقوال اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالجات اور شہادتیں درج ہیں

میں انصاف پسند اور فہمیدہ اصحاب سے درخواست کرتا ہوں۔تینوں صورتیں پیش کر دی ہیں۔جو صورت آپ کے لئے آسان ہو۔اس پر عمل کریں۔ورنہ بصورت دیگر اگر اس میں لیت و لعل کیا گیا۔تو وہ اپنے متعلق شکوک میں اضافہ کریں گے۔لیکن یاد رکھیں۔خلیفہ صاحب اپنی بدکرداری اور کرتوتوں کو اچھی طرح جانتے ہیں۔وہ کبھی بھی مباہلہ کے لئے میدان میں نہیں نکلیں گے۔

وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِالظّٰلِمِينَ ۝

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بھی مرزا محمود احمد صاحب پر کمیشن مقرر کیا گیا اور سنا ہے کہ جرم ثابت تھا۔مگر بدنامی کے خوف سے اس کو درگزر کیا گیا۔اگر ہمارے بزرگان ملت اس وقت اس خوف کو بالائے طاق رکھ کر اس کو گندے چھیچھڑے کی طرح نکال دیتے تو آج اس بدنما داغ اور لعنت سے محفوظ رہتے۔

پس آپ اپنے فرضوں کو پہچانیں۔اس بدنما دھبے کو مباہلہ کی صورت میں خدا کی عدالت میں لائیں۔تاکہ تقدس اور پاکبازی الم نشرح ہو کر جماعت احمدیہ کے لئے خصوصاً ہدایت کا موجب ہو۔

طالب دعا۔ (خادم ملت مظہر ملتانی)

اِنتباہ!

جسقدر شہادتیں اور حلفیہ بیان کتاب ہذا میں درج ہیں۔ ان کی اصل تحریرات موجود ہیں۔ اگر ضرورت پڑی تو اصل تحریرات کے عکس شائع کر دیئے جاویں گے۔ تاہم اگر کوئی صاحب کسی دباؤ کے ماتحت یا جماعت احمدیہ ربوہ کے سربراہ یا بالخصوص مرزا بشیر احمد صاحب۔ ایم اے "قمر الانبیاء" (انکے کیریکٹر کے متعلق بھی شہادتیں موجود ہیں۔ جو کسی وقت منظر عام پر لائی جا سکتی ہیں) اپنے حکیمانہ اور فلسفیانہ لاطائل انداز میں ان بیانات کی تردید یا تکذیب کی جرأت کریں۔ تو اس موقع پر بھی انہیں قہار و جبار کی عدالت میں آنا ہوگا۔ اور مؤکد بعذاب حلف اٹھانا ہوگا۔ جو صاحب تردید کریں۔ ان کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ بالمقابل کم از کم دو صد اشخاص کے سامنے مسجد میں کھڑے ہو کر بہ الفاظ مندرجہ ذیل مؤکد بعذاب حلف اٹھائیں

میں اس خدا کی ذات ذوالجلال حیّ و قیوم اور قہار و جبار کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اور جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے۔ اور میں اپنے بیٹوں، بیٹیوں، بیوی، بہنوں، ماں، باپ [illegible] وقت بھی جو [illegible] زندہ یا موجود نہ ہوں۔ ان کا نام کاٹ دیا جائے۔ سر پر ہاتھ رکھ کر مؤکد بعذاب حلف اٹھاتا ہوں کہ جناب مرزا محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ ربوہ نے کبھی زنا یا

لواطت نہیں کی۔ اور میری طرف جو یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ میں نے اُن کے دامن کو ایسی بدکاری سے داغدار قرار دیا ہے۔ بالکل غلط ہے۔ میں نے کبھی نہ انہیں بدکار اور زانی سمجھا اور نہ کہا۔ اور نہ ہی کوئی ایسی بات ان کی طرف منسوب کی۔ اور نہ ہی میں نے کوئی تحریر لکھ کر دی۔

اے میرے خدا میں تجھے حاضر و ناظر جان کر یہ کہتا ہوں۔ کہ میرا یہ بیان بالکل سچ اور واقعات کے مطابق ہے اور میں نے کسی ترغیب یا ترہیب یا کسی بھی قسم کے دباؤ کے ماتحت یہ بیان نہیں دیا۔ میں جانتا ہوں۔ کہ تیرے ہاتھ کے برابر کوئی ہاتھ نہیں۔ تیری قوت سے بڑھ کر کوئی قوت نہیں۔ تو ہی جسے چاہے عزت دیتا اور جسے چاہے ذلیل کرتا ہے۔

اے میرے خُدا اگر اوپر کے سارے بیان میں جھوٹا ہوں اور فریب دغا، مکاری، چالبازی لفظوں کے ہیر پھیر، فقرہ بازی اور خیانت سے کام لے رہا ہوں۔ تو تیرا قہر تلوار کی مانند مجھ پر پڑے۔ تیرا غضب مجھے بھسم کر دے۔ ذلت تباہی۔ غربت، بیماری عزیزوں، رشتہ داروں۔ بیوی بچوں کی موت اور مصائب و آلام کی مار۔ مجھ پر مار اور اپنے ہیبت ناک ہاتھ کے ساتھ مجھے تباہ و برباد کر کے رکھ دے۔ میرے در و دیوار پر آگ برسے۔ میرے دشمنوں کو خوش

BACK

کر دے ۔ میں ذلیل اور رُسوا ہو جاؤں ۔ اور میری اور میرے باپ کی نسل منقطع ہو جائے ۔ اور ابدالآباد کے لئے مجھ پر لعنتیں برستی رہیں ۔ اور تیرے عفو کی چادر مجھے کبھی نہ ڈھانپے

لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ ؕ

فیصلہ عدالت عالیہ ہائیکورٹ لاہور

بہ نگرانی شیخ عبدالرحمن مصری قادیان

ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے جو حکم شیخ عبدالرحمن مصری کی اپیل کے خلاف دیا ہے اس پر نظرثانی کیلئے موجودہ درخواست ہے۔ شیخ عبدالرحمن مصری سے مجسٹریٹ فسٹ کلاس کے حکم کے ماتحت ۲۴ مارچ ۱۹۳۸ء کو ضمانت حفظ امن طلب کی گئی تھی اور اس حکم کے خلاف ڈپٹی کمشنر نے ۲۴ مئی ۱۹۳۸ء کو اپیل کو مسترد کر دیا تھا۔ لہٰذا اب وہ عدالت ہذا میں نظرثانی کی درخواست دے رہا ہے۔ چنانچہ اس عدالت کے ایک فاضل جج نے حکومت کو حاضری کا نوٹس دیا۔

موجودہ کارروائی کی تحریک کا اصل باعث وہ اختلاف ہے جو جماعت احمدیہ قادیان کے اندر رونما ہوا ہے۔ درخواست کنندہ اس انجمن کا صدر ہے جو خلیفہ سے شدید اختلاف کے باعث علیحدہ ہو چکی ہے۔ درخواست کنندہ کے خلاف اصل الزام یہ ہے کہ اس نے دو پوسٹر شائع کئے۔ اولاً پی۔اے انگریزی جو مورخہ ۲۹ جون ۱۹۳۸ء کو شائع ہوا اور ثانیاً انگریزی پی۔جی جو ۳ جولائی ۱۹۳۸ء کو شائع کیا گیا۔ ان پوسٹروں کے ذریعے درخواست کنندہ نے اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ پوسٹر بجائے خود قابل اعتراض نہیں ہیں

MORE

مدعی نے الگزبٹ پی۔جی میں سے ایک پیرا کی بناء پر اپنا دعویٰ قائم کیا ہے جو اس طرح شروع ہوتا ہے۔

"میرے عزیز میرے بزرگو آپ نے اپنے ایک بے قصور بھائی۔ اُس اُس بھائی کو جو شخص آپ لوگوں کو ایک خطرناک ظلم کے پنجہ سے چھڑانے کے لئے اپنی عزت اپنے مال اپنے ذریعہ معاش اور اپنے آرام کو قربان کر دیا ہے۔۔۔۔"

مدعی کا دار و مدار ایک اور پیرا بھی ہے۔ جس کا خلاصہ یوں دیا جا سکتا ہے

موجودہ خلیفہ میں ایسے سخت عیوب ہیں کہ اُسے معزول کرنا ضروری ہے اور میں نے اپنے آپ کو جماعت سے اس لئے علیحدہ کیا ہے تاکہ میں ایک نئے خلیفہ کے انتخاب کے لئے جدوجہد کر سکوں"۔

میری رائے میں مذکورہ بالا قسم کے بیانات بجائے خود ایسے نہیں ہیں کہ اُن کی بناء پر کسی شخص کی حفظِ امن کی ضمانت طلب کی جائے۔ مگر عدالت میں درخواست کنندہ نے ایک تحریری بیان دیا ہے۔ جس کے دوران میں اس نے کہا ہے۔

"موجودہ خلیفہ سخت بدچلن ہے۔ یہ تقدس کے پردہ میں عورتوں کا شکار کھیلتا ہے۔ اس کام کے لئے اُس نے بعض مردوں اور بعض عورتوں کو بطور ایجنٹ رکھا ہوا ہے۔ ان کے ذریعہ یہ معصوم لڑکیوں اور لڑکوں کو قابو کرتا ہے۔ اس نے ایک سوسائٹی بنائی ہوئی ہے۔ جس میں مرد اور عورتیں شامل ہیں اور اس سوسائٹی میں زنا ہوتا ہے"۔

درخواست کنندہ نے آگے چل کر بیان کیا ہے کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ

وہ قوم کو اس قسم کے گندے شخص سے آزاد کرائے۔

اب اگر پوسٹر کو جس کا خلاصہ میں نے اوپر بیان کیا ہے۔ درخواست کنندہ کے اس بیان کی روشنی میں جو اُس نے عدالت میں دیا ہے پڑھا جائے۔ جیسا کہ بہت سے پڑھنے والے ایسا کریں گے تو ان کا رنگ کچھ اور ہی ہو جائے گا۔ اور میری رائے میں یہ امر قابلِ اعتراض ہو جاتا اور حفظِ امن کی ضمانت طلبی کا متقاضی ہے۔

ایک اور امر بھی ہے۔ مورخہ ۲۳ جولائی کو خلیفہ نے ایک خطبہ دیا۔ جو بعد میں یکم اگست کے اخبار الفضل میں جو کہ جماعت کا سرکاری پرچہ ہے چھپا۔

اس خطبہ میں خلیفہ نے جماعت سے علیحدہ ہونے والوں شخصوں پر حملے کئے ہیں اور ایسے الفاظ ان کی نسبت استعمال کئے ہیں جن کی نسبت میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ وہ منحوس unfortunate اور افسوسناک تھے

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فخرالدین نے جو اس انجمن کا سیکرٹری تھا جس کے صدر شیخ عبدالرحمان مصری ہیں۔ ان کا جواب لکھا۔ جس میں اُس نے یہ کہا۔

"اسی لئے تو ہم بار بار جماعت سے آزاد کمشن کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ تا کہ اس کے روبرو تمام اسناد اور شہادتوں اور مخفی در مخفی حقائق پیش ہو کر اس قضیہ کا جلد فیصلہ ہو جائے۔ کہ کس کا خاندان "فحش کا مرکز" یا بالفاظ دیگر وہ ہے جو خلیفہ نے بیان کیا"۔

اب اس بیان میں خلیفہ کے خطبہ کے بیان کی طرف اشارہ ہے جس میں

اس نے اپنے دشمنوں اور مخربین کے خاندانوں کے متعلق یہ کہا تھا کہ ان میں سے حیا اور پاکیزگی جاتی رہے گی اور وہ فحش کا اڈا بن جائیں گے۔ میری رائے میں فخرالدین کے اس پوسٹر کا مطلب صاف اور واضح ہے۔ اور ایسا ہی قادیان میں اس کا مطلب سمجھا گیا۔ کیوں کہ صرف دو دن بعد سات اگست کو ایک متعصب مذہبی مجنوں نے فخرالدین کو مہلک زخم لگایا۔

میاں محمد امین خان نے جو درخواست کنندہ کا وکیل ہے اس امر پر زور دیا ہے کہ شیخ عبدالرحمان مصری اس آخری پوسٹر کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ واقعات یہ ہیں۔ کہ انجمن ایک مختصر سی حیثیت رکھتی تھی جس کا صدر عبدالرحمان اور سیکرٹری فخرالدین تھے۔ اصل پوسٹر ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ جو اب دستیاب نہیں ہو سکتا۔ البتہ اس کی نقل ایک کانشیبل نے کی تھی۔ جس کا یہ بیان ہے کہ اس کے نیچے فخرالدین سیکرٹری مجلس احمدیہ کے دستخط تھے۔ مگر اس امر کے برخلاف فخرالدین کے لڑکے نے اصل مسودہ پیش کیا ہے۔ جو اس کے باپ نے اس کی موجودگی میں لکھا تھا۔ اور جس کے نیچے صرف اس قدر دستخط ہیں فخرالدین ملتانی۔ میں کنشیبل کے بیان کو قابلِ قبول سمجھتا ہوں۔ کیونکہ اُسے جھوٹ کہنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ جو وجہ صفائی کے گواہ میں پائی جاتی ہے۔ یعنی یہ کہ اس کا مقصد اپنے لیڈر کو چھڑانا ہے۔

یہ امر کہ فخرالدین نے اصل مسودہ پر "سیکرٹری" کے الفاظ نہ لکھے تھے۔ ظاہر نہیں کرتا۔ کہ صاف کردہ اور شائع کنندہ کاپی پر بھی یہ الفاظ نہیں لکھے گئے تھے۔ میری رائے میں شیخ عبدالرحمان پر بھی اس پوسٹر کی ذمہ داری

عائد ہوتی ہے۔ خصوصاً اس بیان کے سامنے جو انہوں نے عدالت میں دیا ہے۔

ان حالات میں مقامی حکام نے شیخ عبدالرحمان کے برخلاف جو کچھ کارروائی حفظِ امن کی ضمانت کی کی وہ مناسب تھی۔

ایک ہزار روپیہ کی ضمانت کچھ بھاری ضمانت نہیں ہے اور یہ ضمانت دی جا چکی ہے۔ اور نصف سے زائد عرصہ گزر بھی چکا ہے۔ لہٰذا درخواست مسترد کی جاتی ہے۔

دستخط

ایف ڈبلیو سکیمپ جج

(عدالت عالیہ ہائیکورٹ لاہور) مورخہ ۲۳ ستمبر ۱۹۳۸ء

(۲) ایک خاندان کی بیماری دوسرے خاندان میں (یعنی اولاد وغیرہ) میں آجاتی سنی ہوگی دودھ کو ایک دفعہ جاگ لگا دی جائے تو پھر وہی جاگ کام آتی رہتی ہے۔ بعینہٖ اسی طرح اب یہ جاگ آخر (یعنی عیاشیوں کی رنگ رلیاں) انہی مغلیہ خاندان کی نسل ہوتے اس خاندان میں بھی لگنی ضروری تھی سو لگی اور خوب لگی اور غالباً انکی طرز عیاشیوں کو بھی مات کر دیا ہوگا۔

جناب سیکرٹری صاحب ہوشیار باش جاگتے رہیئے نظارہ جلوہ قریب آ رہا ہے دل مضبوط کر لیجئے ہوش وحواس قائم رکھئے گا۔ قادیان کے عوام ہماری اس خاندان سے وابستگی چولی دامن کا ساتھ سمجھتے تھے۔

ایک دن ہوتا کیا ہے غور فرمائیے گا۔ حضرت خلیفہ ثانی حکم فرماتے ہیں عشاء کے بعد ام طاہر کے صحن والی سیڑھیوں کی طرف سے آنا چنانچہ حاضر ہو کر دستک دی حضور خود دروازہ کھول کر اپنے ساتھ صحن میں لے گئے کیا دیکھتا ہوں کہ دو بڑی چارپائیاں ہیں جن پر بستر لگے ہیں جنکی پوزیشن یوں تھی

پائینتی | حضور | قبلہ رخ

سرہانہ شمال قبلہ رُخ والی چارپائی کے پاس لے جا کر اِس پر بیٹھنے کا حکم دیا تو دوسری پر حضور لیٹ گئے مقام خلیفہ کے تقدس کے خیال سے کبھی برابری میں بیٹھنے کا وہم وخیال بھی نہ ہوتا تھا اسی کشمکش وپیچ میں حیران پریشان کھڑا رہا الٰہی کیا شامتِ اعمال

حوالہ نمبر 37

ہے کیا مصیبت آنے والی ہے کہ اتنے میں حضور تشریف لائے پکڑ کر ٹہلتے
ہوئے فرمایا فکر نہ کرو شرماؤ نہیں جس کے چند ہی سیکنڈ بعد چارپائی پر بچھی
چادر کے نیچے سے کچھ حرکت معلوم ہوئی۔ سکڑا۔ سنبھلا کہ ایک چٹکی
بیٹھ پر کٹتی ہے۔ گھبرایا ہوش وحواس گم ہی تھے کہ اب چادر کے نیچے سے
کوئی ذرا زیادہ ہلتا معلوم ہوا دراصل کروٹ لی گئی تھی کروٹ لیتے پھر
دوچار۔ چٹکیاں کٹتی ہیں میں پھر بھی صمٌ بکمٌ بنا بیٹھا تھا۔ کہ پھر حضور آئے
شرماؤ نہیں لیٹ جاؤ فرماتے چادر کے اندر منہ کر کے اس صاحبہ سے
کچھ کہا جس نے نصف اٹھتے ہوئے اپنے بازو میری کمر کے گرد حمائل
کرتے کھینچ کر اپنے اوپر لٹا لیا اس کھینچنے کے نتیجہ میں سر ہاتھ اچانک
جو اس جسم نفیس سے لگے تو حیرانی ہوئی کہ محترمہ الف ننگی پڑی ہیں ادھر
میں بے حس وحرکت پتھر بنا پڑا تھا مجھے علم نہ ہو سکا۔ کس وقت میرے
بھی کپڑے اتار پھینکے اور کیسے پوری طرح اپنے اوپر لٹانے لگیں بدمستی
کی شرارتیں کرنے "آخر جیت ان کی ہوئی ہار میری" گویا ان ٹرینڈ
کو ٹرینڈ کر کے مستقل ممبر سِرِ روحانی (یہ نام میرا دیا ہوا ہے) کا اعزاز
بخشا گیا ہاں یہ صاحبہ آخر کون تھیں آپ جستجو تو ضرور کر رہے ہونگے
لیکن فی الحال بغیر نام بتائے اتنا عرض کئے دیتا ہوں کہ وہ صاحبہ حضور
خلیفہ ثانی کی بیٹی صاحبہ تھیں بس پھر کیا تھا پانچوں گھی میں سر کڑاہی

میں والا معاملہ آئے دن بلا دے دن ہو یا رات دفتر یا چوکیدار کی کوئی
پہلے بھی روک ٹوک نہ تھی مگر اب تو بالکل ہی ختم سید ھے اوپر بیٹیوں
سے بڑھتے اب بیگمات کے پیش ہونے یا کئے جانے لگے پہلے پہل تو
گھروں میں پھر قصر خلافت کے ایک کمرہ ملحقہ باتھ روم میں جو دراصل
مستقل داد عیش کی رنگ رلیوں کے لئے مخصوص فرمایا ہوا تھا۔
جہاں بیک وقت ایک ہی بیٹی اور یا بیگم صاحبہ سے خود بھی اکثر شریک
رنگ رلیاں ہو جاتے گویا تینوں ایک ہی چارپائی پر پڑے محو مستیاں ہوتے
(محترم سیکرٹری صاحب امور عامہ اسلام میں پردہ کا حکم سخت بتایا
جاتا ہے لیکن یہاں دیکھتے ہیں آپ کا امور عامہ خلیفہ کے اس پردہ زادہ
پر کیا نوٹس لیتا ہے کونسی جماعت سے خارج کرتا ہے) خیر یہ آپ کی
دردسری ہے۔

ناراض تو نہیں ہو گئے ابھی تو ابتدائے عشق ہے آگے دیکھیے کیا
ہوتا ہے بقول کہاوت "پانہ ٹریا متھا سٹریا" ابھی تو سنسنی خیز
جلوؤں کی رونمائی ہونی باقی ہے لہٰذا دل قابو میں رکھئے جناب ہوشیار
رہیں غور فرمائیں ایک عرصہ جبکہ ایک بیٹی سے دونوں ہی رنگ رلیاں
مناتے محو مستیاں تھے کہ موذن نے آ کر نماز کی اطلاع دی مجھے
یوں فرمایا تم مزے کرتے چلو میں نماز پڑھا کر ابھی آیا۔ چنانچہ اسی حالت

MORE

ہیں جبکہ میں شرابور رہتے وضو تو درکنار اعضا بھی نہ دھوئے نماز پڑھی سنتیں اور نوافل پھر بیٹی کے سینہ پر پڑے غرق عیش وعشرت ہو گئے کیا خوب کہا ہے کہ

"تیرا دل تجھے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں"

رجس کسی نے بھی یہ کہا خوب باموقع اور غالباً انہی کی ذات مبارک کا نقشہ اللہ نے کھنچوایا ہے) مختصر کرنے کے لئے اللہ کو حاضر ناظر کرتے جن سے یہ رنگ رلیاں منائی منوائی گئیں فی الحال تعداد لکھ دیتا ہوں بوقت کارروائی اسمائے گرامی سے مطلع کر دوں گا۔ بیگمات تین صاحبزادیاں بھی تین ان دو صاحبزادیوں سے دو دو دفعہ ایک تو قریباً مستقل۔

یہاں ننگے ہاتھوں ایک بیگم صاحبہ (بڑی) ام ناصر کی حسرت جو قبر میں ساتھ لے گئے یوں فرمایا دیکھو ام ناصر ہیں کہ یہ شریک محفل نہیں ہوتیں تبھی تو موٹی بھینس ہوتی جاتی ہیں اس کے مقابل غور فرمایا جائے ام مظفر کو دیکھو کیسی خوبصورت نازک سی چلتی پھرتی ہیں کیونکہ یہ کرواتی رہتی ہیں گویا بھاوجوں کو بھی نہ بخشا گیا یہ خیال ذہن نشین ہونا ضروری ہے جن سے یا صاحب مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہوا۔ وہ پاک وصاف ہیں اور الفاظ "رنگ یا مطلب" جس کی نسبت بیان کئے یا کہے گئے وہی تحریر بذا کر رہا ہوں کسی کا بلا وجہ مبالغتاً قطعاً قطعاً اشارہ بھی نہ

کروں گا انشاء اللہ،

انسان گنہگار ہے اور ضرور ہے لیکن حد سے تجاوز ارکان اسلام سے استہزاء شاید کوئی نام کا مسلمان بھی نہ کرے گا چہ جائیکہ جو خود کو مقام خلیفہ پر کھڑا کرے استغفراللہ۔ ربی جناب عالی یہ تو رہی نماز اور اس کا احترام اب ذرا اچھی طرح سے سنبھل کر اپنی غیرت کے جوش کو دبا کر قرآن پاک کی عظمت پر اس اولوالعزم خلیفہ کے اس چاند سے مکھڑے کی زبان مبارک سے ادا کئے ہوئے بول ہوئے خواہ ایک دفعہ دوسرے کی نسبت کہ وہ یوں کہتا ہے اوّل تو اگر کسی نے ان کے سامنے کہے بھی تو غیرت کا تقاضا اس کو ڈانٹ تھا چہ جائیکہ ان الفاظ کو اپنی زبان مبارک سے نہ صرف ایک دفعہ بلکہ ڈھٹائی کی حد یوں کہ پھر دوسری دفعہ وہی دہرائے جاتے ہیں۔ جناب عالی یقین جانیں ان کے لکھنے کی مجھ میں نہ ہمت نہ ہی سکت ہے سمجھانے کی کوشش کروں گا یوں کہا نعوذ باللہ نعوذ باللہ قرآن پاک کا نام لیتے ہیں میں اس کو اپنے ....
پر مارتا ہوں استغفراللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ شرم کے مارے میری آنکھیں زمین میں گڑ گئیں کاٹو تو جسم میں خون کا قطرہ نہیں کیا یہی مقام خلیفہ ہے اور یہی وہ بلند بانگ پرچار ہے کہ ہم ہی ہیں جو خدمت قرآن فلاں فلاں زبانوں میں کر رہے ہیں اور ادھر

MORE

اسی قرآن پاک کی فضیلت و عظمت کا عمل بمحاورہ "صورت مومناں کرتوت کافراں" سے دیا جاتا ہے توبہ توبہ۔

یہ بھی بتائے جاؤں کہ یہ کس موڈ میں کہے گئے ایک بیگم صاحبہ کو حضور کے ہر طرح کے قرب صلاح مشورے وغیرہ وغیرہ کی بنا پر جہیتی کہا جاتا اور مانا جاتا تھا اور اہل قادیان کی مستورات خصوصاً جانتی تھیں بعد منانے رنگ رلیاں حضور کی خوشنودی کے لئے کھڑے محو گفتگو تھے کہ ان بیگم صاحبہ نے مجھے اپنے سینہ سے لگاتے کہا "آپ مجھے اپنی جہیتی کہتے ہیں یہ میرا جہیتا ہے"۔ باموقع خوب مذاق ہوا جس میں نعوذ باللہ دہ الفاظ دو مرتبہ کہے گئے یہ الفاظ پنجابی میں نام لیتے کہے گئے جو ان کی خلافت کی جیتی جاگتی حقیقت و اصلیت اسلام اور رسول مقبول صلعم سے وابستگی کی نمایاں جھلک دیتی ہے اب ان کی اصلیت ضمیر کی نصیحت و وصیت بھی لگے ہاتھوں ملاحظہ فرما ہی لئے جاویں فرمایا

"میں نے تمام بچوں کو کہہ دیا ہوا ہے کہ جس کے اولاد نہ ہو ایک دوسرے سے کر لی جائے۔ سبحان اللہ کیا یہ نصیحت و وصیت خلیفہ کو زیب دیتی ہے۔ گویا اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ یہ رنگ رلیاں صرف حضور کی ذات مبارک تک ہی محدود نہیں بلکہ کل اولاد کیا لڑکے اور کیا لڑکیاں جن کو

پہلے ہی استعمال کرنا کرانا شروع کر دیا ہوا ہے

تو بھلا اس صورت میں لڑکے کہاں متقی و پرہیز گار ہو سکتے ہیں تبھی تو یہ رونا حق بجانب ہے کہ ماؤں بہنوں بیٹیوں بھاوجوں کی عزت و ناموس ہر وقت خطرے میں ہے۔ اب ان ملفوظات میں سے ایک اور فرمان ملاحظہ فرما لیا جائے۔

فرمایا لوگ باہر سے تبرک کے لئے اپنی بیویاں۔ بیٹیاں بہویں بھیجتے رہتے ہیں لیکن پھر بھی جنون عشق بازی سے تسلی نہیں ہوتی مجبوراً پنجابی کہاوت "جنے لائی لوئی کرے کی کوئی" کے مطابق بے شرموں کے ساتھ بے شرم ہونا ہی پڑے گا۔ مجبوراً حقیقت حال بیان کرنا پڑے گی وہ یہ کہ لونڈے بازی کروانے کا بھی شوق باقی تھا۔ چنانچہ یہ چکر میرے ساتھ بھی ہو چکا ہے لیکن چونکہ مجھے اس قبیح عادت سے نفرت تھی مجبوراً خود ہی کروٹ لیتے اعضاء پکڑ کے اپنے میں ڈالنے کی ناکام عیاشی تو اس پر ایک دفعہ یوں فرمایا کہ خلیفہ صلاح الدین کا رجو رشتہ میں سالا تھا .... وہی پنجابی لفظ اعضاء کتنا موٹا اور لمبا ہے اب اس سے غور کریں کہ ان کی عادات رنگ رلیاں اور عشق مزاجی میرے اس لفظ ممبر محفل سیر روحانی سے بالکل صحیح اور سچ ثابت ہو گیا ابھی اور بھی ممبر اور ممبرات محفل ہیں جن کی تعداد جو میرے علم میں ہے پندرہ بیس ہے

MORE

اور ان سے آگے جاگ لازمی لگے گی جاگ کا کام ہی یہی ہے ۔ اب
واقعات کرسچین استانیوں کے ایک کا ذکر لاہور کے اخبارات میں
ہوا خبریوں لگی کہ " مرزا قادیانی ہوٹل سے ایک لڑکی لے اڑے " یہ برگنیزا
ہوٹل لاہور کا واقعہ ہے ایک دوسرے کو بھیجنے پر ناکامی کے بعد مجھے حکم
ملا بعد کامیابی شاباش ملی الغرض اسے لے کر سینما جو ملک کے بُت کے پاس
ریڈ کراس آفس کے بالمقابل ہے (پلازا سینما ناقل) مع عملہ گئے انٹرول کے
قریب یکدم بھاگم بھاگ کاروں میں بیٹھ یہ جا وہ جا بعد میں علم ہوا کہ
کیبن میں یہ کرسچین لڑکی بغل میں لئے ہوئے پیار وغیرہ کرتے تھے باہر سے
کسی کی نظر کا نظارہ ہو گیا گویا نام کو استانی اندر خانہ عیاشی ۔ اب یہاں
اصل معاملہ یوں بیٹھتا ہے کہ قادیان پہنچکر سینما بینی یعنی کل دنیا جہان کی
خرابیاں گنوائیں خطبہ جمعہ کے سٹیج سے اخبارات رسائل تقاریر کے
ذریعہ سینما بینی سے سختی سے منع فرمایا جاتا ہے مگر اس سے پہلے جب
بھی لاہور گئے سینما ضرور دیکھا جاتا آیا خیال شریف میں ۔

جناب سیکرٹری صاحب امور عامہ معلوم ہوتا ہے سینما بینی سختی
سے منع ہونے پر آپ کا حلق خشک ہو گیا ہے فکر نہ کریں میرے
پاس تری کا بھی سامان موجود ہے ۔ سو محترم من وہ یوں قادیان سے
کار لاہور جاتی وہاں سے محترم شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ

بعد جج کے ذریعہ شراب کار کی پچھلی سیٹ کے نیچے چھپا کر لائی جاتی تاکہ
عیاشی میں کوئی کمی نہ رہ سکے (حلق ٹھیک ہو گیا ہو گا) مگر صاحب میں
میں معافی چاہوں گا اوپر لکھا تو وجہ مظالم " تھا لیکن مظالم کی بجائے
عیاشیوں کی داستانوں میں پڑ گئے مگر جناب مجبور ہوا تھا سو چلئے
میرے ساتھ قصر خلافت کے اس مخصوص کمرہ رنگینیوں میں جسے اس
اولوالعزم خلیفہ نے مغلوں کی عیاشیوں کا گہوارہ بنا رکھا تھا ملاحظہ
ہو بحیثیت فن فوٹو گرافی ایسے ایسے رنگین نظاروں سے بھلا نظر
کیونکر چوک سکتی تھی لہٰذا ہر ہی پہلو سے اچھی طرح محظوظ ہوئے
بس اور بس یہی ۲۴ سالہ وجہ مظالم ہے جن کی تلاش کے لئے چوریاں
خانہ تلاشیاں تالے ڈکیتیاں میں توڑے تڑوائے گئے ۔ سر توڑ کوششیں
فرماتے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ناکام و نامراد ہوتے ذلت کے اتھاہ
گڑھے میں ڈبکیاں ہی کھاتے رہے ۔ اب جبکہ خاموش بیٹھے بھی صبر نہ
آیا مجبور کر دیا " تم صبر کرو وقت آنے دو " سو وقت آ گیا ہے ڈبکیوں
کی بجائے ڈوبنے کا بھلا ان عقل کے اندھوں سے کوئی پوچھے ایسی
ایسی رنگینیوں کی تصاویر بھلا کوئی گھروں میں رکھتا ہے خصوصاً
جبکہ تلاش میں ہر قسم ذلالت کے حربے استعمال کئے کروائے
جاتے ہوں اب وقت آیا ہے ان کے منظر عام پر لانے کا جو پیش

MORE

کئے جائیں گے تا ان کی عیاشیوں کو حقیقی رنگ میں ننگا کرنے کے لئے بوقت کارروائی ممد و معاون ہوں - جناب والا شاید جو وجہ مظالم درج کی ہے اس سے غلط مفہوم اخذ کریں کہ اس خاکسار کا سارا وقت انہی مشاغل میں مبتلا رکھا جاتا تھا زیادہ نہیں صرف تین واقعات گوش گذار کردوں جیسا کہ اوپر لکھ چکا ہوں کہ ہمارا اس خاندان سے عقیدۃً گہرا تعلق رہا ہے جس کی وجہ سے حضور کے ذاتی باڈی گارڈ کے طور پر ہر وقت ہی حاضر خدمت رہتے جس کی وجہ سے نہ صرف قادیان بلکہ حضور کی ہمرکابی میں قادیان سے باہر جانے کا شرف نصیب رہا چنانچہ اور مواقع کے علاوہ تین اہم واقع پیش کرتا ہوں -

۱- دہلی کے ایک جلسہ میں تلاوت کے لئے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کو حکم ہوا تلاوت میں زیر زبر کی غلطی بسا اوقات سہواً ہو ہی جاتی ہے مگر وہاں تو مقصد دراصل جلسہ کو درہم برہم کرنے کا تھا ایک ملنٹے نے کھڑے ہو کے شور مچانا شروع کیا ہی تھا کہ اس کے دوسرے ساتھی بھی اس کے ساتھ مل کر لگے بکواس کرنے نتیجہ میں ہلا گلا ہوا ایسا میدان صاف کہ ان کو ہمیشہ یاد رہے گا -

۲- دوسرے سیالکوٹ میں حضور کی تقریر بھولی نہ ہوگی جہاں

پتھروں کی بارش چاروں طرف سے ہوئی میری ڈیوٹی بالکل حضور کے پیچھے تھی سامنے کی طرف چوہدری محمد عظیم باجوہ اس وقت غالباً نائب یا تحصیل دار تھے جنہوں نے منہ پر پتھر کھلئے خون بہتا رہا مگر حکم خاموش کھڑے رہنے کا تھا کھڑے رہے حکم ہمیں تو ملنے کے وقت ملا البتہ حکومت کو خبردار کیا گیا کہ پانچ منٹ میں اگر انتظام کر سکتے ہو تو کر لو ورنہ میں (یعنی حضور) انتظام کر دکھاؤں گا -

(۳) تیسرا ہشیار پور اس مکان میں جہاں حضرت مسیح پاک نے چلا کاٹا تھا حضور بھی بغرضِ دعا وہاں تشریف لے گئے کمرہ کے دروازہ سے باہر گو کر منتظمین نے انتظام پہرہ کیا تھا مگر حضور نے حضرت والد صاحب قبلہ کو دروازہ کے باہر کھڑے ہونے کا حکم فرمایا مجھے مددگار و معاون (حضرت والد صاحب) تا اگر کوئی کام یا بات وغیرہ ہو تو خود وہاں سے نہ ہٹیں بلکہ مجھے بھیجیں بہرحال مطلب اس لکھنے کا یہ ہے کہ کام کرنا ہمیں بھی آتا ہے - ایام جلسہ حضور کی روانگی برائے جلسہ و واپسی سٹیج کے پیچھے باڈی گارڈ وغیرہ انہی خدمات نے لوشنے ان کے دلوں میں حسد جلن دکھ درد کو جنم دیا ادھر خاندان کی نظروں میں گراتے جھوٹی غلط من گھڑت رپورٹیں دیتے منہ کی کھاتے ہم پھر بھی حاضر خدمت ہی رہے اور ہر قسم کے مظالم سہے برداشت کئے

BACK

منظوم کلام

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد
المصلح الموعود

حوالہ نمبر 38

(۴۱)

دوڑے جاتے ہیں بااُمید تمنا کے باب
شاید آ جائے نظر رُوئے دل آرا بے نقاب

غافلو کیوں ہو رہے ہو عاشقِ چنگ و رباب
آسماں پر کھل رہے ہیں آج سب عرفاں کے باب

مست ہو کیوں اس قدر اغیار کے اقوال پر
اس شہِ خوباں کی تم کیوں چھوڑ بیٹھے ہو کتاب

کیا ہوا کیوں عقل پر ان سب کے پتھر پڑ گئے
چھوڑ کر دیں عاشقِ دنیا ہوئے ہیں شیخ و شاب

اپنے پیچھے چھوڑے جاتے ہیں یہ اک حسنِ دیں
بھاگے جاتے ہیں یہ احمق کیوں بھلا سُوئے سراب

امر بالمعروف کا بیڑا اٹھاتے ہیں جو لوگ
ان کو دینا چاہتے ہیں ہر طرح کا یہ عذاب

پر جو مولیٰ کی رضا کے واسطے کرتے ہیں کام
اور ہی ہوتی ہے انکی عز و شان و آب و تاب

وہ شجر ہیں سنگباروں کو بھی جو دیتے ہیں پھل
ساری دُنیا سے نرالا اُن کا ہوتا ہے جواب

لوگ اُن کے لاکھ دشمن ہوں وہ سب کے دوست ہیں
خاک کے بدلے ہیں دیں وہ پھینکتے مشک و گلاب

یا الٰہی آپ ہی اب میری نصرت کیجئے
کام ہیں لاکھوں مگر ہے زندگی مثلِ حباب

کیا بتاؤں کس قدر کمزوریوں میں ہوں پھنسا
سب جہاں بیزار ہو جائے جو ہوں میں بے نقاب

میں ہوں خالی ہاتھ مجھ کو یونہی جانے دیجئے
شاہ ہو کر آپ کیا لیں گے فقیروں سے حساب

تشنگی بڑھتی گئی جتنا کیا دُنیا سے پیار
پانی سمجھے تھے جسے وہ تھا حقیقت میں سراب

رسالہ تشحیذ الاذہان۔ ماہ فروری ۱۹۱۳ء

حوالہ نمبر 135

BACK

اہم اور یادگار تحریریں

شہر سدوم

شفیق مرزا

معروف سکالر و دانشور جناب شفیق مرزا پہلے قادیانی جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ سن شعور کو پہنچنے پر قادیانیوں کے اللے تللے، قادیانی رہنماؤں کی جنسی انارکی و اخلاق باختگی کو دیکھا تو قادیانیت سے توبہ کر کے اسلام میں داخل ہو گئے۔ اس وقت وہ ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے لوگوں کی آنکھ کا تارا ہیں۔ قدرت حق نے بڑی خوبیوں سے نوازا ہے۔ عربی، انگریزی، اردو، پنجابی سمیت کئی زبانوں پر دسترس حاصل ہے۔ ان کے قلب میں درد، سوچ میں گہرائی اور قلم میں روانی ہے۔ ان کا قلم دشمن کے سینے میں تیر کی طرح پیوست ہوتا ہے۔ گھر کے بھیدی ہونے کے ناتے قادیانیت کی عیاشیوں و بدمعاشیوں کی تفصیلات پر مشتمل ایک شہرہ آفاق کتاب ''شہر سدوم'' ترتیب دی ہے، جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ مختلف اوقات میں قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد میں حصہ لیتے رہتے ہیں۔ آج کل روزنامہ ''جنگ'' سے وابستہ ہیں۔

''کسی شخص یا گروہ کی جنسی انارکی کے واقعات کا تذکرہ یا ان کی اشاعت عام طور پر ناپسندیدہ خیال کی جاتی ہے۔ ہمیں بھی اصولاً اس سے اتفاق ہے لیکن اس امر کی وضاحت ضروری

سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مذہب کا لبادہ اوڑھ کر خلق خدا کو گمراہ کرے اور ''تقدس'' کی آڑ میں مجبور مریدوں کی عصمتوں کے خون سے ہولی کھیلے، سینکڑوں گھروں کو ویران کر دے، انبیاء علیہم السلام اور دیگر مقدس افراد کے بارے میں ژاژ خائی کرے تو اسے محض اس بناء پر نظر انداز کر دینا کہ وہ ایک مذہبی دکان کا بااثر مالک ہے، قانوناً، شرعاً، اخلاقاً ہر لحاظ سے نادرست اور ناواجب ہے۔ قرآن مجید نے مظلوم کو نہایت واضح الفاظ میں ظالم کے خلاف آواز حق بلند کرنے کی اجازت دی ہے۔ بقولہ تعالیٰ لایحب الله الجهر بالسوء من القول الا من ظلم مرزا غلام احمد نے جس زبان میں گل افشانی کی ہے، کوئی بھی مہذب انسان اسے پسند نہیں کر سکتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بطور خاص ان کا نشانہ بنے ہیں۔ گو دیگر انبیاء کرام اور صلحاء امت میں سے بھی شاید ہی کوئی فرد ایسا ہوگا جو ان کی ''سلطان القلمی'' کی زد میں نہ آیا ہو۔ مسلمانوں کو ''کنجریوں کی اولاد'' قرار دینا، مولانا سعد اللہ لدھیانوی کو ''نحس'' اور ''نطفۃ السفہا'' کے نام سے خطاب کرنا، منظرہ مد میں مسلمانوں کے شہرہ آفاق مناظر کو ''بھونکنے والا کتا'' کے الفاظ سے یاد کرنا اور اس نوع کی دیگر بے شمار دشنام طرازیاں ہر سعید فطرت کو سوچنے پر مجبور کر دیتی ہیں کہ وہ کون سی نفسیاتی الجھن ہے، جو نبوت کا دعویٰ کرنے والے اس شخص کو ایسے الفاظ استعمال کرنے پر مجبور کر رہی ہے۔

مرزا غلام احمد کے بعد ان کے بیٹے مرزا محمود نے اپنے بلند بانگ دعاوی کی آڑ لے کر جن قبیح حرکات کا ارتکاب کیا' ان کی طرف سب سے پہلی انگلی پیر سراج الحق نعمانی نے اٹھائی اور اس ''ابن صالح'' کے کرتوتوں کے بارے میں ایک رقعہ لکھ کر مرزا غلام احمد کی پگڑی میں رکھ دیا، گو پیر کا بیٹا ''مریدوں کی عدالت'' سے شبہ کا فائدہ حاصل کر کے بچ گیا، لیکن اس کے دل میں یہ بات پوری طرح جاگزیں ہوگئی کہ مریدوں کی تطہیر ذہنی ہی کافی نہیں، معاشی جبر کے ساتھ ساتھ ان پر ریاستی جبر کے ہتھکنڈے بھی استعمال کیے جائیں تاکہ وہ کبھی سچ بات کہنے کی جرات نہ کر سکیں۔ پیر سراج الحق نعمانی نے اظہار حق کا جو ''جرم'' کیا تھا، اس کی پاداش میں مرزا محمود نے ساری عمر اسے چین نہ لینے دیا اور ہر ممکن طریقہ سے اس پر تشدد کیا۔ اطمینان کامل کے بعد مرزا محمود پھر اپنے دھندے میں مصروف ہو گیا اور اس کی اہرمنی احتیاطوں کے باوجود ہر چند سال کے بعد اس پر بدکاری کے الزامات لگتے رہے۔ مباہلے کی دعوتیں دی جاتی رہیں، مگر وہاں ایک خامشی تھی سب کے جواب میں۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا، بڑے بڑے مخلص مرید، واقفِ راز ہو کر ایک ہی نوعیت کے الزامات لگا کر علیحدہ ہوتے گئے اور انسانیت سوز بائیکاٹ کا شکار ہوتے رہے۔ حیران کن امر یہ ہے کہ تین تین یا پانچ پانچ سال بعد الزامات لگانے والے ایک دوسرے سے قطعاً ناآشنا ہیں مگر

الزامات کی نوعیت ایک ہی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ مرزا محمود یا اس کے خاندان کے افراد نے کبھی بھی حلف موکد بعذاب اٹھا کر اپنے ''مصلح موعود'' کی پاکیزگی کی قسم نہیں کھائی۔ مرزا محمود کی سیرت کے تذکرہ میں ان کی ازواج اور بعض دیگر رشتہ داروں کا نام بھی آیا ہے۔ ہم ان کے نام حذف کر دیتے کیونکہ وہ ہمارے مخاطب نہیں لیکن اس خیال سے کہ ریکارڈ درست رہے، نیز اس بناء پر کہ وہ بھی اس بدکار اعظم کی شریک جرم ہیں، ہم نے ان کے نام بھی اسی طرح رہنے دیئے ہیں۔ حال ہی میں ہفت روزہ ''نصرت'' کراچی (14 مارچ 1979ء) سے متعلق ایک صحافی خاتون نے خلیفہ جی کی ایک سراپا مہر بیوی سے پوچھا کہ اتنی کمسنی میں آپ کی شادی مرزا محمود ایسے بوڑھے سے کیسے ہوگئی تو انہوں نے جواباً کہا جیسے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضور ﷺ سے ہوگئی تھی۔ اس جواب سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس ظلمت کدے کا ہر فرد مقدسین امت پر کیچڑ اچھالنے کی مذموم سعی کس دیدہ دلیری سے کرتا ہے اور پھر ہمارے بعض اخبار نویس حضرات کس بے خبری سے اسے اچھالتے اور اجالتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ سراپا مہر بیوی وہ ہیں جن کے بارے میں ان کی خلوتوں کے ایک راز دار کا بیان عرصہ ہوا طبع ہو چکا ہے کہ ان کے موئے زہار موجود نہیں ہیں اور ان کی بے رحمی ایک ایسا امر ہے جس سے ہر باخبر قادیانی واقف ہے۔ ایک قادیانی مبلغ نے اپنی اہلیہ کے حوالے سے مولف کو حلفاً بتایا کہ ان صاحبہ نے خود اس پالتو مولوی کی بیوی کو بتایا کہ ''میں بے رحم ہوں''۔ میں ان کا نام بھی لکھ سکتا ہوں مگر اس خیال سے کہ کہیں اس کی گزارہ الاؤنس والی ملازمت ختم نہ ہو جائے، اس سے احتراز کرتا ہوں۔ یہ ایسی چیزیں ہیں جنہیں کسی بھی کلینک میں چیک کیا جا سکتا ہے۔ یہ ضیاع کس کشتی کی وجہ سے ہوا تھا، اس کا تحریر میں لانا مناسب نہیں، صرف ان سے اتنی گزارش ہے کہ وہ آئندہ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ یا کسی اور مقدس ہستی پر الزام تراشی سے باز رہیں ورنہ ساری داستان کھول دی جائے گی اور پھوپھا جی کی کارکردگی الم نشرح ہو جائے گی۔

مرزا محمود احمد کے جنسی عدوان پر جن لوگوں نے موکد بعذاب قسمیں کھائی ہیں یا ان کی زندگی کے اس پہلو سے نقاب سرکائی ہے، ان کا تعلق مخالفین سے نہیں، ایسے مریدوں سے ہے جو قادیانیت کی خاطر سب کچھ تج کر گئے تھے۔ ان میں خود مرزا محمود کے نہایت قریبی عزیز، ہم زلف اور برادران نسبتی تک شامل ہیں اور بالواسطہ شہادتوں میں ان کے پسران اور دختران تک کے بیانات موجود ہیں، جن کی آج تک تردید نہیں ہوئی اور نہ ہی ان کے خلاف کوئی قانونی چارہ جوئی کی گئی ہے (اس کا سبب اشاعتِ فحش سے اجتناب و گریز نہیں، بلکہ یہ حقیقت ہے کہ واقعات کی

تصدیق کے لیے اس قدر ثبوت، شہادتیں اور قرائن موجود ہیں، جن کا انکار ناممکن ہے۔

ان الزامات کی صحت، صداقت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ ان مریدین میں سے جو لوگ انتہائی اخلاص کے ساتھ قادیانیت کو سچا سمجھتے تھے اور مرزا محمود کو خلیفہ برحق مانتے تھے، ان کی رنگین راتوں سے واقف ہو کر نہ صرف قادیانیت سے علیحدہ ہوئے بلکہ خدا کے وجود سے بھی منکر ہو گئے۔ ایک شخص کو پاکبازی کا مجسمہ مان کر اس کو کاردگر میں مشغول دیکھ کر جس قسم کا ردعمل ہو سکتا ہے، یہ اس کا لازمی نتیجہ ہے۔ ان میں سماعی یقین رکھنے والے لوگ ہی نہیں، عملی تجربہ سے گزرے ہوئے افراد بھی ہیں۔

دوسرا طبقہ مرزا محمود احمد کو تو جولیس سیزر کا ہم مشرب سمجھتا ہے مگر کسی نہ کسی رنگ میں قادیانی عقائد سے چمٹا ہوا ہے۔ آپ اسے ہر دو طبقہ کی عدم واقفیت یا جہالت کہیں، میرے نزدیک دونوں قسم کا ردعمل الزامات کی صحت پر برہان قاطع ہے۔ ماہرین جرمیات کا کہنا ہے کہ Perfect Crime وہ ہوتا ہے جو کبھی Trace نہ ہو سکے، مگر ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ آدم سے لے کر آج تک ایک بھی ایسا جرم سرزد نہیں ہوا جو اصطلاحاً پرفیکٹ کرائم کہلا سکے کیونکہ جرم ذہن کی Abnormal حالت میں ہوتا ہے، اس لیے کوئی نہ کوئی ایسی حرکت ضرور ہو جاتی ہے، کوئی ایسا Flaw ضرور رہ جاتا ہے، جس سے مجرم کی نشاندہی ہو جاتی ہے مثلاً ایک قاتل نعش کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے انہیں چار پانچ مقامات پر پھینک کر یہ خیال کرتا ہے کہ اس نے قتل کے نشانات تک کو مٹا دیا ہے، مگر عملاً وہ اتنے ہی مقامات پر اپنے جرم کے نشانات چھوڑ رہا ہوتا ہے۔ اس پس منظر میں اگر مرزا محمود کی تقاریر اور بیانات کا جائزہ لیں تو کئی شواہد، ان کے جرائم کی چغلی کھاتے ہیں۔ پیرس میں عریاں رقص دیکھنے کا تذکرہ خود انہوں نے اپنی زبان سے کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

> ''جب میں ولایت گیا تو مجھے خصوصیت سے خیال تھا کہ یورپین سوسائٹی کا عیب والا حصہ بھی دیکھوں گا۔ قیام انگلستان کے دوران میں، مجھے اس کا موقع نہ ملا۔ واپسی پر جب ہم فرانس آئے تو میں نے چودھری ظفر اللہ خاں صاحب سے، جو میرے ساتھ تھے، کہا کہ مجھے کوئی ایسی جگہ دکھائیں، جہاں یورپین سوسائٹی عریاں نظر آ سکے۔ وہ بھی فرانس سے واقف تو نہ تھے مگر مجھے ایک اوپیرا میں لے گئے، جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ چودھری صاحب نے بتایا یہ وہی سوسائٹی کی جگہ ہے، اسے دیکھ کر آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ میری

نظر چونکہ کمزور ہے، اس لیے دور کی چیز اچھی طرح سے نہیں دیکھ سکتا۔
تھوڑی دیر کے بعد جو دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ سینکڑوں عورتیں بیٹھی ہیں۔
میں نے چودھری صاحب سے کہا، کیا یہ ننگی ہیں؟ انہوں نے یہ بتایا کہ یہ ننگی
نہیں بلکہ کپڑے پہنے ہوئے ہیں مگر باوجود اس کے ننگی معلوم ہوتی ہیں"۔

("الفضل" 28 جنوری 1924ء)

مکروفریب ایک ایسی چیز ہے کہ انسان زیادہ دیر تک اس پر پردہ ڈالنے میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ دانستہ یا نادانستہ ایسی باتیں زبان پر آجاتی ہیں جن سے اصلیت سامنے آجاتی ہے۔ خلیفہ جی نے اپنی ایک شادی کے موقع پر کہا، میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں خچر پر سوار ہوں اور اس کی تعبیر میں نے یہ کی ہے کہ اس بیوی سے اولاد نہیں ہوگی۔ اب واقعہ یہ ہے کہ اس بیوی سے کوئی اولاد نہیں اور خلیفہ جی کا یہ "خواب" اس پس منظر میں تھا کہ وہ خاتون جو ہر نسائیت ہی سے محروم ہو چکی تھیں۔ اب مرید اسے بھی اپنے پیر کا کمال سمجھتے ہیں کہ اس کی پیش گوئی کس طرح پوری ہوئی، حالانکہ یہ معاملہ پیش خبری کا نہیں، پیش بینی بلکہ دروں بینی کا ہے۔

خلیفہ جی کے ایک صاحبزادے کی رنگت اور شکل و شباہت سے کچھ ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی صورت ایک ڈرائیور سے ملتی ہے، لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں تو "کارخاص" کے نمائندوں نے خلیفہ جی کو اطلاع دی، اور انہوں نے انگریز عورتوں کے گھروں میں سیاہ فام بچے پیدا ہونے پر ایک خطبہ دے مارا، حالانکہ یہ کوئی ایسی بات نہ تھی کہ اس پر ایک طویل مثالوں سے مزین لیکچر دیا جاتا، مگر کہتے ہیں، چور کی داڑھی میں تنکا۔

ایسے ہی وہ اپنی ایک بیوی کی وفات پر پرانی یادوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"شادی سے پیشتر جب کہ مجھے گمان بھی نہ تھا کہ یہ لڑکی میری زوجیت میں
آئے گی، ایک دن میں گھر میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک لڑکی
سفید لباس پہنے سمٹی سمٹائی، شرمائی لجائی دیوار کے ساتھ لگی کھڑی ہے...."

("سیرۃ ام طاہر" شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ، ربوہ)

اب سفید لباس پر نظر پڑ سکتی ہے لیکن سمٹنے سمٹانے، شرمانے لجانے اور دیوار کے ساتھ کھڑے ہونے اور چہرے کی کیفیات کا تفصیلی معائنہ کسی نیک چلن انسان کا کام نہیں، ہمیں "رائل فیملی" کے کسی فرد کے بارے میں نیک چلنی کا حسن ظن نہیں کیونکہ اس ماحول میں معجزۃً بچ جانا بھی ممکن نظر نہیں آتا، مگر ہم ان کے بارے میں کف لسان ہی کو پسند کرتے ہیں۔ چونکہ سربراہان

قادیانیت عموماً اور مرزا احمد محمود خصوصاً اس ڈرامے کے خصوصی کردار ہیں' اس لیے ان کے بہروپ کو نوچ پھینکنا اور لوگوں کو گمراہی کی دلدل سے نکالنا انتہائی ضروری ہے، ضمناً قادیان اور ربوہ کی اخلاقی حالت کا ذکر بھی آ گیا ہے، اگر درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے تو قادیانیت یقیناً شجرۂ خبیثہ ہے۔ لاہور کی سڑکوں پر گھومنے والی سلمیٰ جیشن اور لنک میکلوڈ روڈ پر مقیم حنیفاں اس کی شاہد ہیں۔ قادیانی امت اپنے ''نبی'' کی اتباع میں اپنے ہر مخالف کی بے روزگاری، مصیبت اور موت پر جشن مناتی ہے اور اسے مطلقاً اس امر کا احساس نہیں ہوتا کہ یہ انتہا درجہ کی قساوت قلبی، شقاوت ذہنی اور انسانیت سے گری ہوئی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قادیانی امت پر ایسا عذاب نازل کیا ہے کہ اب ان کا ہر قابل ذکر فرد ایسی رسوا کن بیماری سے مرتا ہے کہ اس میں ہر صاحب بصیرت کے لیے سامان عبرت موجود ہے۔ فالج کی بیماری کو خود مرزا غلام احمد نے ''دکھ کی مار'' اور ''سخت بلا'' ایسے الفاظ سے یاد کیا ہے اور اب قادیانی امت کی گندی ذہنیت کی وجہ سے یہ بیماری اللہ تبارک و تعالیٰ نے سزا کے طور پر قادیانیوں کے لیے کچھ اس طرح مخصوص کر دی ہے کہ ایک واقف حال قادیانی کا کہنا ہے: ''اب تو حال یہ ہے کہ جو شخص فالج سے نہ مرے، وہ قادیانی ہی نہیں''۔ مرزا محمود احمد نے اپنے باوا کی سنت پر عمل کرتے ہوئے امت مسلمہ کے اکابر اور جید علماء دین کے وصال پر جشن مسرت منایا اور ان کا یہ دھندا اب تک چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قادیانیت کے گوسالۂ سامری مرزا محمود کو ''فالج کا شکار'' بنا کر دس سال تک رہین بستر و بالش کر دیا اور اس عبرت ناک رنگ میں اس کو اعضا و جوارح اور حافظہ سے محروم کر دیا کہ وہ مجنونوں کی طرح سر ہلاتا رہتا تھا اور اس کی ٹانگیں بید لرزاں کا نظارہ پیش کرتی تھیں، گویا وہ ''لایموت فیھا و لا یحییٰ'' کی تصویر تھا، مگر قادیانی مذہبی انڈسٹری کے مالکان اس حالت میں بھی الٹا ''اخبار'' اس کے ہاتھ میں پکڑا کر ''زیارت'' کے نام پر مریدوں سے پیسہ بٹورتے رہے اور پھر سات بجے شام مر جانے والے اس ''مصلح موعود'' کی دو بجے شب تک صفائی ہوتی رہی اور ''سرکاری اعلان'' میں اس کی موت کا وقت دو بج کر دس منٹ بتایا گیا اور اس عرصہ میں اس کی الجھی ہوئی داڑھی کو ہائیڈروجن یا کسی اور چیز سے رنگ کر اسے طلائی کلر دیا گیا اور خط بنایا گیا اور غازہ لگا کر اس کے چہرے پر ''نور'' وارد کیا گیا، تاکہ مریدوں پر اس کی ''اولیائی'' ثابت کی جاسکے۔ حیرت ہے کہ جب کوئی مسلمان دنیاوی زندگی کے دن پورے کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوتا ہے تو قادیانی اس کی بیماری کو ''عذاب الٰہی'' قرار دیتے ہیں لیکن ان کے اپنے اکابر ذلیل موت کا شکار بنتے ہیں تو یہ ''ابتلاء'' بن جاتا ہے اور اس کے لیے دلائل دیتے ہوئے قادیانی تمام وہ روایات پیش کرتے ہیں جن کو وہ خود بھی تسلیم

نہیں کرتے۔ شاہ فیصلؒ کی شہادت پر قادیانی امت کا خوشی منانا ایک ایسا المناک واقعہ ہے جس پر جس قدر بھی نفرین کی جائے، کم ہے اور سابق وزیر اعظم پاکستان کے پھانسی پانے پر ہفت روزہ ''لاہور'' کا یہ لکھنا کہ اس ۔ یہ مرزا غلام احمد کی ایک پیشین گوئی پوری ہوئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے عہد میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا، مسخ شدہ قادیانی ذہنیت کی شہادت ہے۔ حضور ﷺ کے بعد جو جماعت یا فرقہ کسی شخص کو نبی تسلیم کرتا ہے، وہ قرآن و حدیث کی رو سے کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے، اسے کوئی شخص بھی مسلمان قرار نہیں دے سکتا اور خدا کے فضل سے تمام امت مسلمہ اب بھی بالاتفاق قادیانیوں کو کافر ہی سمجھتی ہے اور آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔

تقدیس کے بادہ خانے میں

1857ء کی ناکام جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں پر انگریزوں کے مظالم کی داستان اس قدر مہیب اور خونچکاں ہے کہ اس کا تصور کرتے ہوئے بھی روح کپکپاتی اور سینہ بریاں ہوتا ہے۔ معاشی طور پر ملت اسلامیہ پہلے ہی پسی ہوئی تھی، سیاسی آزادی کی اس عظیم تحریک نے دم توڑا تو انگریز کی اہرمنی فراست اس نتیجہ پر پہنچی کہ جب تک مسلمانوں سے دینی روح، انقلابی شعور اور جذبۂ جہاد کو محو کر کے انہیں چلتے پھرتے لاشے نہ بنا دیا جائے، اس وقت تک ہمارے سامراجی عزائم تشنۂ تکمیل رہیں گے۔ جاگیردار طبقہ اپنے مفادات کی خاطر پہلے ہی فرنگی حکومت کی مدح و ثناء میں مصروف تھا۔ ''علماء'' کا ایک گروہ بھی قرآن حکیم کی آیات کو من مانے معانی پہنا کر تاج برطانیہ کی حمایت کر کے اپنی چاندی کر رہا تھا مگر انگریز سرکار ان سارے انتظامات سے مطمئن نہ تھی، اس کے نزدیک مسلمانوں کا انقلابی شعور کسی وقت بھی سلطنت برطانیہ کے لیے خطرہ بن سکتا تھا، اس لیے اس نے مسلمانوں کی دینی غیرت، سیاسی بصیرت اور قومی روح پر ڈاکہ ڈالنے کے لیے ایک ایسے خاندان کا انتخاب کیا جو اپنی سفلگی و غداری میں کوئی ثانی نہ رکھتا تھا اور اس کا بڑے سے بڑا فرد بھی سرکار دربار میں کرسی مل جانے کو باعث افتخار سمجھتا تھا۔ اس مکروہ منصوبہ کو انجام تک پہنچانے اور مسلمانوں کی وحدت ملی کو پاش پاش کرنے کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی کا انتخاب عمل میں لایا گیا، جس نے حضور سرور کائنات ﷺ کی ختم نبوت کو داغ دار کرنے کے لیے (العیاذ باللہ) اپنی بے سروپا تاویلات سے امت مسلمہ میں اس قدر فکری انتشار برپا کیا کہ انگریز کو اپنے گھناؤنے مقاصد کے حصول کے لیے برصغیر میں ایک ایسی جماعت میسر آ گئی جو ''الہامی بنیادوں'' پر غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتی رہی اور آج انگریز کے چلے جانے کے بعد گو اس کی حیثیت متروکہ

داشتہ کی سی رہ گئی ہے، مگر پھر بھی وہ اسرائیل سے تعلقات استوار کر کے، عربوں میں تنسیخ جہاد کا پرچار کر کے، انہیں یہود کی غلامی پر آمادہ کرنے کی مذموم جدوجہد میں مصروف ہو کر وہی فریضہ سرانجام دے رہی ہے جو اس کے آقایانِ ولی نعمت نے اس کے سپرد کیا تھا۔ حضرت سید الانبیاء ﷺ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے وحدت انسانیت کا جو انٹرنیشنل فکر، ختم نبوت کی شکل میں دیا تھا، قادیانی امت نے اس کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے نئی نبوت کا ناٹک رچا کر وحدت ملت اسلامیہ ہی کو سبوتاژ کرنے کی سعی نامسعود شروع کر دی۔ دین سے تلعب کے نتیجے میں اس مسیحیت جدیدہ پر اللہ تعالیٰ کی ایسی پھٹکار نازل ہوئی کہ خود ''نبوت باطلہ کا گھرانہ'' عصمت و عفت کی تمیز سے عاری ہو کر اس طرح معصیت کا ملتهب دوزخ بنا، کہ قریب ترین مریدوں نے اسے ''فحش کا مرکز'' قرار دیا۔ گو یہ درست ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی پر واضح رنگ میں جنسی عصیان کا تو کوئی الزام نہ لگا مگر اس کو تسلیم کیے بغیر بھی کوئی چارہ نہیں کہ ان کی جنسی زندگی ناآسودگی کا شکار رہی۔ اگر محمدی بیگم کے پاجامے منگوا کر سونگھنے والی روایت کے ساتھ ساتھ، اس مظلوم خاتون کے بارہ میں آسمانی نکاح کے تمام ''الہامات'' بھی طاق نسیاں پر رکھ دیئے جائیں اور بڑھاپے میں مولوی حکیم نورالدین کے نسخہ ''زوجام عشق'' کے سہارے پچاس مردوں کی قوت حاصل کر لینے کے دعاوی کے ساتھ ایک نوجوان لڑکی کو حبالۂ عقد میں لانے اور پھر بوجوہ اس کی غیر معمولی فرمانبرداری کا تذکرہ نہ بھی کیا جائے تو بھی ان کی تحریرات میں ایسے شواہد بکثرت ملتے ہیں جو اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ ان کی عائلی زندگی خوشگوار نہ تھی اور معاشرتی سطح پر پہلی بیوی کا اپنے شوہر کے گھر میں محض 'پھپھے دی ماں' بن کر رہ جانا، بڑا دلدوز واقعہ ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ اتنے بلند بانگ دعاوی کے باوجود مرزا صاحب جب بھی اپنے ناقدین کو جواب دینے پر آمادہ ہوئے، انہوں نے الزامی جوابات کی کمین گاہ پر بیٹھ کر درشت کلامی ہی پر اکتفا نہ کیا بلکہ اشارے کنائے میں ہی نہیں، اکثر اوقات واضح الفاظ میں ایسی باتیں کہہ گئے جو ان کے دعاوی کی مناسبت سے ہرگز ان کے شایان شان نہ تھیں، مثلاً ہندوؤں کے خدا کو ناف سے چھ انچ نیچے قرار دینا اور ماسٹر مرلی دھر کے محض یہ کہہ دینے پر کہ آپ تو لاچار اور قرض دار ہیں، انہیں یہ جواب دینا کہ ہمارے ہاں ہندو جاٹوں کا یہ طریق ہے کہ جب انہوں نے کسی کو اپنی دختر نیک اختر، نکاح میں دینی ہوتی ہے، تو وہ خفیہ طور پر جا کر اس کے کھاتہ، کھیون اور خسرہ نمبر کا پتہ کرتے ہیں مگر ہمارے تمہارے درمیان تو ایسا کوئی معاملہ نہیں۔ پنجابی میں یہ کہنے کے مترادف ہے ''توں مینوں کڑی تے نہیں دینی''۔ ہم اس جواب کا تجزیہ خود قادیانی حضرات پر چھوڑ دیتے ہیں۔

قادیانی خلافت کی نیلی فلموں میں مرزا محمود احمد ہمیشہ ہی ایک ایسا ہیرو رہا ہے، جس کے ساتھ کسی ولن نے ٹکر لینے کی جسارت نہیں کی۔ ان پر جنسی بے اعتدالی کا سب سے پہلا الزام 1905ء میں لگا اور ان کے والد مرزا غلام احمد نے اس کی تحقیقات کے لیے ایک چار رکنی کمیٹی مقرر کر دی، جس نے الزام ثابت ہو جانے کے باوجود چار گواہوں کا سہارا لے کر شبہ کا فائدہ دے کر ملزم کو بچایا۔ عبدالرب برہم خاں 335 اے پیپلز کالونی فیصل آباد کا حلفیہ بیان ہے کہ اس کمیٹی کے ایک رکن مولوی محمد علی لاہوری سے انہوں نے اس بارہ میں استفسار کیا تو مولوی صاحب نے بتایا کہ الزام تو ثابت ہو چکا تھا مگر ہم نے ملزم کو **Benefit of Doubt** دے کر چھوڑ دیا۔ 1914ء میں جب گدی نشینی کے لیے جنگ اقتدار چھڑی تو دہلی کی محلاتی سازشوں کے ماہرین نے ایک مذہبی جماعت کی سربراہی کے لیے بائیس سال کے ایک ایسے چھوکرے کو "منتخب" کر لیا، جس میں پیر کا بیٹا ہونے کے علاوہ کوئی خصوصیت موجود نہ تھی۔ ایسا بر خود غلط اور کندہ ناتراش قسم کا آدمی عمر کے ہیجانی دور میں ایک ایسے منصب پر فائز ہوا جسے بظاہر ایک تقدس حاصل تھا۔ مرزا محمود نے تقدس کے اس کٹہرے کو اپنے لیے پناہ گاہ سمجھتے ہوئے جنسی عصیان کا وہ ہولناک ڈرامہ کھیلا کہ الامان والحفیظ۔

بلوغت سے لے کر مکمل طور پر مفلوج ہو جانے تک ہر چند سال کے وقفہ کے بعد القابات کی رداؤں میں ملفوف اس پیرزادے پر مسلسل بدکاری کے الزامات مخلص مریدوں کی طرف سے لگتے رہے، مباہلہ کی دعوتیں دی جاتی رہیں مگر ذہنی طور پر پورا ملحد و بے دین ہونے کے باوجود اس کو کبھی بھی جرات نہ ہوئی کہ کسی مظلوم مرید کی دعوت مباہلہ پر میدان میں نکلے۔ جب بھی کسی ارادت مند نے واقفِ رازِ دروں ہو کر للکارا تو قادیانی گماشتوں اور معیشت کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ملاؤں نے ایک طرف اخبارات وجرائد میں ہاہاکار شروع کر دی اور دوسری طرف اس محرم راز کو بدترین سوشل بائیکاٹ کا نشانہ بنایا گیا اور اسے اقتصادی و معاشری الجھنوں میں مبتلا کرنے پر ہزاروں روپے خرچ کر کے جب کسی قدر کامیابی ہوئی تو اسے اپنے بدمعاش پیر کا "معجزہ" قرار دیا گیا۔

کوئی شخص اپنی والدہ پر الزام تراشی کی جرات نہیں کرتا اور اگر خدانخواستہ وہ اس پر مجبور ہو جاتا ہے تو صرف یہ کہہ کر اس کو خاموش کرانے کی کوشش کرتا کہ دیکھو یہ بہت بری بات ہے، مناسب نہیں۔ اس امر کا جائزہ لینا بھی تو ضروری ہے کہ وہ کن المناک حالات سے دوچار ہوا کہ اسے اپنی، اتنی عزیز ہستی کی اصل حقیقت کو دنیا کے سامنے پیش کرنا پڑا۔ پیر کی جلوتیں اگر اس کی

خلوتوں سے نالاں ہوں تو مریدوں کا اسی سانچے میں ڈھل جانا، ایک لازمی امر ہے۔ مرزا محمود احمد جب گدی نشین ہوا تو اس نے اپنے باوا کی نبوت کو نعوذ باللہ...... ع

احمد ثانی نے رکھ لی احمد اول کی لاج

کے مقام پر پہنچایا۔ کبھی مسلمانوں کو اہل کتاب کے برابر قرار دیا اور کبھی انہیں ہندوؤں اور سکھوں سے مشابہت دے کر ان کے بچوں تک کے جنازوں کو حرام قرار دے دیا۔ قادیانیت کا غالب عنصر اس دور میں اس نچلے اور متوسط طبقے پر مشتمل تھا جو معاشی طور پر پسماندہ ہونے کی وجہ سے پیش گوئیوں کی فضا میں رہتے ہوئے چین محسوس کرتا تھا اور انگریز سے وفاداری کی قادیانی سند اس کی ملازمت کو محفوظ رکھتی تھی۔ جب نئی نبوت، تکفیر مسلمین اور ان کے جنازوں کا بائیکاٹ، انتہا کو پہنچا تو مذکورہ بالا دونوں طبقوں نے قادیان کی طرف بھاگنا شروع کر دیا کہ وہاں رہائش اختیار کریں کیونکہ جس معاشرہ کو ایک ''نبی'' کے انکار کی بناء پر کافر قرار دے کر وہ علیحدہ ہوئے تھے، وہاں رہنا اب ان کے لیے ناممکن تھا۔ قادیان میں مرزا محمود احمد نے اپنے خاندان کی مالی حالت کو بہتر بنانے کے لیے مریدوں کے چندے سے خریدی ہوئی زمین کچھ اپنے عزیزوں کے ذریعے نہایت مہنگے داموں فروخت کی مگر رجسٹریشن ایکٹ کے ماتحت اس کا انتقال ان کے نام نہ کروایا گیا۔ اس طرح وہ اپنے معاشرہ سے کٹ کر قادیانیت کے دام میں اس طرح پھنسے کہ

نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن!

اپنی سوسائٹی سے علیحدہ ہو کر، اب ایک نئی جگہ پر نئے حالات کا لازمی تقاضا یہ تھا کہ وہ ہر جائز و ناجائز خوشامد کر کے پیر اور اس کے لواحقین کا قرب حاصل کرتے اور انہوں نے وقت اور حالات کے دباؤ کے ماتحت ایسا ہی کیا۔ مگر پیر نے مجبور مریدوں کی عزتوں پر ڈاکہ ڈال کر سینکڑوں عصمتوں کے آبگینے تار تار کر دیئے اور اگر کوئی بے بس مرید بلبلا اٹھا تو اسے شہر سے نکال دینے اور مقاطعہ کر دینے کی دھمکیاں دے کر خاموش رہنے کی تلقین کی۔ فخر الدین ملتانی ایسے کئی لوگوں کو قتل کروا کر دہشت کی فضا پیدا کی گئی مگر اس تمام یزیدی اہتمام کے باوجود مرزا محمود، اپنی پاکبازی کا ڈھونگ رچانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ گاہے ماہے اس دریا سے ایسی موج اٹھتی کہ ''ذریت مبشرہ'' کے بارے میں جملہ ''الہامات'' ''کسوف'' اور ''رویاء'' دھرے کے دھرے رہ جاتے۔ یوں تو مرزا محمود کی زندگی کا شاید ہی کوئی دن ایسا ہو جو بدکاری کی غلاظت سے آلودہ نہ ہو اور جس میں اس پر زناکاری کا الزام نہ لگا ہو، لیکن ذیل میں ہم ان الزامات و بیانات کا تذکرہ کرتے ہیں جن کی گونج اخبارات و رسائل ہی میں نہیں، ملک کی عدالتوں تک میں سنی گئی اور اس کے ساتھ بعض بالکل نئی

روایات بھی درج کرتے ہیں جو آج تک اشاعت پذیر نہیں ہوسکیں۔ قادیانی امت کی جنسی تاریخ پر اس سے پیشتر متعدد کتب آ چکی ہیں، لیکن وہ تقاضائے حالات کے ماتحت، جس رنگ میں پیش کی گئیں، اس کی بہت سی وجوہ تھیں۔ آئندہ سطور میں ہم کوشش کریں گے کہ ان روایات کو ذرا وضاحت سے پیش کریں اور اس سے پیشتر جو چیزیں اجمال سے بیان ہوئی ہیں، ان کی تفصیل کر دیں کیونکہ اگر اس وقت اس کام کو سرانجام نہ دیا گیا تو آنے والا مورخ، بہت سی معلومات سے محروم ہو جائے گا کیونکہ پرانے لوگوں میں سے جو لوگ صبح گئے یا شام گئے، کی منزل میں ہیں، وہ نہ ان سے مل سکے گا اور نہ ان دل دوز واقعات کو سن سکے گا جو خود ان پر یا ان کی اولاد پر گزرے ہیں۔ یہ سب شہادتیں موکد بعذاب قسموں کے ساتھ دی گئی ہیں اور یہ تمام افراد قادیانی امت کے خواص میں سے تھے۔ ان میں سے اکثر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں مگر چند ایسے بھی ہیں جو اپنی برین واشنگ کی وجہ سے کسی نہ کسی رنگ میں قادیانیت سے وابستہ ہیں۔ مگر وہ قادیانی ''مصلح موعود'' کو پورے یقین، پورے وثوق اور پورے ایمان کے ساتھ جولیس سیزر کا مثیل، راسپوٹین کا بروز اور ہر موڈیس کا ظل کامل سمجھتے ہیں اور ہر عدالت میں اپنی گواہی ریکارڈ کرانے کے لیے تیار ہیں۔ ممکن ہے بعض لوگ یہ بھی خیال کریں کہ برائی کی اشاعت کا طریق مناسب نہیں، ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اس امر کو مدنظر رکھیں کہ یہ اظہار ان مظلوموں کی طرف سے ہے، جن میں سے بعض کی اپنی عصمت کی ردا چاک ہوئی اور اظہار حق کی پاداش میں ان پر وہ مصائب ٹوٹے کہ اگر وہ دنوں پر وارد ہوتے تو راتیں بن جاتیں۔ یہ اظہار ان مظلوموں کی طرف سے ہے جنہیں خدا نے بھی یہ حق دے رکھا ہے۔

لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ

مباہلہ والوں کی للکار

مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اور میاں زاہد، حال امرتسر مارکیٹ برانڈرتھ روڈ لاہور کے نام کے ساتھ ''مباہلہ والے'' کا لفظ نتھی ہو کر رہ گیا ہے۔ ان مظلوموں نے 1927ء میں اپنی ہمشیرہ سکینہ بیگم پر مرزا محمود کی دست درازی کے خلاف اس زور سے صدائے احتجاج بلند کی کہ خلافت میں مقیم مذہبی مہنتوں کی روحیں کپکپا اٹھیں۔ قادیانی غنڈوں نے ان کے مکان کو آتش کر دیا اور جناب میاں زاہد کے اپنے بیان کے مطابق اگر مولانا حکیم نور الدین کی اہلیہ محترمہ اُن کو بروقت خبردار نہ کر دیتیں تو وہ سب اسی رات قادیانیوں کے ہاتھوں جام شہادت نوش

کر چکے ہوتے۔ انہوں نے مرزا محمود احمد کے ناقوس خصوصی ''الفضل'' کے کذب و افترا کا جواب دینے کے لیے ''مباہلہ'' نامی اخبار جاری کیا، جس کی پیشانی پر یہ شعر درج ہوتا تھا۔ ؎

خون اسرائیل آ جاتا ہے آخر جوش میں
توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسم سامری

یہ مظلوم خاتون قادیانی فرقہ کے صوبائی امیر مرزا عبدالحق ایڈووکیٹ سرگودھا کی اہلیہ ہیں۔ وہ اپنے مشاہدہ اور تجربہ کی بناء پر اب بھی ربوہ کے پاپائے ثانی کو بدکردار سمجھتی ہیں۔ یہ سانحہ اس طرح ظہور میں آیا کہ وہ کسی کام کی خاطر ''قصر خلافت'' میں گئیں۔ مرزا محمود نے اپنی گھناؤنی فطرت کے مطابق ان کے ساتھ زیادتی کا ارتکاب کیا۔ انہوں نے واپس آ کر سارا معاملہ اپنے شوہر کے گوش گزار کر دیا۔ مرید خاوند نے اپنی زوجہ پر اعتماد کر کے پیر پر تین حرف بھیجنے کی بجائے اس معاملہ کی تحقیق کا ارادہ کیا اور پاپائے ثانی کے پاس پہنچا۔ پیر تو، رنگ ماسٹر تھا، اسے مریدوں کو نچانے کا فن خوب آتا تھا، اس نے بڑی ''معصومیت'' سے کہا: مجھے خود اس معاملہ کی سمجھ نہیں آ رہی، سکینہ بیگم بڑی نیک اور پاک باز لڑکی ہے۔ اس نے ایسی حرکت کیوں کی ہے۔ میں دعا کروں گا، آپ کل فلاں وقت تشریف لائیں۔ جب مرزا عبدالحق دوسرے دن پہنچے تو شاطر پیر اپنا عیارانہ منصوبہ مکمل کر چکا تھا۔ اس نے مرید کے لیے دام بچھاتے ہوئے کہا: میں نے اس معاملہ پر غور کیا ہے، دعا بھی کی ہے۔ ایک بات سمجھ میں آئی ہے کہ چونکہ میں خلیفہ ہوں، ''مصلح موعود'' ہوں، اس لیے سکینہ بیگم ایک رُوحانی تعلق کی بناء پر مجھ سے محبت رکھتی ہے اور اس قسم کا جذبہ الفت جب پوری طرح قلب و ذہن پر مستولی ہو جاتا ہے تو اس وقت بعض عورتیں خواب کے عالم میں دیکھتی ہیں کہ انہوں نے فلاں مرد سے ایسا تعلق قائم کیا ہے اور اس خیال کا استیلاء و غلبہ ان پر اس قدر ہوتا ہے کہ وہ اس کو بیداری کا واقعہ سمجھ لیتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی مرزا محمود نے طب کی ایک کتاب نکال کر دکھا دی کہ دیکھ لو اطباء نے بھی اس مرض کا ذکر کیا ہے۔ اس پر مرید مطمئن ہو کر گھر واپس آیا تو اہلیہ کے استفسار کرنے پر مرید خاوند نے کہا: ''تم بھی سچ کہتی ہو اور حضرت صاحب بھی سچ کہتے ہیں''

''ایک احمدی خاتون کا بیان''

مذکورہ بالا عنوان کے تحت ایک مظلوم خاتون کا بیان اخبار ''مباہلہ'' قادیان میں اشاعت پذیر ہوا تھا، گو اس وقت یہ چیلنج بھی دے دیا گیا تھا کہ اگر ''خلیفہ صاحب'' مباہلہ کے لیے آمادہ

ہوں تو نام کے اظہار میں کوئی ادنیٰ تامل بھی نہیں ہوگا۔ مگر چونکہ اس گوسالہٗ سامری کو مقابل پر نکلنے کی جرات نہ ہوئی، اس لیے نام کا اظہار نہیں کیا گیا تھا۔ اب ہم ریکارڈ درست رکھنے کی خاطر یہ درج کر رہے ہیں کہ وہ خاتون قادیان کے دکاندار شیخ نور الدین صاحب کی صاحبزادی عائشہ تھیں۔ ان کے بھائی شیخ عبداللہ المعروف عبداللہ سوداگر آج کل ساہیوال میں مقیم ہیں۔ عائشہ بیگم تھوڑا عرصہ ہوا، انتقال کر گئی ہیں، اب ہم وہ بیان درج کرتے ہیں۔

''میں میاں صاحب کے متعلق عرض کرنا چاہتی ہوں اور لوگوں میں ظاہر کر دینا چاہتی ہوں کہ وہ کیسی روحانیت رکھتے ہیں؟ میں اکثر اپنی سہیلیوں سے سنا کرتی تھیں کہ وہ بڑے زانی شخص ہیں مگر اعتبار نہیں آتا تھا کیونکہ ان کی مومنانہ صورت اور نیچی شرمیلی آنکھیں ہرگز یہ اجازت نہ دیتی تھیں کہ ان پر ایسا الزام لگایا جا سکے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ میرے والد صاحب نے، جو ہر کام کے لیے حضور سے اجازت حاصل کیا کرتے تھے اور بہت مخلص احمدی تھے، ایک رقعہ حضرت صاحب کو پہنچانے کے لیے دیا، جس میں اپنے کام کے لیے اجازت مانگی تھی۔ خیر میں یہ رقعہ لے کر گئی۔ اس وقت میاں صاحب نئے مکان (قصر خلافت) میں مقیم تھے۔ میں نے اپنے ہمراہ ایک لڑکی لی جو وہاں تک میرے ساتھ گئی اور ساتھ ہی واپس آ گئی۔ چند دن بعد مجھے پھر ایک رقعہ لے کر جانا پڑا۔ اس وقت بھی وہی لڑکی میرے ہمراہ تھی۔ جونہی ہم دونوں میاں صاحب کی نشست گاہ میں پہنچیں تو اس لڑکی کو کسی نے پیچھے سے آواز دی۔ میں اکیلی رہ گئی۔ میں نے رقعہ پیش کیا اور جواب کے لیے عرض کیا، مگر انہوں نے فرمایا کہ میں تم کو جواب دے دوں گا، گھبراؤ مت۔ باہر ایک دو آدمی میرا انتظار کر رہے ہیں، ان سے مل آؤں۔ مجھے یہ کہہ کر، اس کمرے کے باہر کی طرف چلے گئے اور چند منٹ بعد پیچھے کے تمام کمروں کو قفل لگا کر اندر داخل ہوئے اور اس کا بھی باہر والا دروازہ بند کر دیا اور چٹخیاں لگا دیں۔ جس کمرے میں بیٹھی تھی، وہ اندر کا چوتھا کمرہ تھا۔ میں یہ حالت دیکھ کر سخت گھبرائی اور طرح طرح کے خیال دل میں آنے لگے۔ آخر میاں صاحب نے مجھ سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور مجھ سے برا فعل کروانے کو کہا۔ میں نے انکار کیا۔ آخر زبردستی

انہوں نے مجھے پلنگ پر گرا کر میری عزت برباد کر دی اور ان کے منہ سے اس قدر بو آ رہی تھی کہ مجھ کو چکر آ گیا اور وہ گفتگو بھی ایسی کرتے تھے کہ بازاری آدمی بھی ایسی نہیں کرتے۔ ممکن ہے جسے لوگ شراب کہتے ہیں، انہوں نے پی ہو کیونکہ ان کے ہوش و حواس بھی درست نہیں تھے۔ مجھ کو دھمکایا کہ اگر کسی سے ذکر کیا تو تمہاری بدنامی ہو گی، مجھ پر کوئی شک بھی نہ کرے گا"۔

مستورات کی چھاتیوں پر خفیہ دستاویزات

"جب اس شاطر سیاست کے خفیہ اڈوں پر حکومت چھاپہ مارتی تھی تو یہ اسلحہ اور کاغذات کمال ہوشیاری سے زیر زمین دفن کر دیتا تھا۔ قادیان کی سرزمین میں فسادات کے موقع پر احمدی نوجوانوں اور سابق فوجیوں کے ہاتھوں جو ماڈرن اسلحہ مہیا کیا اور ان کی فوجی گاڑیاں حرکت میں آئیں تو اس پر حکومت کی جانب سے یکدم چھاپہ پڑا، جس کی اطلاع قبل از وقت خلیفہ کو نہ ہو سکی کیونکہ وہاں احمدی سی - آئی - ڈی ناکام رہی لیکن خلیفہ کی اپنی اہرمنی فراست ان کے کام آئی کیونکہ جب پولیس سر پر آ گئی تو اس "مقدس پاکباز مسلم مصلح دوراں" نے اپنی مستورات کی چھاتیوں پر خفیہ دستاویزات باندھ کر کوٹھی دارالسلام (قادیان) بھجوا دیں اور قادیانی فوجیوں نے فوراً اسلحہ زیر زمین کر دیا"۔

مخدرات میدان معصیت میں

"طویل مشاہدے کے بعد یقین ہوا اور پیر پرستی کے برگِ حشیش کا اثر زائل ہوا لیکن سارا ماجرا بیان کرنے کی استعداد مفقود ہو گئی۔ چونکہ سیاہ کاریاں محیر العقول تھیں، اس لیے ان کی نوعیت اس سیاہ کار کے لیے مدافعت بن گئی۔ کون مان سکتا ہے کہ اس نے محرم اور غیر محرم کی تمیز کو روند کر رکھ دیا تھا اور اس کے لیے وہ اپنی جہنمی محفل میں کہا کرتا تھا کہ

"آدم کی اولاد کی افزائش ہی اس طرح ہوئی ہے کہ کوئی مقدس سے مقدس رشتہ مجامعت میں حائل نہیں ہو سکتا"۔

العیاذ باللہ۔

جیسا کہ اس تالیف میں ایک جگہ محمد یوسف ناز کا بیان نقل ہوا ہے، وہ اپنی مخدرات کو میدان معصیت میں پیش کرتا اور اس کے تربیت یافتگان ان سے حظ اندوز ہوتے اور خود اس روح فرسا منظر کا تماشا کر کے ابلیسی لذت محسوس کرتے"۔

خلوت سیئہ کے وقت کلام الٰہی کی توہین

"مبینہ طور پر خلوت سیئہ (خلوت صحیحہ ناقل) کے وقت قرآن کریم کو پاس رکھنے والا بھی خدا کی گرفت سے بچ جائے تو اللہ تعالیٰ کے عظیم صبر بخشنے کے بعد ہی اس کی سیاہ کاریوں کے وسیع و عریض رقبے کو جاننے والا اپنے ایمان کی دولت کو محفوظ رکھ سکتا ہے--- جب یہ شخص اپنے باپ کو بھی نہیں بخشتا تو یہ کیا نہ کرتا ہوگا"۔

مولف "فتنہ انکارِ ختم نبوت" سے ان الفاظ کی وضاحت چاہی گئی تو انہوں نے کہا کہ:۔

"مصلح الدین سعدی نے موکد بعذاب قسم کھا کر مجھے بتایا کہ ایک دن، میں مرزا محمود کی ہدایت پر ایک لڑکی کے ساتھ داد عیش دے رہا تھا کہ وہ آیا۔ اس نے لڑکی کے سرینوں کے نیچے سے قرآن پاک نکالا"۔ (استغفر اللہ)

آخری فقرہ کے بارہ میں ان کا کہنا ہے کہ مولوی فضل دین صاحب نے انہیں بتایا کہ انہیں ان کے بڑے بھائی مولوی علی محمد صاحب اجمیری نے بتایا تھا کہ مرزا محمود اپنی محفل خاص میں کہا کرتا تھا کہ "حضرت مسیح موعود" بھی یہی کام کرتے تھے۔

تین سہیلیاں، تین کہانیاں

قادیان اور ربوہ میں بے شمار ایسی کہانیاں جنم لیتی ہیں جو مجبور مریدوں کی ارادت اور قادیانی گستاپو کے تشدد کے باعث ہمیشہ کے لیے دفن ہو جاتی ہیں اور اس ریاست اندر ریاست کو مذہب کے لبادے میں ہر شرمناک کارروائی کرنے کی کھلی چھٹی مل جاتی ہے اور حکومت کا قانون، عاجز اور بے بس ہی نہیں، لاوارث اور یتیم ہو جاتا ہے۔ انہی کہانیوں میں سے ایک کہانی غلام رسول پٹھان کی بیٹی کلثوم کی ہے، جس کی نعش تالاب میں پائی گئی۔ اسی لڑکی کلثوم کی سہیلی عابدہ بنت ابو الہاشم خاں بنگالی کو شکار کے بہانے باہر لے جایا گیا اور ترکی ضلع جہلم میں "اتفاقیہ" گولی کا نشانہ بنایا گیا۔ تیسری سہیلی امت الحفیظ صاحبہ بنت چوہدری غلام حسین صاحب ابھی بقید حیات

ہیں۔ اگر وہ اپنی دو سہیلیوں کے "اتفاقیہ" قتل پر روشنی ڈال سکیں تو تاریخ میں ان کا نام سنہرے حروف سے لکھا جائے گا اور اس طرح مرزا محمود احمد کی "کرامات" میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔

"مصلح موعود" کی کہانی حکیم عبدالوہاب کی زبانی

حکیم عبدالوہاب عمر قادیانی امت کے "خلیفۂ اوّل" مولانا نور الدین کے صاحبزادے ہیں۔ ان کا بچپن اور جوانی "قصر خلافت" کے در و دیوار کے سائے میں گزری ہے اور اس آسیب کا سایہ جس پر بھی پڑا ہے، اس نے مشاہدہ پر اکتفا کم ہی کیا ہے، وہ حق الیقین کے تجربے سے گزرا ہے، یہی حال حکیم صاحب کا ہے اگرچہ اس مرتبے میں متعدد دوسرے افراد بھی ان کے شریک ہیں، لیکن انہیں یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ اپنی داستان بھی بغیر کسی لاگ لپٹ کے کہہ سناتے ہیں اور اپنے اوپر قادیانیوں کے معروف طریق کے مطابق تقدس کی جعلی ردا نہیں اوڑھتے اور اگر اس اظہار حقیقت میں ان کا کوئی عزیز زد میں آ جائے تو وہ اسے بچانے کی بھی زیادہ جدوجہد نہیں کرتے، عموماً وہ اپنی آپ بیتی حکایت عن الغیر کے طور پر سناتے ہیں اور گو ان روایات کے مندرجات بتا دیتے ہیں کہ ان کا مرکزی کردار وہ خود ہی ہیں لیکن اگر کوئی پیچھے پڑ کر کریدنا ہی چاہے کہ یہ نوجوان کون تھا، تو وہ بتا دیتے ہیں "کہ یہ میں ہی تھا"۔ انہوں نے بتایا:

1- "1924ء میں مرزا محمود بغرض سیر و تفریح کشمیر تشریف لے گئے۔ دریائے جہلم میں پیرا کی میں مصروف تھے کہ مرزا محمود نے غوطہ لگا کر ایک سولہ سالہ نوجوان کے منارۂ وجود کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے۔ تو ان کے دواخانہ کے انچارج جناب اکرم بٹ نے پوچھا: آپ کو کیسے پتہ چلا؟ تو وہ بولے: یہ میں ہی تھا"۔

2- "قصر خلافت" قادیان کے گول کمرہ سے ملحق ایک اور کمرہ ہے۔ مرزا محمود احمد نے ایک نوجوان سے کہا: اندر ایک لڑکی ہے، جاؤ اس سے دل بہلاؤ۔ وہ اندر گیا اور اس کے سینے کے اہراموں سے کھیلنا چاہا۔ اس لڑکی نے مزاحمت کی اور وہ نوجوان بے نیل مرام واپس لوٹ آیا۔ مرزا محمود نے اس نوجوان کو کہا: تم بڑے وحشی ہو۔ جواباً کہا گیا کہ اگر جسم کے ان ابھاروں کو نہ چھیڑا جائے تو مزہ کیا خاک ہوگا۔ مرزا محمود نے کہا: لڑکی کی اس مدافعت کا سبب یہ ہے کہ وہ ڈرتی ہے کہ

''اس طرح کہیں اس نشیب و فراز کا تناسب نہ بدل جائے''۔

3- ''ایک دفعہ آپ کی بیگم مریم نے اس نوجوان کو خط لکھا کہ فلاں وقت مسجد مبارک (قادیان) کی چھت سے ملحقہ کمرہ کے پاس آ کر دروازہ کھٹکھٹانا تو میں تمہیں اندر بلا لوں گی۔ دروازہ کھلا تو اس نوجوان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب اس نے دیکھا کہ بیگم صاحبہ ریشم میں ملبوس سولہ سنگھار کیے موجود تھیں۔ اس نوجوان نے کبھی کوئی عورت نہ دیکھی تھی، چہ جائیکہ ایسی خوبصورت عورت۔ وہ مبہوت ہو گیا۔ اس نوجوان نے کہا کہ حضور اجازت ہے۔ انہوں نے جواب دیا: ایسی باتیں پوچھ کر کی جاتی ہیں۔ اس وقت نوجوان نے کچھ نہ کیا کیونکہ اس کے جذبات مشتعل ہو چکے تھے۔ اس نے سوچا کہ ''گروجی کچھرے ہی میں نہال ہو جائیں گے'' اس لیے اس وقت کنارہ کرنا ہی بہتر ہے۔ بیگم صاحبہ موصوفہ نے اس خط کی واپسی کا مطالبہ کیا جو اس نوجوان کو لکھا تھا۔ اس نوجوان نے جواب دیا کہ میں نے اس کو تلف کر دیا ہے۔ تقسیم ملک کے بعد مرزا محمود احمد کے پرائیوٹ سیکرٹری میاں محمد یوسف صاحب اس نوجوان کے پاس آئے، کہا: میں نے سنا ہے کہ آپ کے پاس حضور کی بیویوں کے خطوط ہیں اور آپ اس کو چھاپنا چاہتے ہیں۔ اس نوجوان نے جواب دیا: بہت افسوس ہے کہ آپ کو اپنی بیوی پر اعتماد ہوگا اور مجھے بھی اپنی بیوی پر اعتماد ہے، اگر کسی پر اعتماد نہیں تو وہ حضور کی بیویاں ہیں''۔

4- ''مرزا محمود احمد نے اپنی ایک صاحبزادی کو رشد و بلوغت تک پہنچنے سے پیشتر ہی اپنی ہوس رانی کا نشانہ بنا ڈالا۔ وہ بے چاری بے ہوش ہو گئی، جس پر اس کی ماں نے کہا: اتنی جلدی کیا تھی، ایک دو سال ٹھہر جاتے۔ یہ کہیں بھاگی جا رہی تھی یا تمہارے پاس کوئی اور عورت نہ تھی''۔

دواخانہ نور الدین کے انچارج جناب اکرم بٹ کا کہنا ہے کہ میں نے حکیم صاحب سے پوچھا: یہ صاحبزادی کون تھی؟ تو انہوں نے بتایا: ''امتہ الرشید''۔

نوٹ: اس روایت کی مزید وضاحت کے لیے صالح نور کا بیان غور سے پڑھیں، جو اسی کتاب میں درج کیا جا رہا ہے۔ ملک عزیز الرحمٰن صاحب بحوالہ ڈاکٹر نذیر ریاض اور یوسف ناز

بیان کرتے ہیں کہ جنسی بے راہروی کے ان مظاہر پر جب مرزا محمود سے پوچھا جاتا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں تو وہ کہتا: لوگ بڑے احمق ہیں، ایک باغ لگاتے ہیں، اس کی آبیاری کرتے ہیں۔ جب وہ پروان چڑھتا ہے اور اسے پھل لگتے ہیں تو کہتے ہیں:

''اسے دوسرا ہی توڑے اور دوسرا ہی کھائے''۔

ربوہ کی معاشی نبوت کا عظیم فراڈ

حکومت کے خلوت خانہ خیال کی نذر

1- صدر انجمن احمدیہ قادیان ایک رجسٹرڈ باڈی ہے۔ تقسیم ملک سے قبل اس انجمن کی جائیداد ملک کے مختلف حصوں میں تھی۔ تقسیم کے بعد ناصر آباد، محمود آباد، شریف آباد، کریم نگر فارم، تھرپارکر سندھ کی زمینیں پاکستان میں آ گئیں تو مرزا محمود نے ربوہ میں ایک ڈمی انجمن ''ظلی صدر انجمن احمدیہ'' قائم کی اور چوہدری عبداللہ خاں برادر چوہدری ظفر اللہ خاں ایسے قادیانیوں کے ذریعے یہ زمین اپنے صاحبزادوں اور انجمن کے نام منتقل کرالی اور مقصد پورا ہوجانے کے بعد یہ ظلی صدر انجمن، مرزا غلام احمد کی ظلی نبوت کی طرح ''اصلی'' بن گئی اور صدر انجمن احمدیہ قادیان نے وہاں کی تمام جائیداد بھارتی حکومت سے واگذار کروالی اور اسی مقصد کے حصول کے لیے موجودہ خلیفہ مرزا ناصر احمد کے ایک بھائی مرزا وسیم احمد کو وہاں ٹھہرایا گیا، جو آج بھی وہیں مقیم ہے۔

2- جیسا کہ پہلے ذکر آ چکا ہے، قادیان میں سکنی زمین، صدر انجمن احمدیہ لوگوں کو فروخت کرتی تھی مگر وہ خریداروں کے نام رجسٹریشن ایکٹ کے ماتحت رجسٹر نہیں کروائی جاتی تھی' جیسا کہ ربوہ میں ہوتا ہے۔ اس طرح سرکاری کاغذات میں زمین اصل مالکان کے نام ہی رہتی ہے، حالانکہ وہ اسے فروخت کر کے لاکھوں روپیہ ہضم کر چکے ہوتے ہیں۔ اس عیاری پر پردہ ڈالنے کے لیے خلیفۂ ربوہ نے مہاجرینِ قادیان کو چکمہ دے کر کہ قادیان ''خدا کے رسول کا تخت گاہ'' ہے (نعوذ باللہ) اور انہیں اس بستی میں واپس جانا ہے، انہیں قادیان کے مکانوں کا کلیم داخل کرنے سے منع کر دیا اور خود چار کروڑ روپے کا بوگس کلیم داخل کر دیا۔ اب اگر مرید بھی کلیم داخل کر دیتے تو حکومت اور مریدوں سے دہرے فراڈ کی قلعی کھل سکتی تھی، اسی لیے مریدوں کو کلیم داخل کرنے سے منع کر دیا گیا مگر بہت سے شاطر مرید اس عیاری کو سمجھ گئے اور انہوں نے خود بھی بے

پناہ بوگس کلیم داخل کیے اور پھر قادیانی اثر و رسوخ سے منظور کروائے۔
اگر حکومت صرف قادیانیوں کی پاکستان میں جعلی اور بوگس الاٹمنٹوں کی تحقیقات کروائے تو کروڑوں روپے کے فراڈ کا پتہ لگ سکتا ہے اور مولف کتاب ہذا بعض جعلی کلیموں کے نمبر تک حکومت کو مہیا کرنے کا پابند ہے۔

3- ربوہ کی زمین صدر انجمن احمدیہ کو کراؤن لینڈ ایکٹ کے تحت علامتی قیمت پر دی گئی تھی۔ مرزا محمود نے یہاں بھی قادیان والا کھیل دوبارہ کھیلا اور ٹوکن پرائس پر حاصل کردہ اس زمین کو ہزاروں روپیہ مرلہ کے حساب سے مریدوں کے نام فروخت کیا مگر رجسٹریشن ایکٹ کے ماتحت سب لیز ہولڈرز کے نام زمین منتقل نہ ہونے دی، اس طرح مریدوں کا لاکھوں روپیہ بھی جیب میں ڈالا اور گورنمنٹ کے لاکھوں روپیہ کے ٹیکس بھی ہضم کیے گئے، مریدوں پر الٹا رعب بھی قائم رہا کہ وہ زمین خریدنے کے باجود مالکانہ حقوق سے محروم رہے اور یہی وجہ ہے کہ جب بھی کسی نے ''خاندان نبوت'' کی عیاشیوں اور بدمعاشیوں کے متعلق آواز بلند کی، اسے اپنی ''ریاست'' سے باہر نکال دیا اور قبائلی نظام کے مطابق اس کا سوشل بائیکاٹ کر دیا۔ اب جو مرید ایک ''نبی'' کے انکار کی وجہ سے ساری ملت اسلامیہ کو کافر قرار دے کر علیحدہ ہوئے ہیں، وہ اپنی مخصوص Conditioning اور لایعنی علم الکلام کی وجہ سے واپس امت مسلمہ کے سمندر میں تو نہیں آسکتے، وہ اسی گندے اور متعفن جوہڑ میں رہنے پر مجبور ہیں، اس لیے ایسے مریدوں سے سچائی کی توقع عبث ہے۔

4- (i) ربوہ کو کھلا شہر قرار دینے کے سلسلہ میں سب سے پہلا اور اہم قدم یہ ہے کہ ربوہ کی لیز فوراً ختم کی جائے۔

(ii) ربوہ کو چنیوٹ کے ساتھ شامل کر کے سرکاری دفاتر ربوہ کے اندر منتقل کیے جائیں اور اندرون شہر خالی پڑی ہوئی زمین پر فوراً سرکاری عمارات تعمیر کی جائیں۔ ربوہ میں چند کارخانے قائم کیے جائیں اور اردگرد کے لوگوں کو وہاں معاش کی سہولتیں مہیا کی جائیں تاکہ قادیانی یلغار اور لالچ کا ہدف نہ بن سکیں۔

5- ربوہ کے تمام تعلیمی اداروں سے قادیانی اساتذہ کو فوراً تبدیل کر دیا جائے تاکہ وہ مسلمان طلبہ کو کفر کی تعلیم دینے کی ناپاک جسارت نہ کر سکیں۔

6- ربوہ میں بڑا تھانہ قائم کیا جائے اور اس کی عمارت گول بازار کے سامنے ٹیلی فون ایکسچینج

کے ساتھ تعمیر کی جائے۔

7- خدام الاحمدیہ اور دوسری نیم عسکری تنظیموں کو توڑ دیا جائے اور نظارت امور عامہ (شعبہ احتساب) کو ختم کرکے ربوہ کا نام تبدیل کرکے چک ڈھگیاں اس کا پہلا نام رکھ دیا جائے تاکہ قادیانی اپنی دجالیت نہ پھیلاسکیں۔ اگر مندرجہ بالا امور پر عمل نہ کیا گیا تو ربوہ کبھی کھلا شہر نہ بن سکے گا۔ وہاں قادیان سے بدتر غنڈہ گردی ہو رہی ہے اور ہوتی رہے گی کیونکہ قادیان میں تو پھر کچھ آبادی ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں کی تھی مگر یہاں تو انگریز کی معنوی ذریت کے علاوہ اور کوئی ہے ہی نہیں۔

8- قادیانی ڈاکٹروں، مسلح افواج میں قادیانی افسروں اور سرکاری محکموں میں اعلیٰ عہدوں پر فائز قادیانیوں کے سالانہ اجلاس، ربوہ کے سالانہ میلے پر منعقد ہوتے ہیں، جہاں خلیفہ کو حکومت کے راز منتقل ہوتے ہیں اور ملک کی معیشت پر قادیانی گرفت کو مضبوط کرنے کے پروگرام بنتے ہیں، اس لیے تمام اعلیٰ عہدوں پر فائز قادیانیوں کی چھٹی ضروری ہے تاکہ وہ اپنی اسلام دشمن اور ملک دشمن ذہنی ساخت کے باعث ملک وقوم کو مزید نقصان نہ پہنچائیں۔

جناب صلاح الدین ناصر کا ازالہ اوہام

جناب صلاح الدین ناصر ایک نہایت معزز فیملی سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے والد خان بہادر ابوالہاشم بنگال میں ڈپٹی ڈائریکٹر مدارس تھے۔ ناصر صاحب پارٹیشن کے بعد پاکستان آ گئے۔ کچھ دیر ربوہ میں بھی مقیم رہے، لیکن جب ان کو خلیفہ جی کی عدیم المثال جنسی بے راہ روی کا یقینی علم حاصل ہو گیا تو وہ رات کی تاریکی میں والدہ اور ہمشیرگان کو ساتھ لے کر لاہور آ گئے، وہ مرزا محمود کی ننگ انسانیت حرکتوں کو بیان کرتے ہوئے کبھی مداہنت سے کام نہیں لیتے، جب ان کی قادیانیت سے علیحدگی کے بارہ میں دریافت کیا گیا تو کہنے لگے:

> ”بھئی ہماری قادیانیت سے علیحدگی، لائبریری کے کسی اختلاف کا نتیجہ نہیں، ہم نے تو لیبارٹری میں ٹیسٹ کرکے دیکھا ہے کہ اس مذہبی انڈسٹری میں دین نام کی کوئی چیز نہیں۔ ہوس اور بوالہوس دو لفظوں کو اکٹھا کر دیں تو قادیانیت وجود میں آجاتی ہے۔“

اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے تو میں نے کہا، جناب اس اجمال سے تو کام نہ چلے گا، کچھ

بتائیں شاید کسی قادیانی کو ہدایت نصیب ہو جائے تو فرمانے لگے:۔

''یوں تو مرزا محمود یعنی ''مودے'' کی بے راہروی کے واقعات طفولیت ہی سے میرے کانوں میں پڑنا شروع ہو گئے تھے اور ہماری ہمشیرہ عابدہ بیگم کا ڈرامائی قتل بھی ان مذہبی سمگلروں کی بدفطرتی اور بدمعاشی کو Expose کرنے کے لیے کافی تھا، مگر ہم حالات کی آہنی گرفت میں اس طرح پھنس چکے تھے کہ ان زنجیروں کو توڑنے کے لیے کسی بہت بڑے دھکے کی ضرورت تھی اور جب دھکا بھی لگ گیا تو پھر عقیدت کے طوق وسلاسل اس طرح ٹوٹتے چلے گئے کہ خود مجھے ان کی کمزوری پر حیرت ہوتی تھی۔''

میں نے ہمت کر کے پوچھ لیا، جناب وہ دھکا تھا کیا؟ یہ سن کر ان کی آنکھوں میں نمی سی آ گئی۔ ماضی کے کسی دل دوز واقعہ نے انہیں چرکے لگانے شروع کر دیئے تھے۔ چند سیکنڈ کے بعد کہنے لگے:

''تقسیم برصغیر کے بعد ہم رتن باغ لاہور میں مقیم تھے۔ جمعہ پڑھنے کے لیے گئے تو مرزا محمود نے اعلان کیا کہ جمعہ کے بعد صلاح الدین ناصر مجھے ضرور ملیں۔ جمعہ ختم ہوا تو لوگ مجھے مبارکباد دینے لگے کہ ''حضرت صاحب نے تمہیں یاد فرمایا ہے''۔ میں نے خیال کیا شاید کوئی کام ہوگا، اس لیے میں جلد ہی اس کمرہ کی طرف گیا، جہاں اس دور کا شیطان مجسم مقیم تھا۔ میں کمرہ میں داخل ہوا تو میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ مرزا محمود پر شیطنت سوار تھی، اس نے مجھے اپنی ''ہومیوپیتھی'' کا معمول بنانا چاہا۔ میں نے بڑھ کر اس کی داڑھی پکڑ لی اور گالی دے کر کہا: ''اگر مجھے یہی کام کرنا ہے تو اپنے کسی ہم عمر سے کرلوں گا، تمہیں شرم نہیں آتی، اگر جماعت کو پتہ لگ گیا تو تم کیا کرو گے''۔ میری یہ بات سن کر مرزا محمود نے بازاری آدمیوں کی طرح قہقہہ لگایا اور کہا: ''داڑھی منڈوا کر پیرس چلا جاؤں گا۔''

یہ دن میرے لیے قادیانیت سے ذہنی وابستگی رکھنے کا آخری دن تھا۔''

جناب صلاح الدین ناصر ''حقیقت پسند پارٹی'' کے پہلے جنرل سیکرٹری رہے ہیں۔ اس دور میں ملک کے گوشے گوشے میں تقاریر کر کے انہوں نے قادیانیت کی حقیقت کو خوب واشگاف کیا۔ اسی زمانہ کا ایک واقعہ سناتے ہوئے کہنے لگے:

''گجرات کے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے میں نے مرزا محمود کے متعلق کہا کہ اس کی اخلاقی حالت سخت ناگفتہ بہ ہے۔ اس پر ایک قادیانی اٹھ

کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اس کی وضاحت کریں۔ میں نے کہا: یہ الفاظ بہت واضح ہیں۔ وہ پھر بولا: کیا اس نے تمہاری شلوار اتاری تھی؟ میں نے جواب دیا: اسی بات کو بیان کرنے سے میں جھجک رہا تھا۔ آپ اپنے خلیفہ کے مزاج شناس ہیں، آپ نے خوب پہچانا ہے، یہی بات تھی۔

جلسہ کے تمام سامعین کھلکھلا کر ہنس پڑے اور وہ صاحب آہستہ سے کھسک گئے۔

میں کہاں آ نکلا

جناب محمد صدیق ثاقب زیروی قادیانی امت کے خوش گلو شاعر ہیں۔ اگر وہ اپنی شاعری کو مرزا غلام احمد کے خاندان کی قصیدہ خوانی کے لیے وقف کر کے تباہ نہ کرتے تو ملک کے اچھے شعراء میں شمار ہوتے۔ سچ کہنے کی پاداش میں وہ ربوائی ریاست کے زیر عتاب رہ چکے ہیں مگر اب چونکہ انہوں نے خوف فساد کی وجہ سے قادیانی امت کے سیاسی و معاشی مفادات کے لیے اپنے آپ کو رہن کر رکھا ہے اور ہفت روزہ ''لاہور'' قادیانی امت کا سیاسی آرگن بن گیا ہے' اس لیے اب ربوہ میں ان کی بڑی آؤ بھگت اور خاطر مدارات ہوتی ہے اور ہر طرف سے انہیں ''بشریٰ لکم'' کی نوید ملتی ہے۔ عرصہ ہوا انہوں نے ایک نظم اپنے ''خلیفہ صاحب'' کے بارہ میں لکھی تھی مگر اشاعت کے مرحلہ پر اس پر یہ نوٹ لکھ دیا گیا۔

''ایک پیر خانقاہ کی لادینی سرگرمیوں سے متاثر ہو کر''

قارئین غور فرمائیں کہ ''پیر خانقاہ'' اور ربوہ کے مذہبی قبرستان کے احوال میں کیسی مماثلت و مشابہت ہے' بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ اسی کی تصویر ہے۔

شورش زہد بپا ہے میں کہاں آ نکلا
ہر طرف مکر و ریا ہے میں کہاں آ نکلا

نہ محبت میں حلاوت نہ عداوت میں خلوص
نہ تو ظلمت نہ ضیا ہے میں کہاں آ نکلا

چشم خود بیں میں نہاں حرص زر و گوہر کی
کذب کے لب پہ دعا ہے میں کہاں آ نکلا

راستی لحظہ بہ لحظہ ہے رواں سوئے دروغ
صدق پابند جفا ہے میں کہاں آ نکلا

دن دہاڑے ہی دکانوں پہ خدا بکتا ہے
نہ حجاب اور حیا ہے میں کہاں آ نکلا

یاں لیا جاتا ہے بالجبر عقیدت کا خراج
کیسی بے درد فضا ہے میں کہاں آ نکلا

خندہ زن ہے سفلگی اس کی ہر اک سلوٹ میں
یہ جو سرسبز قبا ہے میں کہاں آ نکلا

دلنوازی کے پھریروں کی ہواؤں کے تلے
جانے کیا رینگ رہا ہے میں کہاں آ نکلا

عجز سے کھلتی سمٹتی ہوئی باچھوں پہ نہ جا
ان کے سینوں میں دغا ہے میں کہاں آ نکلا

یہ ہے مجبور مریدوں کی ارادت کا خمار
یہ جو آنکھوں میں جلا ہے میں کہاں آ نکلا

قلب مومن پہ سیاہی کی تہیں اتنی دبیز
ناطقہ سہم گیا ہے میں کہاں آ نکلا

الغرض یہ وہ تماشا ہے جہاں خوف خدا
چوکڑی بھول گیا ہے میں کہاں آ نکلا

مولوی عبدالستار نیازی اور دیوان سنگھ مفتون

مولانا عبدالستار صاحب نیازی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں' بلکہ خود تعارف ان کا محتاج ہے۔ مذہبی و دینی علوم کے علاوہ سیاسی نشیب و فراز پر جس طرح وہ نظر رکھتے ہیں اور جس جرات اور بے باکی سے باطل کو للکارتے ہیں' یہ انہی کا حصہ ہے۔ مولانا موصوف نے مولف اور امیر الدین صاحب سیمنٹ بلڈنگ تھارنٹن روڈ لاہور کے سامنے بیان کیا کہ

"ایوب حکومت میں جب دیوان سنگھ مفتون پاکستان آئے تو مجھے ملنے کے لیے بھی تشریف لائے۔ دوران گفتگو انہوں نے بڑی حیرانگی سے کہا: میں عرصہ دراز کے بعد ربوہ میں مرزا محمود سے ملا ہوں' خیال تھا کہ وہ کام کی بات کریں گے مگر میں جتنا عرصہ وہاں بیٹھا رہا' وہ یہی کہتے رہے

کہ فلاں لڑکی سے تعلقات استوار کیے تو اتنا مزہ آیا' فلاں سے کیے تو اتنا!"

مرزا محمود احمد کی ایک بیوی کا خط

دیوان سنگھ مفتون کے نام

حکیم عبدالوہاب عمر بیان کرتے ہیں کہ مرزا محمود خلیفہ ربوہ کی ایک بیوی نے ایک مرتبہ ایڈیٹر "ریاست" سردار دیوان سنگھ مفتون کو خط لکھا کہ تم راجوں مہاراجوں کے خلاف لکھتے ہو' ہمیں بھی اس ظالم کے تشدد سے نجات دلاؤ جو ہمیں بدکاری پر مجبور کرتا ہے۔ ایڈیٹر مذکور نے ظفر اللہ خاں وغیرہ قادیانیوں سے تعلق کی وجہ سے کوئی جرات مندانہ اقدام تو نہ کیا' البتہ "ریاست" میں خلیفہ جی کی معزولی کے بارہ میں ایک نوٹ تحریر کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ جس شخص پر اہل خانہ تک جنسی بے راہروی کے الزامات لگا رہے ہوں' اُسے اس قسم کے عہدہ سے چمٹا رہنا سخت ناعاقبت اندیشانہ فعل ہے۔ قادیانی "رائل پارک فیملی" کے قریبی حلقوں کا کہنا ہے کہ یہ بیوی مولوی نور الدین جانشین اول جماعت قادیان کی صاحبزادی امتہ الحی بیگم تھیں۔

راجہ بشیر احمد رازی کی تجرباتی داستان

راجہ بشیر احمد رازی حال مشن روڈ بالمقابل ناز سینما لاہور' راجہ علی محمد صاحب کے صاحبزادے ہیں' جو ایک عرصہ جماعت ہائے احمدیہ گجرات کے امیر رہے۔ 1945ء میں زندگی وقف کرنے کے بعد ربوہ چلے گئے اور صدر انجمن احمدیہ ربوہ میں نائب آڈیٹر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ اسی دوران ان کے تعلقات شیخ نور الحق "احمدیہ سنڈیکیٹ" اور ڈاکٹر نذیر احمد ریاض سے ہو گئے جو مرزا محمود احمد کی خلوتوں سے پوری طرح آشنا تھے۔ راجہ صاحب ایک قادیانی گھرانے میں پلے تھے' اس لیے متعدد مرتبہ سننے کے باوجود انہیں اس بات کا یقین نہیں آتا تھا کہ یہ سب کچھ "قصر خلافت" میں ہوتا ہے۔ انہوں نے ڈاکٹر نذیر ریاض صاحب سے کہا کہ "میں تو اس وقت تک تمہاری باتوں کو ماننے کے لیے تیار نہیں' جب تک خود اس ساری صورت حال کو دیکھ نہ لوں۔" ڈاکٹر صاحب مذکور نے ان سے پختہ عہد لینے کے بعد ان کو بتایا کہ محاسب کا گھڑیال ہمارے لیے سٹینڈرڈ ٹائم کی حیثیت رکھتا ہے' جب اس پر 9 بجیں تو آ جانا۔ مقررہ وقت پر راجہ صاحب ڈاکٹر نذیر کی معیت میں "قصر خلافت" پہنچے تو خلاف توقع دروازہ کھلا تھا۔ راجہ صاحب کچھ ٹھٹکے کہ یہ کیا معاملہ ہے' کہیں ڈاکٹر سچ ہی نہ کہہ رہا ہو' پھر انہیں یہ بھی خیال آیا کہ کہیں انہیں قتل کروانے یا

پٹوانے کا تو کوئی پروگرام نہیں' مگر انہوں نے حوصلہ نہ چھوڑا اور ڈاکٹر نذیر کے پیچھے زینے طے کرتے گئے۔ جب اوپر پہنچے تو ڈاکٹر نے انہیں ایک کمرہ میں جانے کا اشارہ کیا اور خود کسی اور کمرہ میں چلے گئے۔ راجہ صاحب نے پردہ ہٹا کر دروازے کے اندر قدم رکھا تو عطر کی لپٹوں نے انہیں مسحور کر دیا اور انہوں نے دیکھا کہ چھوٹی مریم آراستہ و پیراستہ بیٹھی ہے اور انگریزی کے ایک مشہور جنسی ناول "فینسی ہل" کا مطالعہ کر رہی ہے۔ راجہ صاحب کہتے ہیں کہ

"یہ منظر دیکھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میری سوچ کے دھاروں میں تلاطم برپا ہو گیا۔ میں نے چشم تصور سے اپنے والد محترم کو دیکھا اور کہا تم اس کام کے لیے چندہ دیتے رہے ہو' پھر مجھے اپنی والدہ محترمہ کا خیال آیا جو انڈے بیچ کر بھی چندہ کے طور پر ربوہ بھجوا دیا کرتی تھیں' اسی حالت میں آگے بڑھا اور پلنگ پر بیٹھ گیا۔ وہاں تو دعوت عام تھی' مگر میں سعی لاحاصل میں مصروف تھا اور مجھے ڈاکٹر اقبال کا یہ مصرعہ یاد آ رہا تھا ع

یہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا

اصل میں مجھے اس قدر Shock ہوا تھا کہ میں کسی قابل ہی نہ رہا تھا' اس لیے میں نے بہانہ کیا کہ میں کھانا کھا کر آیا ہوں۔ مجھے پتہ نہیں تھا کہ مجھے یہ فریضہ سرانجام دینا ہے اور اگر شکم سیری کی حالت میں' میں یہ کام کروں تو مجھے اپنڈیکس کی تکلیف ہو جاتی ہے' اس طرح معرکۂ اولیٰ میں ناکام واپس لوٹا اور آتے ہوئے مریم نے مجھے کہا: "کل اکیلے ہی آ جانا' یہ ڈاکٹر نذیر بڑا بدنام آدمی ہے' اس کے ساتھ نہ آنا"۔ دوسرے دن ڈاکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی تو وہ کہنے لگے کہ تمہاری شکایت ہوئی ہے کہ "یہ کون ہیجڑہ سالے آئے تھے"۔ دوسرے دن میں ذہنی طور پر تیار ہو کر گیا اور گزشتہ شکایت کا ہی ازالہ نہ ہوا' میرے اعتقادات' نظریات اور خلیفہ جی اور ان کے خاندان کے بارہ میں میرا مریدانہ حسن ظن بھی حقائق کی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا اور میں نے واپس آ کر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ طلازمت سے مستعفی ہو گیا۔ ازاں بعد مجھے رشوت کے طور پر لنڈن بھیجنے کی پیشکش ہوئی' مگر میں نے سب چیزوں پر لات مار دی۔"

اب آپ "کمالات محمدیہ" ص 55 سے ان کی تحریر کا متعلقہ حصہ ملاحظہ فرمائیں۔

"یہ ان دنوں کی بات ہے جب ہم ربوہ کے کچے کوارٹروں میں' خلیفہ صاحب ربوہ کے کچے "قصر خلافت" کے سامنے رہائش پذیر تھے۔ قرب مکانی کے سبب شیخ نور الحق "احمدیہ سنڈیکیٹ" سے راہ و رسم بڑھی تو انہوں

نے خلیفہ صاحب کی زندگی کے ایسے مشاغل کا تذکرہ کیا' جن کی روشنی میں ہمارا وقف کار احمقاں نظر آنے لگا۔ اتنے بڑے دعوے کے لیے شیخ صاحب کی روایت کافی نہ تھی۔ خدا بھلا کرے ڈاکٹر نذیر احمد ریاض صاحب کا' جن کی ہمرکابی میں مجھے خلیفہ صاحب کے ایک ذیلی عشرت کدہ میں چند ایسی ساعتیں گزارنے کا موقع ہاتھ آیا' جس کے بعد میرے لیے خلیفہ صاحب ربوہ کی پاک دامنی کی کوئی سی بھی تاویل وتعریف کافی نہ تھی اور اب میں بفضل ایزدی علیٰ وجہ البصیرت خلیفہ صاحب ربوہ کی بداعمالیوں پر شاہد ناطق ہوگیا ہوں۔ میں صاحب تجربہ ہوں کہ یہ سب بداعمالیاں ایک سوچی سمجھی ہوئی سکیم کے تحت وقوع پذیر ہوتی ہیں اور ان میں اتفاق اور بھول کا دخل نہیں۔ محاسب کا گھڑیال (نوٹ: محاسب کے گھڑیال سے مراد یہ ہے کہ اگر ایک شخص کو رات نو بجے کا وقت' عشرت کدے کے لیے دیا گیا ہے تو اس کی گھڑی میں بے شک 9 بج چکے ہوں' جب تک محاسب کا گھڑیال 9 نہ بجائے' اس وقت تک وہ شخص اندر نہیں آ سکتا) ان رنگین مجالس کے لیے سٹینڈرڈ ٹائم (Standard Time) کی حیثیت رکھتا تھا' اب نہ جانے کونسا طریقہ رائج ہے۔ میرے اس بیان کو اگر کوئی صاحب چیلنج کریں تو میں حلف موکد بعذاب اٹھانے کو تیار ہوں۔" والسلام

(بشیر رازی سابق نائب آڈیٹر' صدر انجمن احمدیہ' ربوہ)

یوسف ناز "بارگاہ نیاز" میں

"ایک مرتبہ' جبکہ میاں صاحب چاقو لگنے کی وجہ سے شدید زخمی ہو گئے تھے' اس کے چند دن بعد مجھے ربوہ جانے کا اتفاق ہوا۔ میں نے دیکھا دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے سامنے مرزا صاحب کے مریدان باصفا کا ایک جم غفیر ہے۔ ہر شخص کے چہرے پر اضطراب کی جھلکیاں صاف دکھائی دے رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اپنے پیر کے دیدار کی ایک معمولی سی جھلک ان کے دل ناصبور کو اطمینان بخش دے گی۔

پرائیوٹ سیکرٹری کے حکم کے مطابق کچھ احتیاطی تدابیر اختیار کی گئی تھیں' یعنی ہر شخص کی الگ الگ چار جگہوں پر جامہ تلاشی لی جاتی تھی اور اس امر کی تاکید کی جاتی تھی کہ "حضرت اقدس

کے قریب پہنچ کر نہایت آہستگی سے السلام علیکم کہا جائے اور پھر یہ کہ اس کے جواب کا منتظر نہ رہا جائے بلکہ فوراً دوسرے دروازے سے نکل کر باہر آ جایا جائے۔ میں خود ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا تھا۔ گراں بندشوں نے کچھ آزردہ سا کر دیا اور میں واپس چلا گیا۔ چنانچہ پھر دو بجے بعد از دوپہر دوبارہ حاضر ہوا۔ شیخ نور الحق صاحب' جو ان کے ذاتی دفتر کا ایک رکن ہے' اس سے اطلاع کے لے کہا۔ ''حضرت اقدس'' نے خاکسار کو شرف باریابی بخشا۔ اس وقت کی گفتگو جو ایک مرید (میرے) اور ایک پیر (مرزا صاحب) کے درمیان تھی' ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔

میں نے نہایت بے تکلفی سے کام لیتے ہوئے حضور سے دریافت کیا کہ ''آج کل تو آپ سے ملنا بھی کارے دارد ہے''۔

فرمایا: ''وہ کیسے؟''

عرض کیا کہ ''چار چار جگہ جامہ تلاشی لی جاتی ہے تب جا کر آپ تک رسائی ہوتی ہے۔''

جواباً انہوں نے میرے ''عمود لحمی'' کو پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ

''جامہ تلاشی کہاں ہوئی ہے کہ جس مخصوص ہتھیار سے تمہیں کام لینا ہے وہ تو تمام احتیاطی تدابیر کے باوجود اپنے ساتھ اندر لے آئے ہو''۔

اس حاضر جوابی کا بھلا میرے پاس کیا جواب ہو سکتا تھا۔ میں خاموش ہو گیا مگر ایک بات جو میرے لیے معمہ بن گئی' وہ یہ تھی کہ سنا تو یہ تھا کہ چارپائی سے ہل نہیں سکتے' حتیٰ کہ سلام کا جواب بھی نہیں دے سکتے تھے مگر وہ میرے سامنے اس طرح کھڑے تھے جیسے انہیں قطعی کوئی تکلیف نہیں تھی۔

میں میاں صاحب کی خدمت میں التماس کروں گا کہ اگر وہ اس بات کو جھٹلانے کی ہمت رکھتے ہیں تو حلف موکد بعذاب اٹھائیں اور میں بھی اٹھاتا ہوں۔''

ایم یوسف ناز' کراچی

حال مقیم لاہور

(یہاں عبارت کی عریانی دور کرنے کی سعی کی گئی ہے)

قادیانی امت کے نام نہاد ''خالد بن ولید''

قادیانی امت نے اپنے متنبی کی اتباع میں وحدت امت کو ملیامیٹ کرنے اور مسلمانوں میں فکری انتشار پیدا کرنے کے لیے اسلامی اصطلاحات کا جس بے دردی سے استعمال کیا اور ان

مقدس ناموں کی جس قدر توہین کی ہے' ایک عامی تو درکنار' اچھے بھلے تعلیم یافتہ افراد کو بھی اس سے پوری شناسائی نہیں۔ مرزا غلام احمد کے لیے نبی اور رسول کا استعمال تو عام ہے۔ ان کی اہلیہ کے لیے ''ام المومنین''۔ جانشینوں کے لیے ''خلیفہ''۔ ان کے اولین پیروؤں کو ''صحابہ'' اور ''رضی اللہ عنہم'' کا خطاب ہی نہیں دیا' بلکہ انہیں بمراحل اصحاب نبی ﷺ سے بہتر سمجھا جاتا ہے۔ ع...... ''صحابہ سے ملا جو مجھ کو پایا'' کہنے پر اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ ایک قرآنی آیت یاتی من بعدی اسمہ احمد کی لایعنی تاویلات کر کے اسے بانی جماعت پر چسپاں کیا جاتا ہے اور دوسری آیت کی غلط توجیہ کرتے ہوئے موسس قادیانیت کی ''بعثت'' کو محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت ثانیہ قرار دے کر اس کے ماننے والوں کو صحابہ سے افضل قرار دیا جاتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور صلحاء امت کی توہین ہر قادیانی اس طرح کر جاتا ہے کہ سلب ایمان کی وجہ سے اسے احساس ہی نہیں ہوتا کہ وہ کیا ناپاک حرکت کر رہا ہے۔ حیرت ہے کہ آئین مملکت کے بارہ میں ژاژ خائی کرنے پر تو قانون حرکت میں آ جاتا ہے' مگر قرآن مجید' حضرت خاتم النبیین' صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور مقدس اسلامی اصطلاحات کے متعلق قادیانی امت کی دیدہ دلیری پر سرکاری مشینری کے کان پر جوں نہیں رینگتی۔

اگر پوری تفصیل درج کی جائے تو بجائے خود اُسی کی ایک کتاب بنتی ہے' اسی بے راہروی میں قادیانی امت کے پوپ دوم نے ملک عبدالرحمٰن خادم گجراتی' مولوی اللہ دتہ جالندھری اور مولوی جلال الدین شمس کو ''خالد بن ولید'' کا خطاب دیا تھا کیونکہ ان ہر سہ افراد نے سب کچھ جان بوجھ کر جھوٹ بولنے' افترا پردازی کرنے اور قادیانیت کی حمایت اور خلیفہ کی ''پاکبازی'' ثابت کرنے میں سب قوتیں ضائع کیں۔ گو یہ الگ امر ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو ذاتی طور پر اسی گوسالۂ سامری کی جانب سے ذلیل ترین الفاظ کا تحفہ ملا۔ کوئی ''طاعونی چوہا'' کہلایا اور کوئی ''لندن میں رہنے کے باوجود مولوی کا مولوی ہی رہا''۔

ان خطاب یافتہ پالتو مولویوں میں سے ایک کے متعلق اس کے سگے بھائی نے اپنی کتاب ''ربوہ کا مذہبی آمر'' میں لکھا ہے کہ ''وہ فن اغلامیات میں ید طولیٰ رکھتے تھے''۔ دوسرے صاحب اپنی گوناگوں ''صفات'' کی وجہ سے ''رحمت منزل'' گجرات کے اطفال و بنات سے ایسے گہرے مراسم رکھتے تھے کہ امیر ضلع تلاش کرتے رہتے تھے مگر وہ اچانک بلڈ پریشر کے دورہ کے باعث غائب ہو کر اسی مقام پر جا پہنچا کرتے تھے۔ تیسرے صاحب کی ''مساعی جمیلہ'' بھی کسی سے کم نہیں۔

مرزا غلام احمد کو آنحضرت ﷺ کے مد مقابل کھڑا کر کے قادیانیوں کے دل میں بڑے ارمان مچل رہے تھے مگر "افسوس" کہ وہ پورے نہ ہو سکے۔ انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو صاحب کتاب نبی بنانے کے لیے اس کے اضغاث و اعلام کو مجموعۂ الہامات قرار دے کر اس کا نام "تذکرہ" رکھا۔ حضور ﷺ کی احادیث کے طرز پر مرزا غلام احمد کے "ملفوظات" اکٹھے کر کے "سیرت المہدی" کے نام سے شائع کیے' جس میں ہر بات "بیان کی مجھ سے فلاں نے" یعنی حدیث فلاں بن فلاں سے شروع ہوتی ہے اور مرزا غلام احمد کے سالے مرزا محمد اسماعیل نے رسالہ "درود شریف" میں یہ درود درج کیا:

اللھم صلی علی محمد واحمد وعلی الِ محمد والِ احمد...الخ
اللھم بارک علی محمد و احمد کما بارکت علی الِ محمد والِ احمد ...... الخ

قادیانی جھوٹ بولنے میں بڑے ماہر ہیں۔ قومی اسمبلی کی کارروائی کے دوران جب اس کتاب کی فوٹوسٹیٹ ضیاء الاسلام پریس قادیان کی پرنٹ لائن کے ساتھ مرزا ناصر کے سامنے پیش کی گئی تو وہ چکرا گیا اور علمائے کرام کی ان کے گھر سے معمولی واقفیت کی بناء پر انہیں یہ کہہ کر ٹرخا دیا کہ کسی غیر احمدی نے چھاپ دیا ہوگا' حالانکہ یہ تحریر ان کے آنجہانی دادا کے "سالا صاحب" کی ہے اور جن لوگوں کو قادیان اور ربوہ کے مکروہ ترین آمرانہ نظام سے واقفیت ہے' وہ جانتے ہیں کہ ان کے پریس میں کسی مسلمان کی کوئی تحریر چھپ جانا ناممکنات میں سے ہے۔ اگر مرزا طاہر احمد اور ان کی امت توبہ کر کے امت مسلمہ کے سیل رواں میں شامل ہونے کا برملا اعلان کرے تو میں یہ اصل کتاب کسی بھی عدالت میں پیش کرنے کے لیے تیار ہوں۔ قرآن کریم نے مسجد ضرار کے گرائے جانے کی وجہ تفریقاً بین المومنین کے الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔ قادیانی نہ صرف تفرقہ کا موجب بن رہے ہیں' بلکہ دین اسلام کے بنیادی ارکان میں التباس پیدا کر رہے ہیں' اس لیے ان کی عبادت گاہوں کی شکل تبدیل کرنا' ان سے کلمہ کو مٹانا' درحقیقت مسجد ضرار کے گرائے جانے کی مانند تفرقہ اور التباس کی سازش کو ختم کرنا ہے۔

رحمت اللہ اروپی کا کشتہ

رحمت اللہ اروپی گوجرانوالہ کے ایک مضافاتی قصبہ اروپ کے رہنے والے ہیں۔ کافی عرصہ ہوا' ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔ اس لیے یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ زندہ ہیں یا قید

حیات سے آزاد ہو چکے ہیں۔ بہر حال اگر وہ زندہ ہیں تو خدا انہیں صحت و عافیت دے کہ انہوں نے قادیانی امت مجہولہ کی طرح مرزا غلام احمد کو امتی اور نبی' ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی' غیر تشریعی نبی' لغوی معنوں میں نبی اور ظلی اور بروزی نبی کے گورکھ دھندے میں نہیں الجھایا۔ بلکہ مرد میدان بن کر صاف کہا ہے کہ وہ مرزا غلام احمد کو صاحب شریعت نبی تسلیم کرتے ہیں۔

1974ء میں جب قادیانی امت کو چوہڑوں' چماروں' پارسیوں اور ہندوؤں کی صف میں شامل کر کے دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا گیا تو انہوں نے اپنا یہ موقف حکومت کو پیش کیا کہ وہ اس فیصلے کو تسلیم کرتے ہیں کہ وہ غیر مسلم ہیں لیکن وہ مرزا غلام احمد کو تشریعی نبی ماننے سے انکار کرنے کے لیے تیار نہیں۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ اوائل جوانی میں جب وہ اپنے والد کے ساتھ قادیان میں تھے تو انہیں قائد خدام الاحمدیہ ہونے کا اعزاز بھی حاصل رہا اور ان ایام میں وہ لوائے احمدیت کو پکڑ کر قصر خلافت کے ہر حصے میں آزادانہ آتے جاتے تھے۔ انہی ایام میں اپنے اخلاص کے اظہار کے لیے ہر سہ پہر کو وہ ایک ایسے چوزے کو جو ابھی اذان نہیں دیتا تھا' ذبح کر کے اور اس کے پیٹ میں ایک کشمیری سیب کو چھید کر رکھ کر پاؤ بھر گھی اور ایک چھٹانک گری' بادام اور کشمش میں ہلکی آنچ پر پکا کر اس کا سوپ حضرت صاحب (مرزا محمود احمد) کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے اور کبھی کبھار اس کے ساتھ بیسن کی گھی میں تر بتر تندوری روٹی بھی انہیں بھجوایا کرتے تھے۔ اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گئے تو میں نے پوچھا کہ ایسی مرغن اور مقوی غذائیں کھانے والا سرکاری سانڈ پھر کوئی اپنی یا بیگانی کھیتی ویران کیے بغیر رہ سکے گا؟ تو وہ دھیمے سے مسکرا کر کہنے لگے کہ جب مجھے اس خدمت کے نتائج کا علم ہوا تو اس وقت تک کئی گھر اجڑ چکے تھے اور میرے ہاتھ میں صرف خدام الاحمدیہ کا ڈنڈا ہی باقی رہ گیا تھا اور میں یہ سوچنے لگ پڑا تھا کہ جب انسان کے پاس دنیاوی وسائل کی فراوانی ہو' نوعمر لڑکیوں اور لڑکوں سے میل جول کے مواقع بھی پوری طرح میسر ہوں' اندھی عقیدت سے مخمور مرید اپنے پیر کے متعلق کوئی سچی سے سچی بات سننے سے بھی انکاری ہوں تو ایسا پیر اگر بدمعاشی نہ کرے تو پھر شاید اس سے بڑا بدمعاش اور کوئی نہ ہوگا اور اسی سے روکنے کے لیے اسلام نے تہمت کے مواقع سے بھی بچنے کی تلقین کی ہے۔

میں نے ایک بہت پرانے قادیانی سے' جو مرزا غلام احمد سے لے کر مرزا طاہر احمد تک کے جملہ حالات سے واقف ہیں اور سال خوردگی کی انتہائی سٹیج پر ہونے کی وجہ سے اپنا نام ظاہر نہیں کرنا چاہتے' اس بارے میں پوچھا تو کہنے لگے مرزا صاحب (مراد مرزا غلام احمد) نے بھی بڑھاپے میں

"ہر چہ باید نو عروسے را ہمہ ساماں کنم
واں چہ مطلوب شما باشد عطائے آں کنم

کے تحت ایک نوجوان لڑکی سے شادی رچا کر اسے اللہ رکھی سے نصرت جہاں بیگم بنا دیا تھا لیکن فطرت کی تعزیروں نے وہاں بھی اپنا کام دکھایا اور پھر ان کی اولاد نے جو کچھ کیا اور جنسی عصیان میں جس مقام تک پہنچی' یہ کام کشتوں کی اولاد ہی کرتی ہے۔ نارمل اولاد یہ کام نہیں کر سکتی' کیونکہ کشتوں کے پشتے لگا دینا اس کا کام ہی نہیں۔

پچ کی تیاری.......... بیٹنگ اور باؤلنگ

یہ ان دنوں کی بات ہے جب مرزا ناصر احمد آنجہانی نے فاطمہ جناح میڈیکل کالج کی ایک ایسی طالبہ کو اپنے حبالہ عقد میں لے لیا تھا' جس پر ان کے صاحبزادے مرزا لقمان احمد نے ڈورے ڈالے ہوئے تھے۔ انہی ایام میں قادیانی حلقوں میں یہ بھی سننے میں آیا کہ مرزا ناصر احمد اور مرزا لقمان میں شدید شکر رنجی ہی نہیں بلکہ باقاعدہ مخاصمت کا آغاز ہو گیا ہے۔ میں نے ایک پرانے قادیانی خاندان کے کسی قدر مضطرب ایک فرد وائی ایم سی اے کارنر (دی مال لاہور) پر چائے کی دکان کے مالک انیس احمد سے پوچھا کہ ان خبروں میں کس حد تک صداقت موجود ہے تو انہوں نے بے ساختہ کہا کہ ایسا ہونا تو لازمی تھا۔ کیونکہ کرکٹ پچ کی تیاری تو بیٹے نے کی تھی مگر والد صاحب نے اس پر بیٹنگ اور باؤلنگ شروع کر دی اور پھر وہی ہوا جو ایسے معاملات میں ہوا کرتا ہے کہ چڑھتی دھوپ اور ڈھلتی چھاؤں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی دوڑ شروع ہو گئی۔ مرزا ناصر احمد نے اپنے از کار رفتہ اعضاء میں جوانی کی امنگیں بھرنے کے لیے تمام جدید وسائل علاج میسر ہونے کے باوجود کشتے کا استعمال شروع کیا' جو راس نہ آیا اور اس کا جسم پھول کر کپا بن گیا اور وہ آناً فاناً اللہ تعالیٰ کی عبرتناک گرفت میں آ کر کشتے کی آگ میں جھلسنے کے بعد نارِ جہنم کا ایندھن بننے کے لیے عدم آباد سدھار گیا۔

ہمارے ایک قادیانی دوست نے مرزا ناصر احمد کی اس شہادت پر انہیں شہید فرج کا خطاب دیا ہے اور ان کا اصل خط بھی میرے پاس محفوظ ہے۔ بعد میں ایک مشترکہ دوست کے ذریعے میں نے انہیں یہ پیغام بھیجا کہ اس خطاب کو تراشنے کے لیے آپ نے بلاوجہ زحمت کی۔ فیروز اللغات میں اس کے لیے چوتیا شہید کا محاورہ پہلے سے موجود ہے تو انہوں نے ہنستے ہوئے جواباً کہا کہ لغوی اعتبار سے یہ بات تو ٹھیک ہے لیکن یہ خاندان جنس کے طوفان میں جس طرح

غرقاب ہے' اس کے لیے لغت بھی نئی ہی کائن Coin کرنی پڑے گی۔

آلہ واردات

ملک عزیز الرحمٰن ۸۔اے عزیز ولا کرشن نگر لاہور میرے قریبی عزیز ہیں اور اپنی مخصوص ذہنی تطہیر کے باعث وہ ابھی تک مرزا غلام احمد کو مسیح موعود' مہدی موعود اور مجدد وقت تسلیم کرتے ہیں اور ہر وقت اس کا پرچار کرتے رہنے کو ہی ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔ان کا کسی قدر مزید تعارف کرا دوں۔ یہ احمدیہ پاکٹ بک کے مصنف ملک عبدالرحمٰن خادم ایڈووکیٹ گجرات' جنہوں نے کسی زمانے میں ''احمدیہ پاکٹ بک'' لکھی' کے سگے بھائی ہیں۔ان کے ایک دوسرے برادر معروف لیبر لیڈر راحت ملک بھی ان کے سگے بھائی ہیں۔ جنہوں نے کسی دور میں خلیفہ ربوہ کے بارے میں ''ربوہ کا مذہبی آمر'' کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی اور انہوں نے خود خالد احمدیت کا خطاب پانے والے اپنے بھائی کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ وہ فن اغلامیات میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔

ملک عزیز الرحمٰن قصر خلافت میں سپرنٹنڈنٹ کے عہدہ پر فائز رہے اور جب انہیں مرزا محمود احمد کے بارے میں پورے یقین کے ساتھ یہ معلوم ہو گیا کہ وہ ایک بدمعاش اور بدکردار آدمی ہے تو انہوں نے اس سے ایسی مکمل علیحدگی اختیار کر لی کہ اپنے خالد احمدیت بھائی کا جنازہ اس بناء پر نہ پڑھا کہ اسے بھی یقینی علم تھا کہ مرزا محمود احمد بدمعاش ہے مگر اس کے باوجود وہ اسے مصلح موعود ثابت کرنے پر تلا رہا۔ وہ مرزا غلام احمد کو تو مجدد وقت اور مسیح موعود ثابت کرنے کے لیے تو غالیانہ انداز میں تبلیغ کرتے رہتے ہیں لیکن اسی تواتر سے مرزا محمود احمد کو بدمعاش اور بدکردار ثابت کرنے کے لیے بیسیوں پمفلٹ شائع کر چکے ہیں۔

اس سے ان کی اپنے افکار و نظریات میں پختگی کا اندازہ ہو سکتا ہے اور وہ اس معاملے میں اتنے متشدد ہیں کہ کہتے ہیں چونکہ مرزا محمود احمد اور ان کی والدہ ''نصرت جہاں بیگم' دونوں ہی ایک قبیل سے تعلق رکھتے تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے دونوں کو مرزا غلام احمد کی پیش گوئی کے مطابق قادیان کی ''پاک'' سرزمین سے نکال کر ربوہ کی لعنتی سرزمین میں لا دفن کیا ہے۔

وہ اسی پر اکتفا نہیں کرتے' بلکہ ''پسر موعود'' اور ''زوجہ موعود'' کے ربط و ضبط کے بارے میں بھی ایسی ناگفتنی باتیں کہہ جاتے ہیں کہ میرے جیسے بندے کو بھی' جو قادیانی خلفاء سے لے کر جہلاء تک کی ساری کرتوتوں کے سلسلے میں کسی اشتباہ کا شکار نہیں' تذبذب کی کیفیت سے دوچار ہو کر یہ سوچنا پڑتا ہے کہ یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے اور صرف یہی خیال آتا ہے کہ آدمی جب گناہ کی

دلدل میں دھنستا ہے تو پھر اس حد تک کیوں دھنستا چلا جاتا ہے کہ جب تک اسفل السافلین کے مقام پر نہ پہنچ جائے' اس وقت تک اسے چین نہیں آتا۔

ملک عزیز الرحمٰن صاحب گھر کے بھیدی تھے۔ اس لیے تیقن کے مقام پر پہنچنا ان کے لیے کوئی زیادہ مشکل نہ تھا۔ لیکن جب وہ اپنی تحقیق عارفانہ سے مرزا محمود احمد اور اس شوق فروزاں کے متعلق ٹھوس معلومات ملنے اور مشاہدات سے اسے مزید پختہ کرنے تک پہنچ گئے تو پیریت کی زنجیروں کو ایک جھٹکے سے توڑنے کے لیے انہوں نے اپنی اہلیہ محترمہ عظمت بیگم کو استرا دے کر قصر خلافت بھجوا دیا اور کہا اگر حضرت صاحب دست درازی کی کوشش کریں تو پھر انہیں آلہ واردات سے ہی محروم کر دینا لیکن خلیفہ صاحب بھی گرگ باراں دیدہ تھے اور انہوں نے اپنی معصیتوں کو چھپانے کا بڑا فرعونی نظام وضع کر رکھا تھا۔ تلاشی لی گئی اور عظمت بیگم سے استرا برآمد ہو گیا اور ملک صاحب کو ان کے پورے خاندان سمیت ربوہ بدر کر دیا گیا۔

صالح نور نے مجھے بتایا کہ میں نے ازراہ مذاق ملک صاحب سے پوچھا کہ آپ اس کے موالید ثلاثہ یعنی تھبولا ناتھ کو کیوں کٹوانا چاہتے تھے تو انہوں نے کہا کہ یہ ایک عملی ثبوت بھی ہوتا اور ویسے بھی ایک نادر چیز ہونے کے اعتبار سے اس کی قیمت کروڑوں سے کم نہ ہوتی اور میں تو اسے سرکے کی بوتل میں ڈال کے رکھتا۔

تکبیر اور ذبیحہ

میں نے مباہلہ والے زاہد سے پوچھا کہ حکیم عبدالوہاب جو نور الدین کے بیٹے ہیں' وہ تو مرزا محمود احمد کی تمام رنگینیوں کو بڑے مزے لے لے کر بیان کرتے رہتے ہیں لیکن ان کے بھائی عبدالمنان عمر بڑی پُر اسرار خاموشی اختیار کیے رکھتے ہیں۔ کیا انہیں علم نہیں کہ مرزا محمود احمد ایک بدکردار آدمی تھے تو وہ کہنے لگے کہ میں اب بڑھاپے کی اس منزل میں ہوں' جہاں اس قسم کی باتوں کے کرنے سے انسان طبعاً حجاب کرتا ہے لیکن چونکہ یہ ایک صداقت کا اظہار ہے' اس لیے میں برملا اس امر کا اقرار کرتا ہوں کہ میاں عبدالمنان عمر کو مرزا محمود احمد کی تمام وارداتوں کا پوری طرح علم ہے اور ان کا ڈپلومیسی کے تحت اس بارے میں زبان نہ کھولنا محض منافقت ہے ورنہ میں اپنی نوعمری میں جب خود شعلہ جوالہ ہوتا تھا تو مجھے علم ہے کہ قصر خلافت کے ایک دروازے پر میاں عبدالمنان عمر کھڑے ہوتے تھے اور دوسرے پر میں اور ہمیں اس بات کا یقینی علم ہوتا تھا کہ اندر کیا ہو رہا ہے اور انہی ایام میں وہ عیاش پیر کبھی مجھ پر تکبیر پھیر دیتا تھا اور کبھی میاں منان کا ذبیحہ کر دیتا تھا۔

اک تے تہاڈیاں نمازاں نے............

''فتنہ انکار ختم نبوت'' کے مولف مرزا احمد حسین اگرچہ خاندان نبوت کا ذبہ کے درون حرم ہونے والے واقعات سے صرف آگاہ ہی نہیں تھے بلکہ مشاہدے کی سرحدوں سے نکل کر تجربے کی کٹھالی سے نکلنے کی دہلیز پر آ پہنچے تھے لیکن اس مرحلے پر اپنی بزدلی یا نام نہاد پارسائی کی بناء پر ناکامی سے دوچار ہونے کے بعد انہیں مرزا محمود احمد اور ان کے چھٹے ہوئے بدمعاشوں کے ہاتھوں جس ذہنی تشدد اور اذیت کا شکار ہونا پڑا اور جس طرح ان کے جسم کے ناسور والے حصے پر پٹی لگانے سے ڈاکٹر کو حکماً منع کر دیا گیا' اس کا ان پر اتنا گہرا اثر رہا کہ وہ اپنے دم واپسیں تک مرزا محمود احمد کی خلوتوں کے بارے میں اشارتاً اور کنایۃً ہی گفتگو کرتے رہے اور مذکورہ بالا کتاب میں بھی جو باتیں اس ضمن میں انہوں نے درج کی ہیں' ان میں سریت اور اخفا کا پہلو غالب ہے۔

ایک روایت انہوں نے مصلح الدین کے حوالے سے متعدد مرتبہ چینیز لنچ ہوم' دی مال لاہور میں بیان کی' جسے سننے والے بیسیوں افراد خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے زندہ سلامت موجود ہیں لیکن چونکہ وہ حسب معمول اسرار کے پردوں میں لپٹی ہوئی تھی' اس لیے یہ یونہی ملفوف اور راز سربستہ رہی۔ اس کا اصلی نقاب صلاح الدین ناصر بنگالی مرحوم نے سرکایا اور پھر چودھری فتح محمد عرف پھتہ سابق منیجر ملتان آئل ملز حال شالیمار ٹاؤن لاہور نے رہی سہی کسر بھی نکال دی۔ میں نے کہا کہ چودھری صاحب آپ تو علم و تحقیق کی دنیا کے آدمی نہیں' آپ کو قادیان میں مرزا محمود احمد کی بدکرداری کا کیسے علم ہو گیا تو کہنے لگے افسوس کہ بھرپور جوانی کی لہر میں میں بھی اس سیلاب میں بہہ گیا تھا تو میں نے کہا کہ پھر آپ اس سے نکلے کیوں کر؟ آپ کو تو ہر طرح کا خام مال میسر تھا۔ کہنے لگے کہ ''حضرت صاحب'' جس مقام تک چلے جاتے تھے' وہاں تو عزازیل کے پر بھی جلنے لگتے تھے۔ میں نے کہا آپ کو علم ہے کہ اس سے قادیانیوں کی تسلی ہوتی ہے نہ عام لوگوں کی' اس لیے ذرا کھل کر بات کیجئے۔ کہنے لگے تم میرے بیٹوں کے برابر ہو۔ تم سے کیا بات کروں لیکن تمہارے اصرار پر حلفاً کہتا ہوں کہ ایک مرتبہ مرزا محمود احمد نے محفل رنگ و شباب سجائی ہوئی تھی کہ موذن نے آ کر روایتی انداز میں آواز لگائی ''حضور نماز کے لیے'' یعنی نماز کا وقت ہو گیا ہے تو حضور نے جو بڑے موڈ میں تھے' کہا:

اک تے تہاڈیاں نمازاں نے بیہہ ماریا اے

یہ جملہ کمرۂ خاص میں بیٹھے ہوئے تمام رندان بادہ خوار نے سنا اور کھلکھلا کر ہنس پڑے

اور پھر موذن کو کہہ دیا گیا کہ نماز "پڑھا دی جائے" حضور مصروف ہیں۔ چودھری صاحب کہتے ہیں کہ یہی وہ لمحہ تھا کہ میں نے اس کنم کدہ کو چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا اور ایسی توبہ کی کہ پھر قادیان و ربوہ کا رخ تک نہ کیا اور اگرچہ میری معاشی اور معاشرتی زندگی پر اس کے بڑے تباہ کن اثرات مرتب ہوئے ہیں مگر زہر ہلاہل کو قند کہنے پر تیار نہیں ہوں۔

اس سے اس خانوادہ کو نعوذ باللہ نبوت، رسالت، امامت اور اہل بیت کے مقام تک پہنچانے والے خود سوچ لیں کہ کیا انگور کو کبھی حنظل کا پھل لگ سکتا ہے اور اگر نہیں تو پھر مرزا غلام احمد کیسے "نبی" ہیں کہ جس اولاد کو وہ ذریت مبشرہ قرار دیتے رہے اور ان کے قصیدے لکھتے ہوئے یہاں تک کہتے رہے کہ

یہ پانچوں جو کہ نسل سیدہ ہیں
یہی ہیں پنجتن جن پر بنا ہے

وہ اپنی بدکرداری اور اپنی اندرونی محفلوں میں اسلامی شعائر کا مذاق اڑانے میں اس مقام تک چلی گئی کہ اس کا تصور بھی کسی مسلمان کے حاشیۂ خیال میں نہیں آ سکتا۔

لارڈ ملہی اور ظفر اللہ خاں

لاہور کے سیاسی و سماجی حلقوں کے لیے چودھری نصیر احمد ملہی المعروف لارڈ ملہی کا نام اجنبی نہیں۔ وہ ون یونٹ کے دوران مغربی پاکستان کے وزیر تعلیم رہے اور پھر انہوں نے پنجاب کلب میں اپنا ایسا مستقل ڈیرہ بنایا کہ یہ ان کی دوسری رہائش گاہ بن کر رہ گئی۔ ان کا تھوڑا ہی عرصہ ہوا، انتقال ہوا ہے۔ ان کے بیٹے چودھری افضال احمد ملہی ایڈووکیٹ لاہور بار کے رکن ہیں۔ لارڈ ملہی مرحوم نے ترقی پسندی سے لے کر بقول ممتاز کالم نگار رفیق ڈوگر آخری عمر میں مذہب کی طرف مراجعت کا بڑا طویل سفر کیا لیکن انہیں قریب سے جاننے والے جانتے ہیں کہ وہ جھوٹ نہیں بولتے تھے اور کسی واقعہ کے بیان میں ان کی ذات بھی ہدف بن جاتی تھی تو وہ اسے بچانے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔

ایک مرتبہ کلاسک پر کھڑے کھڑے بات چل نکلی تو میں نے ان سے چودھری ظفر اللہ خاں کے کردار کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگے طالب علمی کے دور میں میں نے شاہنواز (شاہنواز موٹرز اور شیزان والے) سے اس بارے میں پوچھا تو چونکہ وہ میرے بہت قریبی دوست اور عزیز تھے، اس لیے بے ساختہ کہنے لگے یار وہ تو جب آتا ہے،، جان ہی نہیں چھوڑتا اور اس نے

مجھے اپنی بیوی کے طور پر رکھا ہوا ہے۔ لارڈ ملمیؔ نے مزید بتایا کہ ''انہی ایام میں ظفر اللہ خان نے مجھے بھی پھانسنے کی کوشش کی تھی لیکن میں اس کے قابو میں نہیں آیا۔''

یہ ہے جنرل اسمبلی میں قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے' قائداعظم کا اپنے نام نہاد عقائد ونظریات کی خاطر جنازہ نہ پڑھنے والے اور اپنے آپ کو ایک کافر حکومت کا مسلمان وزیر یا ایک مسلمان حکومت کا کافر وزیر قرار دینے والے کا اصل کردار اور یہ صرف ظفر اللہ خاں ہی سے مخصوص نہیں ہر بڑا قادیانی دہرے کردار کا مالک ہوتا ہے۔

امرود کھانے کا مصلح موعودی طریقہ

انگریزی اور اردو زبان کو یکساں قدرت کے ساتھ لکھنے کے ساتھ ساتھ فلسفہ سیاست کے علاوہ فلم، موسیقی اور آرٹ پر گہری نگاہ رکھنے والے معدودے چند نامی صحافیوں میں احمد بشیر کی شخصیت اپنی ایک چمک رکھتی ہے۔ وہ اپنے صاف ستھرے کردار، اکھڑپن اور ہر حالت میں سچ کہہ کر اپنے دشمنوں میں اضافہ کرتے رہنے کی عادت کے باوصف حق گوئی و بیباکی میں ایک ایسا مقام رکھتے ہیں کہ اس عہد میں اس کی مثالیں اگر نادر الوجود نہیں تو خال خال ہو کر ضرور رہ گئی ہیں۔ ان سے ایک مرتبہ قادیانی امت کے مصلح موعود کے عجائب وغرائب کی ذیل میں آنے والے احوال وظروف کا تذکرہ ہو رہا تھا تو انہوں نے مرزا محمود احمد کے عشرت کدہ خلافت سے آگاہی رکھنے والے اپنے ایک قادیانی دوست کے حوالے سے بتایا کہ مرزا محمود احمد کو معکوس عجمی ذوق کی عادت بھی تھی اور ایک مرتبہ وہ بقول اس قادیانی دوست کے اس عمل سے بھی گزر رہے تھے اور ساتھ ساتھ امرود بھی کھاتے جا رہے تھے۔

احمد بشیر صاحب خدا کے فضل و کرم سے زندہ موجود ہیں اور اس روایت کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ میں اس پر صرف یہ اضافہ کرنا چاہوں گا کہ مذہب کا لبادہ اوڑھ کر اس نوع کے افعال سے دل بہلانے والے اور روحانیت کے پردے میں رومانیت کا کھیل کھیلنے والوں کی تو اس خطے میں کوئی کمی نہیں لیکن امرود کھانے کا یہ مصلح موعودی طریقہ ایسا ہے کہ شاید ہی نہیں، یقیناً پوری دنیا میں اس کی نظیر نہیں مل سکے گی۔ ایسے شخص کو آپ مفعول کہیں گے یا مفعول مطلق اس کا فیصلہ آپ خود کر لیں۔

مظہر ملتانی مرحوم کی ایک حیران کن روایت

مظہر ملتانی مرحوم نے جن کے والد فخر الدین ملتانی کو قادیان میں مرزا محمود احمد کی ناگفتہ

یہ حرکات کو منظر عام پر لانے کے لیے پوسٹر لگانے کی پاداش میں قتل کر دیا گیا تھا، مجھے بتایا ایک مرتبہ ان کے والد محترم اپنے ایک دوست سے گفتگو کرتے ہوئے انہیں مرزا غلام احمد کے داماد نواب محمد علی آف مالیر کوٹلہ کے بارے میں یہ بتا رہے تھے کہ انہیں اواخر عمر میں کوئی ایسا عارضہ لاحق ہو گیا تھا کہ وہ اپنی کوٹھی کی سیڑھیاں نا کتخدا لڑکیوں کو اہرام سینہ سے پکڑ کر چڑھتے تھے لیکن اپنے خاندان کی خواتین کو سخت ترین پردے میں رکھتے تھے اور انہیں پالکیوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے تھے۔ یاد رہے کہ جب مرزا غلام احمد نے ان سے اپنی نوجوان بیٹی مبارکہ بیگم بیاہی تو ان کی عمر ستاون سال تھی اور حق مہر بھی ستاون ہزار ہی رکھا گیا تھا اور نواب مالیر کوٹلہ کو اپنے تفصیلی عقائد کو بھی برقرار رکھنے کی اجازت دے دی گئی تھی۔

قاضی اکمل اور مرزا بشیر احمد

قاضی اکمل بڑی معروف شخصیت تھے۔ اب تو عرصہ ہوا ہاویہ میں پہنچ چکے ہیں۔ جس زمانے میں راقم الحروف ربوہ میں بسلسلہ تعلیم مقیم تھا' چند مرتبہ ان کے پاس بھی جانا ہوا۔ وہ صدر انجمن احمدیہ کے کوارٹرز میں رہتے تھے۔ بواسیر کے مریض تھے۔ اس لیے لیٹے ہی رہتے تھے اور ان کے پہلو میں ریڈیو مسلسل اپنی دھنیں بکھیرتا رہتا تھا۔ یہ خبیث الطرفین شخصیت ہی وہ ہے، جس نے مرزا غلام احمد کے عہد میں خود ان کے سامنے اپنی یہ نظم پیش کی تھی، جس کے یہ اشعار زبان زدعام ہیں:

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

ان کو ملنے کے لیے گئے تو نصر اللہ ناصر میرے ساتھ تھے۔ اگر ان کا حافظہ جواب نہ دے گیا ہو یا ملازمت کی مجبوریاں زیادہ نہ بڑھ گئی ہوں تو وہ تصدیق کر سکتے ہیں کہ قاضی اکمل نے تفنن طبع کے طور پر یہ واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ ہم چند دوست مرزا بشیر احمد کے پیچھے قادیان سے باہر سیر سپاٹے کے دوران نماز پڑھ رہے تھے۔ مرزا بشیر احمد نے امامت کروائی اور ابھی وہ نماز میں ہی تھے تو میں نے کہ "ادئے وضو کیتا سائی" یہ ہے قادیانی نماز.........

جب میں لاہور آیا تو مظہر ملتانی مرحوم نے قاضی اکمل کے اپنے ہاتھوں کا لکھا ہوا ایک

شعر مجھے دکھایا جو ایک طویل نظم کا حصہ تھا۔ وہ شعر مجھے اب بھی یاد ہے جو یہ ہے:۔

بدن اپنا پھر آگے اس کے ڈالا
توکلت علی اللہ تعالیٰ

اس قادیانی کی خباثت کا اندازہ لگائیں کہ وہ اسلامی شعائر کی توہین کرنے میں کس قدر بے باک تھا۔ ایک دوسرا شعر بھی قاضی اکمل کے اپنے ہینڈ رائٹنگ میں مظہر ملتانی مرحوم نے مجھے دکھایا تھا لیکن وہ اس قدر خستہ تھا کہ اس کا صرف ایک ہی مصرع پڑھا جا سکتا تھا' جو یہ ہے:

نہ چیخ مارو حبیب میرے کہ ہو چکا ہے دخول سارا

اب اگر قادیانی امت کے نام نہاد ''صحابیوں'' کی یہ حالت ہے تو پھر ان کے ''نبی صاحب'' ''خلفا'' اور دوسرے ''اہل بیت'' کی کیا حالت ہوگی، اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔

مرزا ناصر احمد نے اپنے ہی پوتے کے اغوا کا منصوبہ بنالیا

ربوہ میں چارسدہ کی ایک ممتاز دیرینہ احمدی فیملی رہائش پذیر تھی۔ مرزا ناصر احمد کو پتہ نہیں کیا سوجھی کہ اس نے اپنے بیٹے مرزا لقمان احمد کا نکاح اس خاندان کے سربراہ کو باصرار راضی کرکے ان کی صاحبزادی سے کر دیا۔ یہ لڑکی ایک انتہائی شریف اور وضع دار خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ ''قصر خلافت'' میں آ گئی تو اس نے اپنے خاوند، اس کے والد مرزا ناصر احمد اور دیگر افراد خانہ کی اصل ''روحانیت'' اور ''احمدیت'' کا حقیقی عکس دیکھا تو اس کے لیے ایک پل بھی یہاں رہنا ناممکن ہو گیا۔ ناچار اس شریف زادی نے ساری داستان اپنے گھر والوں کو بتائی اور مرزا لقمان احمد سے طلاق لے لی۔

اس عرصہ میں ان کے ہاں ایک بیٹا تولد ہو چکا تھا۔ مرزا لقمان احمد نے مرزا ناصر احمد کی شہ پر اس بیٹے کو اغوا کر کے اسے فوری طور پر لندن سمگل کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس کے لیے نہ صرف پاسپورٹ تیار کروایا گیا بلکہ ویزہ بھی حاصل کر لیا گیا۔ لیکن ''خاندان نبوت'' سے ہی قریبی تعلق رکھنے والے ایک معروف و متمول شخص نے نہایت خاموشی سے یہ اطلاع درانی صاحب کو پہنچا دی اور وہ اپنے بچوں کو بڑی مشکل سے ربوہ سے نکالنے میں کامیاب ہوئے۔ اب یہ لڑکا رضوان پشاور کے ایک کالج میں زیر تعلیم ہے مگر ''خاندان نبوت'' کے غنڈے وہاں سے بھی اسے اغوا کرنے کے چکر میں رہتے ہیں مگر مقامی مسلمان طالب علموں، اساتذہ اور پرنسپل کی خصوصی نگہداشت کے سبب وہ ابھی تک اس میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس کی ایک وجہ رضوان کے عزیز و اقارب کا

پوری طرح چوکس رہنا ہے۔ اگر وہ کہیں ربوہ میں ہی رہائش پذیر ہوتے تو پتہ نہیں قادیانی غنڈے ان کا کیا حشر کرتے اور اس بستی میں کوئی ایک شخص بھی سچی گواہی دینے کے لیے تیار نہ ہوتا۔

جب تک حکومت ربوہ کی رہائشی زمین کی (جو کراؤن لینڈ ایکٹ کے تحت کوڑیوں کے مول لی گئی تھی) لیز ختم کر کے لوگوں کو مالکانہ حقوق نہیں دیتی اور وہاں کارخانے لگا کر روزگار کے مواقع پیدا نہیں کرتی، ایک ہی اقلیت کے تسلط کے باعث یہاں غنڈہ گردی ہوتی رہے گی اور قانون بے بس اور لاچار رہے گا۔

عروسہ گیسٹ ہاؤس

جنرل ضیاء الحق مرحوم کے زمانے میں ''خاندان نبوت'' کے معتوب امیدوار ''خلافت'' مرزا رفیع احمد کے ایک انتہائی قریبی عزیز پیر صلاح الدین جو بیورو کریسی میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز رہے ہیں، راولپنڈی میں عروسہ گیسٹ ہاؤس کے نام سے فحاشی کا ایک اڈہ چلاتے ہوئے پکڑے گئے، جس پر ان کا منہ کالا کیا گیا اور اس کی رُوسیاہی کی تصویریں تمام قومی اخبارات میں شائع ہوئیں۔ جس کو اس بارے میں کوئی شک ہو، وہ 'نوائے وقت' اور ''جنگ'' کے فائلوں میں یہ تصویر دیکھ سکتا ہے۔

فیر چندہ کتھے دیاں گے

قادیانی امت نے ماڈرن گداگروں کا روپ دھار کر اپنے مریدوں کی جیبیں صاف کرنے کے لیے چندہ عام، چندہ جلسہ سالانہ، چندہ نشر و اشاعت، چندہ وصیت، چندہ تحریک جدید، چندہ وقف جدید، چندہ خدام الاحمدیہ، چندہ انصار اللہ، چندہ اطفال الاحمدیہ، چندہ بہشتی مقبرہ اور اس طرح کے بیسیوں دیگر چندے وصول کرنے کے لیے گداگری کے اتنے کشکول بنائے ہوئے ہیں کہ عام قادیانیوں سے جینے اور مرنے کا بھی ٹیکس وصول کر لیا جاتا ہے اور خود تو ''خاندان نبوت'' کے افراد اندرون ملک اور بیرون ملک عیاشانہ زندگی بسر کرتے ہیں لیکن اپنے مریدوں کو سادگی اور ''احمدیت'' اور ''اسلام'' کے فروغ کے لیے سادگی اختیار کرنے کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔

اس مسلسل کنڈیشننگ کا یہ عالم ہے کہ عام قادیانی اسے بھی زندگی کا حصہ خیال کرنے لگ پڑتے ہیں۔ ماسٹر محمد عبداللہ ٹی آئی سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ انہیں اس بات کا یقینی اور قطعی علم ہوگیا کہ یہ مدرسہ خلیفہ جی اور ان کے حواریوں کو خام مال سپلائی کرنے کی نرسری ہے تو انہیں یہ

باتیں زبان پر لانے کی پاداش میں جماعت سے ہی نہ نکالا گیا بلکہ مذہبی جاگیرداریت کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں شہر بدر بھی کر دیا گیا۔

جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ پھر ''احمدیت'' پر ہی تین حرف بھیج دیں کیونکہ اس کے رہنماؤں کے احوال وظروف سے تو آپ کو بخوبی آگاہی ہو چکی ہے تو وہ کہنے لگے ''اے گل تے ٹھیک اے پر فیر چندہ کتھے دیاں گے؟''

لاہوری پارٹی کے سابق امیر مولوی صدر الدین نے جب وہ قادیان میں ٹی آئی سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے تو انہوں نے بھی اسی صورت حال کو ملاحظہ کیا تھا۔ ماسٹر عبداللہ اور مولوی صدر الدین نے ایک دوسرے کو ملنا تو درکنار شاید دیکھا بھی نہ ہو لیکن ان ایک بیانات میں مطابقت قادیانیوں کے لیے قابل غور ہے۔

یادوں کا کارواں ...... چند مزید جھلکیاں

آغا سیف اللہ مربی ''سلسلہ عالیہ احمدیہ'' جو کئی سال تک ۸۷ سی ماڈل ٹاؤن لاہور میں ''تبلیغی فرائض'' انجام دیتے رہے۔ جامعہ احمدیہ میں تعلیم کے دوران ہی اپنے مخصوص ایرانی ذوق کی وجہ سے خاصے معروف تھے اور سیالکوٹ کے نواحی قصبے کے ایک دوسرے طالب علم نصیر احمد سے ربط وضبط کی وجہ سے رسوائی کی سرحدوں تک پہنچے ہوئے تھے۔ موخر الذکر کو قدرے بھاری سرینوں کی وجہ سے نصیر احمد ''ڈھولکی'' کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ آغا سیف اللہ نے میرے سامنے بوجوہ واضح طور پر یہ تو تسلیم نہیں کیا کہ ان کے نصیر احمد کے ساتھ تعلقات کی نوعیت کیا تھی لیکن اتنا ضرور بتایا کہ ایک دوسرے مربی صاحب داؤد احمد حنیف نے نصیر احمد سے ''کرم فرمائی'' کی استدعا کی تھی لیکن انہوں نے آغا صاحب کو بتا دیا، جس پر انہوں نے داؤد احمد حنیف کو خوب ڈانٹ ڈپٹ کی جو بالواسطہ اشارہ تھا کہ قادیانی امت کے قواعد وضوابط کے مطابق کسی دوسرے کی جولانگاہ میں اس طرح کا کھلا تجاوز درست نہیں۔ آخر اجازت لے لینے میں ایسی کون سی قباحت ہے۔

موصوف نے یہ بھی بتایا کہ وہ اپنے ایک ایم - ایس سی دوست سے بھی مسلسل فیض یاب ہوتے رہتے ہیں اور انہیں اس بات پر خصوصی حیرت ہے کہ مردو زن اور دو مردوں کے درمیان جنسی مراسم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کیونکہ سارا پراسس بالکل ایک جیسا ہے۔ پھر پتہ نہیں لوگ ایک کو جائز اور دوسرے کو ناجائز کیوں سمجھتے ہیں؟ انہوں نے فن طفل تراشی کی کراہت کو کم کرنے کے لیے یہ بھی بتایا کہ مجید احمد سیالکوٹی مربی سلسلہ نے انہیں دوران تعلیم ہی ''سلوک'' کی

ان منازل سے کچھ آگاہی بخشتے ہوئے کہا تھا کہ میر داؤد احمد آنجہانی سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ جو ''حضرت مصلح موعود مرزا محمود احمد خلیفہ ثانی'' کے نہایت قریبی عزیز اور میر محمد اسحاق کے بیٹے تھے، انہیں بھی اس خاندانی علت المشائخ سے حصہ وافر ملا تھا اور موصوف (مجید احمد سیالکوٹی) کو افسر جلسہ سالانہ میر داؤد احمد کے ساتھ کئی سال تک پرنسپل اسسٹنٹ کے طور پر ڈیوٹی دیتے ہوئے بعض بڑے نادر تجربات ہوئے اور اسی تعلق میں انہوں نے یہ بھی بتایا ''ایسے ہی ایک موقع پر رات کے پچھلے پہر جب سب اپنی اپنی ڈیوٹی سے تھک ہار کر ستانے کے لیے لیٹے تو میر داؤد احمد نے میرے شجر حیات کو پکڑ کر اپنی رانوں کے درمیان رکھ لیا اور اسی عالم میں' میں نے ان سے یہ وعدہ لیا کہ وہ مجھے اندرون ملک مربی بنا کر نہیں رکھیں گے بلکہ کسی بیرونی ملک میں بھجوا دیں گے اور پھر انہوں نے اپنا یہ وعدہ پورا کر دیا۔

راقم یہ گزارش کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ مجھے فنون کثیفہ کی اس صنف کے ایک اور ماہر جامعہ احمدیہ کے پرانے طالب علم صادق سدھو نے بتایا کہ میر داؤد احمد انہیں تخلیہ میں بلا کر اکثر پوچھا کرتے تھے کہ تم سلسلہ اغلامیات کے یہ مرحلے کس طریقے سے طے کرتے ہو۔ اس پس منظر میں یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ ان کمزور لمحات میں اگر مجید احمد سیالکوٹی میر داؤد احمد سے کچھ اور بھی منوا لیتے تو شاید وہ اس سے بھی انکار نہ کرتے اور یوں قادیانی کام شاستر کے کچھ نئے آسن بھی سامنے آ جاتے۔

خیر یہ چند جملے تو یونہی طوالت اختیار کر گئے۔ تذکرہ ہو رہا تھا آغا سیف اللہ صاحب کا جو آج کل قادیانی امت کے ناقوس خصوصی ''الفضل'' کے پبلشر ہیں۔ انہوں نے راقم الحروف کو خود بتایا کہ ان کی اہلیہ جو ''خاندان نبوت'' سے بڑی عقیدت رکھتی ہیں، ایک مرتبہ خلیفہ ثانی کے اس ''حرم پاک'' سے ملنے گئیں جو بشریٰ مہر آپا کے نام سے معروف ہیں۔ تو جب تکلفات سے بے نیاز ہو کر کھلی ڈلی گفتگو شروع ہوئی تو موصوفہ نے کسی لگی لپٹی کے بغیر کہا کہ ان کا تو رحم ہی موجود نہیں ہے۔ یہ رحم کس طرح ''معجزانہ'' طور پر غائب ہوا تھا اور عصمت کے اس ویرانے میں کس انداز میں ''رویا و کشوف'' کی چادر چڑھا کر اس معاملے کو ٹھپ کر دیا گیا اور اندھے مریدوں اور مجبور عقیدت مندوں سے اس پر کیونکر ''زندہ باد'' کے نعرے لگوائے گئے۔ اس اجمال کی کسی قدر تفصیل پہلے آ چکی ہے۔ اس لیے مزید طوالت سے اجتناب کرتے ہوئے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے ورنہ یہ حقائق پر مبنی واقعات اتنے زیادہ ہیں کہ اگر انہیں پوری تفصیل سے لکھا جائے تو گنیز بک آف ورلڈ ریکارڈز کے کئی ایڈیشن اسی کے لیے مخصوص ہو کر رہ جائیں۔

وہ لوگ جو طنزاً کہتے ہیں کہ اکثر و بیشتر مسالک و مکاتب فکر کے دینی مدرسوں میں فقہی موشگافیاں جدا جدا سہی، مگر عملی نصاب (کورس) ایک ہی ہے۔ وہ جامعہ احمدیہ کو اس فن میں وہ مقام دینے پر مجبور ہوں گے کہ پورے وثوق سے کہا جا سکے گا کہ یہاں سے ''احمدیت'' کی تبلیغ کے جو ''چراغ'' روشن ہو چکے اور ہو رہے ہیں، وہ کون کون سی تاریک راہوں کو منور کریں گے اور ''احمدیت'' کا ''نور'' کس طریقے سے پھیلائیں گے۔

خدا گواہ ہے کہ جب میں نے حصول تعلیم کے لیے ربوہ کی سرزمین پر قدم رکھا تو میرے حاشیۂ خیال میں بھی یہ بات موجود نہ تھی کہ ''نبوت و خلافت'' کی جھوٹی رداؤں میں لپٹے ہوئے رویائے صادقہ اور کشوف کی دنیا میں ''سیر روحانی'' کا دعویٰ کرنے والے لاکھوں افراد سے ''دین اسلام'' کو اکناف عالم تک پہنچانے کے جھوٹے دعوے کر کے ان کی معمولی معمولی آمدنیوں سے چندے کے نام پر کروڑوں نہیں، اربوں روپیہ وصول کرنے والے اور انہیں نان جویں پر گزارہ کی تلقین کر کے خود ان کے مال پر چھرے اڑانے والے، اندر سے اس قدر غلیظ' اس قدر گندے اور اس قدر ناپاک ہوں گے اور ایسی کسی تصوراتی لہر کا ذہن میں آ جانا فی الواقع ممکن بھی نہ تھا' کیونکہ میرے والد محترم فوج سے قبل از وقت ریٹائرمنٹ کے بعد نہ صرف یہ کہ خود قادیانیت کے چنگل میں پھنس چکے تھے، بلکہ انہوں نے میرے دو بڑے بھائیوں کو بھی قادیانیت کی جانی، مالی، لسانی، حالی اور قلمی خدمت کے لیے وقف کر رکھا تھا۔

ان حالات میں، میں نے ربوہ کی شور زدہ زمین پر قدم رکھا تو چند ہی دنوں میں میرے تعلقات ہر کہ ومہ سے ہو گئے اور ہمارے خاندان کی یہ اتنی بڑی احمقانہ ''قربانی'' تھی، جسے وہاں ''اخلاص'' سمجھا جاتا تھا اور اس کا برملا اعتراف کیا جاتا تھا۔ لیکن جوں جوں میرے روابط کا دائرہ پھیلتا گیا، اسی نسبت سے اس جبریت زدہ ماحول میں ربوہ کے باسیوں کی خصوصی اور دوسرے قادیانیوں کی عمومی بے چارگی اور بے بسی کا احساس میرے دل میں فزوں تر ہوتا گیا اور اس پر مستزاد یہ کہ ''خاندان نبوت'' کے تمام ارکان بالخصوص مرزا محمود احمد کے بارے میں ایسے ایسے ناگفتہ بہ انکشافات ہونے لگے کہ ذہن ان کو قبول کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتا تھا کہ کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن جب میں نے پرانے قادیانیوں سے اس بارے میں مزید استفسار کیا تو پھر تو مشاہدات اور آپ بیتیوں کی ایک ایسی پٹاری کھل گئی کہ میری کوئی تاویل بھی ان کے سامنے نہ ٹھہر سکی اور میں اپنے مشاہدات کی جو یہ تعبیر کر لیتا تھا کہ خلیفہ صاحب کے خاندان کے لوگ اور ان کے اردگرد رہنے والے تو بدکردار ہیں، لیکن خود وہ ایسے نہیں ہو سکتے، وہ خود بخود ہوا ہو کر رہ گئی۔

اس دوران قلب و ذہن، کرب و اذیت کی جس کیفیت سے گزر سکتا ہے، اس سے میں بھی پورے طور پر گزرا۔ اس لیے اگر کسی قادیانی کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ محض الزام تراشی اور بہتان طرازی صرف ان کا دل دکھانے کے لیے ہے تو وہ یقین جانے کہ بخدا ایسا ہرگز نہیں۔ یہ سارے دلائل تو میں بھی اپنے آپ کو مطمئن کرنے کے لیے دیتا رہا مگر دلائل کب مشاہدے اور تجربے کے سامنے ٹھہر سکے ہیں کہ یہاں ٹھہر جاتے۔ پھر سوچنے کی بات یہ بھی ہے کہ یہ الزامات لگانے والے کوئی غیر نہیں بلکہ خود قادیانی امت کے لیے جان اور مال کی قربانیاں دینے والے اور اپنے خاندانوں اور برادریوں سے اس کے لیے کٹ کر رہ جانے والے لوگ ہیں۔ کیا وہ محض قیاس اور سنی سنائی باتوں پر اتنا بڑا اقدام کرنے پر عقلاً تیار ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔

انسان جس شخصیت سے ارادت و عقیدت کا تعلق رکھتا ہے، اس کے بارے میں اس نوع کے کسی الزام کے بارے میں وہ سوچ بھی نہیں سکتا اور اگر وہ ایسا کرنے پر تل جاتا ہے تو پھر سوچنا پڑے گا، کہ اس شخصیت سے ضرور کوئی ایسی ابنارمل بات سرزد ہوئی ہے کہ اس سے فدائیت کا تعلق رکھنے والے فرد بھی اس پر انگلی اٹھانے پر مجبور ہو گئے ہیں اور پھر یہ انگلی اٹھانے والے معمولی لوگ نہیں' ہر دور میں خاندان نبوت کے یمین و یسار میں رہنے والے ممتاز افراد ہیں۔ مرزا غلام احمد کے اپنے زمانے میں مرزا محمود احمد پر بدکاری کا الزام لگا، جس کے بارے میں قادیانیوں کی لاہوری پارٹی کے پہلے امیر مولوی محمد علی کا بیان ہے کہ یہ الزام تو ثابت تھا مگر ہم نے شبہ کا فائدہ دے کر مرزا محمود کو بری کر دیا۔ پھر محمد زاہد اور مولوی عبدالکریم مباہلہ والے اور ان کے اعزہ اور اقرباء نے اپنی بہن سکینہ کے ساتھ ہونے والی زیادتی کے خلاف احتجاج کے لیے باقاعدہ ایک اخبار ''مباہلہ'' کے نام سے نکالا اور خلیفہ صاحب کے اشارے پر میر قاسم علی جیسے چھٹ بھئیوں نے ان کے خلاف مستریاں مشین سویاں ایسی طعنہ زنی کر کے اصل حقائق کو چھپانے کی کوشش کی۔ اس کے بعد مولوی عبدالرحمٰن مصری، عبدالرزاق مہتہ، مولوی علی محمد اجمیری، حکیم عبدالعزیز، فخر الدین ملتانی، حقیقت پسند پارٹی کے بانی ملک عزیز الرحمٰن' صلاح الدین ناصر بنگالی مرحوم اور دوسرے بے شمار لوگ وقتاً فوقتاً مرزا محمود احمد اور ان کے خاندان پر اسی نوعیت کے الزام لگا کر علیحدہ ہوتے رہے اور بدترین قادیانی سوشل بائیکاٹ کا شکار ہوتے رہے۔

ملازمتوں سے محروم اور جائیدادوں سے عاق کیے جاتے رہے۔ مگر وہ اپنے موقف پر قائم رہے۔ کیا محض یہ کہہ کر کہ یہ قریب ترین لوگ محض الزام تراشی کرتے رہے، اصل حقائق پر

پردہ ڈالا جا سکتا ہے؟ اگر کوئی شخص اپنی ماں پر بدکاری کا الزام لگاتا ہے تو فقط یہ کہہ کر اس کی بات کو رد کر دینا کہ دیکھو کتنا برا آدمی ہے، اپنی ماں پر الزام لگاتا ہے، درست نہ ہوگا، یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ اس کی ماں نے گول بازار کے کس چوراہے میں بدکاری کی ہے کہ خود اس کے بیٹے کو بھی اس کے خلاف زبان کھولنا پڑی ہے۔ جس رفتار سے ان واقعات سے پردہ اٹھ رہا تھا' اسی سرعت سے میرے اعتقادات کی عمارت بھی متزلزل ہو رہی تھی اور میری زبان ایک طبعی ردعمل کے طور پر ربوہ کے اس دجالی نظام کی قلعی کھولنے لگ پڑی تھی اور اس خباثت کو نجابت کہنے کے لیے تیار نہ تھی۔
مرزا محمود احمد بارہ سال کے بدترین فالج کے بعد جہنم واصل ہوا تو ربوہ کے قصر خلافت میں جس دو جانب کھلنے والے کمرے میں اس کی لاش رکھی ہوئی تھی، میں بھی وہاں موجود تھا اور میرے دو ساتھی فضل الٰہی اور خلیل احمد، جو اب مربی ہیں، بھی میرے ساتھ ہاکیاں لیے وہاں پہرہ دے رہے تھے۔ میں نے مرزا محمود احمد کو انتہائی مکروہ حالت میں پاگلوں کی طرح سر مارتے اور کرسی پر ایک جگہ سے دوسری جگہ اسے لے جاتے ہوئے کئی مرتبہ دیکھا تھا۔ ربوہ کی معاشی نبوت پر پلنے والے اس حالت میں بھی اس کی ''زیارت'' کے نام پر لوگوں سے پیسے بٹورتے رہتے تھے اور کہتے تھے کہ بس گزرتے جائیں' بات نہ کریں۔ حسب توفیق نذرانہ دیتے جائیں۔ اس دور میں اس کے جسم کی ایسی غیر حالت تھی کہ بیوی بچے بھی انہیں چھوڑ چکے تھے اور سوئٹزرلینڈ سے منگوائی گئی نرسیں بھی دو ہی ہفتے کے بعد بھاگ کھڑی ہوئی تھیں۔ لیکن اب تو وہاں تراشی ہوئی داڑھی والا اور ابٹن و زیبائش کے تمام لوازمات سے بری طرح تھوپا گیا ایک لاشہ پڑا تھا۔

میں نے مذکورہ بالا دونوں نوجوانوں کو کہا کہ یار کل تک تو اس چہرے پر بارہ بجے ہوئے تھے مگر آج اس پر بڑی محنت کی گئی ہے تو ان میں سے موخر الذکر کہنے لگا ''توں ساڈا ایمان خراب کر کے چھڈیں گا''۔ یہ دونوں اپنی ''پختہ ایمانی'' کی بناء پر ابھی تک قادیانیت کا دفاع کر رہے ہیں لیکن میں نے اس ایمان کو ذہنی طور پر اسی وقت چناب کی لہروں کے سپرد کر دیا تھا۔

مرزا ناصر احمد کو ایک مخصوص پلاننگ کے تحت خلافت کے منصب پر بٹھایا گیا تو اس نے دوسرے امیدوار مرزا رفیع احمد پر عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ اس سے ملنے جلنے والوں اور تعلق رکھنے والوں کو ملازمتوں سے محروم کرنے اور ربوہ بدر کرنے کے احکامات جاری ہونے لگے اور یہ سلسلہ اس حد تک بڑھا کہ گدی نشینی کی اس جنگ میں ہزاروں افراد اور ان کے خاندان خواہ مخواہ نشانہ بن گئے' سوشل بائیکاٹ کا شکار ہوئے۔ یہ لوگ اپنی برادریوں سے مرزا غلام احمد کو نبی مان کر اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے جنازوں اور شادیوں تک میں شرکت کو حرام قرار دے کر ان سے پہلے

ہی علیحدہ ہو چکے تھے۔ اس لیے ان کے لیے نہ جائے ماندن، نہ پائے رفتن والی کیفیت پیدا ہو گئی۔ ربوہ میں رہائشی زمین کسی کی ملکیت نہیں ہوتی اور صدر انجمن احمدیہ جو مرزا غلام احمد کے خاندان کی گھریلو کنیز اور ذاتی تنظیم ہے، وہ کسی بھی وقت ''باغیوں'' کو رہائش سے محروم کر دیتی ہے اور ان کی بڑی تعداد پھر اس خوف سے کہ وہ اس مہنگائی کے دور میں سر کہاں چھپائیں گے، دوبارہ ''خلیفہ خدا بناتا ہے'' کی ڈگڈگی پر رقص کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس دور میں بھی یہی کچھ ہوا۔

ان دنوں میں اقتدار کی اس کشمکش کو بہت قریب سے اور بہت غور سے دیکھ رہا تھا لیکن اس دور میں میرا عقائد و نظریات کے حوالے سے قادیانی امت سے کوئی بنیادی اختلاف نہ تھا اور ایک روایتی قادیانی کی طرح میں اتنا ہی غالی تھا جتنا کہ ایک قادیانی ہو سکتا ہے۔ فرق صرف یہ تھا کہ میں غالباً اپنی والدہ محترمہ کی تربیت کے زیر اثر قادیانیوں کے اس عمومی طریق استدلال کا سخت مخالف تھا، جس کے تحت وہ مرزا غلام احمد اور اس کی اولاد کا معمولی معمولی باتوں میں بھی حضور ﷺ سے موازنہ شروع کر دیتے تھے اور میری اس پر بے شمار لڑائیاں ہوئیں۔

قادیانیوں کی اس بارے میں دریدہ ذہنی کا اندزہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کا ایک بااثر مولوی جو آج کل اپنی اسی خناسیت کی وجہ سے گھٹنوں کے درد سے لاچار ہے، کہا کرتا تھا کہ خاتم النبیین کی طرز پر ایسی ترکیبیں اس کثرت سے زوردار طریقے سے رائج کرو کہ اس ترکیب کی (نعوذ باللہ) کوئی اہمیت ہی نہ رہے۔

یاد رہے کہ میری والدہ محترمہ میرے والد کے بے حد اصرار کے باوجود قادیانیت کے جال میں نہیں پھنسیں اور میں نے کبھی ایک مرتبہ بھی ان کی زبان سے مرزا غلام احمد یا اس کے کسی نام نہاد خلیفہ کا نام تک نہیں سنا۔ وہ کہا کرتی تھیں کہ میں پانچ وقت نماز پڑھتی ہوں، حکم خداوندی ادا کرتی ہوں، تہجد بھی پڑھتی ہوں، اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ و خیرات بھی میرا معمول ہے۔ اگر اسکے باوجود خدا تعالیٰ مجھے نہیں بخشتا تو نہ بخشے۔ میں حضور ﷺ کے بعد کسی کو نبی نہیں مان سکتی۔

مرزا ناصر احمد کی گدی نشینی کے سلسلے میں جب ہارس ٹریڈنگ شروع ہوئی تو میں نے اس پر سخت تنقید کرتے ہوئے احتجاج کیا اور اپنی محفلوں میں اس پر خوب کھل کر تبصرے کیے۔ ایک موقع پر ہمارے ایک جھنگوی دوست نے مجھ سے پوچھا کہ اگر کسی دوسرے پیر کے بیٹے اور پوتے اس کے بعد گدی پر بیٹھ جائیں تو ہم اسے گدی کہتے ہیں لیکن مرزا غلام احمد کے بیٹے اور پوتے یہی کام کر لیں تو یہ خلافت کیوں کہلاتی ہے تو میں نے اسے کہا کہ جس طرح عام آدمی کو آنے والا خواب، خواب ہوتا ہے اور خلیفہ جی کو آنے والا خواب ''رویا'' ہوتا ہے، اسی طرح یہ گدی خلافت ہوتی

ہے۔ مرزا ناصر احمد کے جاسوسوں نے فوراً اسے اس بات کی خبر کر دی اور وہ بہت چراغ پا ہوئے اور ایک اجتماعی ملاقات میں میرے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے اس نے مجھے دھمکی دی کہ آپ کوئی بات نہیں مانتے۔ آپ کو خیال رکھنا چاہیے۔ میں اسی لحظہ سمجھ گیا کہ اب مرزا ناصر احمد کے تلوے جلنے لگے ہیں اور وہ کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے میرے خلاف اقدامات کریں گے۔ اسی دوران ایک اور واقعہ ہوا کہ میں لیہ میں مقیم تھا کہ بیت المال کا ایک کلرک جسے ربوہ کی زبان میں انسپکٹر بیت المال کہتے ہیں، میرے پاس ٹھہرا اور آزادانہ بات چیت کے دوران اس نے مجھے اندرونی حال بتاتے ہوئے کہا کہ خاندان والے خود تو کوئی چندہ نہیں دیتے لیکن ہمارے حقیر معاوضوں میں سے بھی چندے کے نام پر جگا ٹیکس کاٹ لیتے ہیں۔ ان دنوں مرزا ناصر احمد کسی دورے پر افریقہ یا کسی دوسرے ملک گیا ہوا تھا۔ میں نے کہا اگر تم ایسے ہی دل گرفتہ ہو تو دعا کرو کہ اس کا جہاز کریش ہو جائے۔ اس آدمی نے یہ بات توڑ مروڑ کر لیہ کے مقطوع النسل امیر جماعت فضل احمد کو بتائی تو اس نے نمبر بنانے کے لیے مرزا ناصر احمد کو فوری رپورٹ دی کہ شفیق تو تمہارا جہاز کریش ہونے کی دعا کرتا ہے۔ مرزا ناصر کو یہ بات سن کر آگ لگ گئی۔ مجھے فوراً واپس بلایا گیا۔ سو پہلے تو ربوہ کے ڈی آئی جی عزیز بھانبڑی اور اس کے گماشتوں کے ذریعے قادیانی غنڈے میرے پیچھے لگائے گئے مگر میں پھر بھی باز نہ آیا تو ربوہ کی تمام عبادت گاہوں میں میرے سوشل بائیکاٹ کا اعلان کر دیا گیا اور پاکستان کی تمام جماعتوں کے افراد کو خطوط کے ذریعے بھی اس کی اطلاع کر دی گئی اور مرزا ناصر احمد نے اس پر ایک پورا خطبہ بھی دے ڈالا جو آج تک شائع نہیں ہوا۔

میرا مزید ناطقہ بند کرنے کے لیے میرے دو بڑے بھائیوں سے تحریری عہد لیا گیا کہ وہ مجھ سے کوئی تعلق نہ رکھیں گے۔ سو انہوں نے بھی مجھے نقصان پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور میرے آبائی گھر پر تسلط جما کر مجھے وہاں سے بھی نکال دیا۔ یہ واقعات صرف مجھ پر ہی نہیں بیتے اور سینکڑوں نہیں، ہزاروں افراد اس صورت حال سے دوچار ہوئے ہیں مگر کسی حکومت نے ، انسانی حقوق کی کسی تنظیم نے اس پر آوازِ احتجاج بلند نہیں کی۔ کسی عاصمہ جہانگیر، آئی اے رحمان نے ان لوگوں کے بنیادی شہری اور انسانی حقوق کی بحالی اور ان کو پہنچائے جانے والے نقصان کی تلافی کے لیے آواز نہیں اٹھائی مگر کسی قادیانی کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھ جائے تو شور مچا دیا جاتا ہے۔

ایک طرف تو یہ صورت حال تھی تو دوسری طرف بڑے بڑے قادیانی عہدیدار مجھے ''حضور'' سے معافی مانگ لینے کی تلقین کر رہے تھے لیکن میں قضیب احمر کو کسی بھی صورت میں گاجر کہنے کے لیے تیار نہ ہوا تو قادیانیوں نے لاہور میں میری رہائش گاہ پر آ کر مجھے قتل کرنے اور سبق

سکھا دینے کی دھمکیاں دیں۔ لاہور میں بہترین مکان خرید کر دینے کی پیشکش بھی ہوئی مگر میں اس ترغیب وترتیب کے بھرے میں نہ آیا۔ قادیانی امت کا رنج اس بات سے مزید بڑھ گیا تھا کہ میرا اختلاف اب انگریز کے خود کاشتہ پودے کے صرف اعمال ہی سے نہیں تھا، نظریات سے بھی تھا اور میں مرزا غلام احمد کی ظلی، بروزی، لغوی، اور غیر تشریعی نبوت پر لعنت بھیج کر مکمل طور پر آنحضرت ﷺ کے سبز پرچم کے نیچے آ چکا تھا۔ مرزا ناصر احمد کی گدی نشینی کے عہد میں ان کے مختلف مغلئی مشاغل کی کہانیاں ٹی آئی کالج سے لے کر ربوہ کے ہر اس گھر تک پھیلی ہوئی تھیں، جہاں کسی خوش رو کا بسیرا تھا اور اس طرح ''خاندان نبوت'' کی دوسری کلیاں بھی اپنے اپنے ذوق کا سامان کرنے کی وجہ سے گوناگوں کہانیوں کی زد میں تھیں۔ لیکن مرزا ناصر احمد کے سینکڑوں کبوتروں کو ٹی آئی کالج کی رہائش گاہ سے ''قصر خلافت'' منتقل کرنا یا ان کے آزاد کر دینے کا معاملہ خاصے دنوں تک ایک مسئلہ بنا رہا اور مولوی تقی نے اس پر بڑا دلچسپ تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ مغل کوئی ''بازی'' ترک کرنے پر تیار نہیں ہوتے۔

ایک دن مرزا ناصر احمد کے ''فیض جسمانی'' کے کرشموں کا بیان جاری تھا اور جو دھامل بلڈنگ میں واقع دواخانہ نور الدین میں حکیم عبدالوہاب بڑے مزے لے کر سنا رہے تھے کہ صاحبزادہ صاحب نے کس طرح ریلوے کے ایک کانٹے والے کی لڑکی ثریا کو اس کے باپ کی غیر موجودگی میں خود اس کے ریلوے کوارٹر میں جالتاڑا۔ ابھی یہ حکایت ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ الشرکہ الاسلامیہ والی پرانی بلڈنگ کے مالک حکیم صاحب کو ملنے کے لیے آ گئے اور باتوں باتوں میں احمدیت کی مخالفت کرنے والوں کو ذلیل وخوار ہونے کے واقعات کا تذکرہ شروع ہو گیا اور تمام اکابر مسلمانانِ پاک و ہند کو پیش آنے والے مبینہ مصائب کو احمدیت کی مخالفت کی سزا قرار دے کر ''احمدیت'' کی سچائی ثابت کی جانے لگی۔

جب حکیم صاحب کے پرانے شناسا اس نوارد نے یہ داستان ختم کی تو حکیم صاحب نے بڑی آہستگی سے کہا کہ وہ آپ کی بیٹی کے ساتھ جو کچھ کیا گیا تھا، اس کے بعد بھی آپ ربوہ میں ہی رہ رہے ہیں تو میں حیران رہ گیا کہ ایک طرف تو وہ ''احمدیت'' کی مخاصمت پر مخالفین کو پہنچنے والے نقصانات اور آلام و مصائب کو اپنے مسیح موعود اور مصلح موعود کی ''کرامات'' کے طور پر پیش کر رہا تھا، مگر جونہی اس نے حکیم صاحب کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو اس کی آنکھیں بھرا گئیں اور وہ گلو گیر آواز میں کہنے لگا حکیم صاحب انسان زندگی میں مکان ایک بار ہی بنا سکتا ہے اور پھر اب تو بچے بھی جوان ہو گئے ہیں۔ ان کی شادیوں کا مسئلہ بھی ہے۔ برادری سے پہلے ہی قطع تعلق کر چکے

ہیں۔ اب جائیں تو جائیں کہاں! دواخانہ نور الدین کے انچارج اکرم بھی اس محفل میں موجود تھے۔ وہ اس روایت کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ محمد علی سبزی فروش کا المناک قتل بھی ربوہ میں مرزا ناصر احمد کے عہد میں ہی ہوا اور اس کی بھی سب سے بڑی وجہ یہی تھی کہ چونکہ اس کا ''خاندان نبوت'' کے گھروں کے اندر آنا جانا تھا اور وہ راز ہائے درون خانہ کو بیان کرنے میں بھی کسی حجاب سے کام نہیں لیتا تھا' اس لیے بری طرح ذبح کر دیا گیا مگر ''نیک اور پاکباز'' لوگوں کی اس بستی کے کسی فرد نے بھی اس قتل کے راز سے پردہ اٹھانے کی جرات نہ کی۔

یوں تو قادیانی امت کے بزرجمہر مرزا محمود احمد کے زمانے ہی سے سیاست کا کھیل بھی کھیلتے رہے ہیں لیکن 1953ء کی مجاہدانہ تحریک نے ان کو بڑی حد تک محدود کر کے رکھ دیا اور مرزا محمود احمد نے ان تمام اسلامی اصطلاحات کا استعمال ترک کرنے کا عہد کر لیا، جو امت مسلمہ کے لیے اذیت کا موجب بنتی رہی ہیں لیکن وہ قادیانی ہی کیا ہوا جو اپنی بات پر قائم رہ جائے۔ جونہی حالات بدلے' مرزا محمود احمد نے بھی گرگٹ کی طرح پینترا بدل لیا اور دوبارہ وہی پرانی ڈگر اختیار کر لی۔ مرزا محمود احمد اس کے جلد ہی بعد ڈاکٹر ڈوئی کی طرح عبرتناک فالج کی گرفت میں آیا تو مرزا ناصر احمد نے' جس کے لیے اس کا شاطر والد جماعت کو اپنے خطوط کی ابتداء میں ھوالناصر لکھنے کی تلقین کر کے راہ ہموار کر چکا تھا' اور پھر عیسائی طریقے کے مطابق اپنے حواریوں کی منڈلی کے ذریعے اپنے آپ کو ''منتخب'' کروالیا' کھل کر پر پرزے نکالنے شروع کر دیئے۔ اس کے بعد مرزا طاہر احمد نے اپنی گیم آف نمبرز میں مرزا رفیع احمد کو مات دے کر اور مرزا لقمان احمد کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کر کے گدی نشینی کے لیے اپنا راستہ بنایا۔ ذوالفقار علی بھٹو کو آگے لانے میں قادیانی امت نے قریباً 16 کروڑ روپیہ صرف کیا اور اپنے تمام تنظیمی اور دوسرے وسائل اس کے لیے استعمال کیے۔ اس عہد میں مرزا طاہر احمد صاف طور پر سیکنڈ ان کمان بن کر سامنے آیا اور جماعت میں یوں تاثر دیا جانے لگا کہ اب احمدیت کا غلبہ ہوا ہی چاہتا ہے اور کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔ لیکن جب آٹھویں عشرے کے اوائل میں تحریک ختم نبوت پوری قوت سے دوبارہ ابھری اور ذوالفقار علی بھٹو نے ہی ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا تو قادیانی اپنے ہی زخموں کو چاٹ کر رہ گئے۔

پروفیسر سرور مرحوم نے ایک دفعہ بتایا کہ تحریک ختم نبوت کے ایام میں قادیانیوں نے ایک وفد خان عبدالولی خان سے ملنے کے لیے بھیجا اور جس وقت اس نے خان صاحب سے ملاقات کی' میں بھی وہیں پر موجود تھا۔ جب قادیانیوں نے بھٹو کو لانے میں اپنی خدمات کا حوالہ

دیتے ہوئے کہا کہ وہ ہمارا ساتھ چھوڑ گیا ہے' اس لیے آپ ہمارا ساتھ دیں اور اپنے سیکولر نظریات کے حوالے سے اس تحریک کے پس منظر میں ہمارے حق میں آواز اٹھائیں تو خان عبدالولی خاں نے بے ساختہ کہا بھئی باچا خان کا بیٹا اتنا بے وقوف نہیں ہے کہ جس بھٹو کو لانے کے لیے تم نے 16 کروڑ روپیہ خرچ کیا ہے' اس مسئلہ میں اس کی مخالفت کر کے خواہ مخواہ امت مسلمہ کی مخالفت مول لے لے۔

تحریک ختم نبوت کے دنوں میں آغا شورش مرحوم کے ہفت روزہ ''چٹان'' میں بڑی باقاعدگی سے کبھی اپنے نام سے اور کبھی کسی قلمی نام سے قادیانی امت کے بارے میں لکھا کرتا تھا۔ آغا صاحب کے پاس یوں تو آنے جانے والوں کا عام دنوں میں بھی تانتا بندھا رہتا تھا لیکن اس دوران تو وہاں سیاست دانوں' علماء اور دانش وروں کی آمد ایک سیلاب کی صورت اختیار کیے ہوئے تھی۔ آغا صاحب ہر قابل ذکر آدمی کو کہتے تھے کہ بھئی یہ کام صرف اور صرف ذوالفقار علی بھٹو ہی کر سکتا ہے۔ اس لیے تمام سیاسی اختلافات بالائے طاق رکھ کر اس کام کے لیے اس کی حمایت کریں۔ پھر جوں جوں وقت گزرتا جائے گا' اس فیصلے کے اثرات اپنا رنگ دکھانا شروع کر دیں گے اور قادیانی اپنے ہی زہر میں گھل گھل کر مر جائیں گے۔ یہ چند باتیں تو یونہی جملہ معترضہ کے طور پر آ گئیں۔ بیان ''خاندان نبوت'' میں ہونے والی جنگ اقتدار کا ہو رہا تھا۔ مرزا طاہر احمد کی جانب سے مرزا ناصر احمد سے رشتہ کو مضبوط کر لینے کے بعد اس کی لابی بہت مضبوط ہو چکی تھی اور مرزا رفیع احمد کے خلاف چھوٹی چھوٹی اور معمولی شکائتیں کر کے اس نے اپنا مقام مرزا ناصر احمد کی نظروں میں خوب بنا لیا تھا۔ اس لیے جب مرزا ناصر احمد ایک نوخیزہ دوشیزہ کو ''ام المومنین'' بنا کر راہی ملک عدم ہوئے تو مرزا طاہر احمد کی گدی نشینی میں کوئی روک باقی نہ رہی اور اس نے اقتدار کی باگ ڈور سنبھال کر تمام وہ حربے اختیار کیے' جو اورنگ زیب نے اپنے والد اور بھائیوں کے خلاف استعمال کیے تھے۔ اس ماحول میں پلنے والا مرزا طاہر احمد کس قدر نیک اور پاکباز ہو سکتا ہے' اس کا اندازہ صرف اس ایک مثال سے ہو سکتا ہے' کہ ربوہ میں تعلیم کے دوران ہی مجھے محمد ریاض سکنہ عالم گڑھ ضلع گجرات نے' جو اب فوج میں ہیں' ایک چوکیدار کے حوالے سے بتایا کہ میاں طاہر روزانہ نماز فجر پڑھنے کے بعد ولی اللہ شاہ سابق ناظر امور عامہ کے گھر جاتا ہے اور اس کی لڑکیوں کو سینے کے گنبدوں سے پکڑ کر اٹھاتا ہے۔ اور آخری فقرہ پنجابی میں خود چوکیدار ہی کی زبان میں صحیح مفہوم ادا کرتا ہے کہ ''اوہ حرامزادیاں وی لیریاں ہو کے پیاں رہندیاں نیں''

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ قصہ یہیں تمام ہوا۔ یہ تو ایک ایسا شہر طلسمات ہے کہ اس

کا ہر حصہ طلسم ہوشربا کو بھی شرما کر رکھ دینے والا ہے۔ اور ہندی کا یہ جملہ بلاشبہ اپنے اندر بے پناہ صداقت لیے ہوئے ہے کہ "بڑے گھرانوں کی غلاظتیں بھی بہت ہی بڑی ہوتی ہیں"۔

قادیانی امت کے راہنماؤں کی بداعمالیوں کے بارے میں جب میں حق الیقین کے مرتبے پر پہنچ گیا تو میں نے دنیا بھر کے مسلمان دانشوروں کی چیدہ چیدہ کتب کا بغور مطالعہ شروع کیا کہ قادیانیوں کے اعمال کے بعد ان کے افکار و نظریات کی صحت کا بھی جائزہ لوں تو چند ہی دنوں میں قادیانی افکار و نظریات کا علمی و عقلی بوداپن بھی مجھ پر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا اور خاص طور پر فلسفی شاعر علامہ ڈاکٹر اقبال کے نہرو کے نام خطوط اور تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ کے مطالعہ سے میرا ایمان اس بات پر چٹان کی طرح پختہ ہو گیا کہ ختم نبوت حضور ﷺ کی انٹرنیشنل فکر ہے اور اس کی علت غائی یہ ہے کہ تمام مذاہب کے ماننے والوں کو وحدت خداوندی اور سرکار دو عالم ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے ایک نقطے پر اکٹھا کیا جائے اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں واحد ہے۔ اس لیے اس نے ہر شعبہ حیات میں اپنے انداز میں وحدت کا ایک سفر شروع کر رکھا ہے۔

مذاہب کی دنیا میں اس نے حضرت آدم علیہ السلام سے اس سفر کا آغاز کیا اور جب تک دنیا سفری و مواصلاتی اعتبار سے اس رنگ میں رہی کہ ہر گاؤں، ہر قریہ اور ہر بستی اپنی جگہ ایک الگ دنیا کی حیثیت رکھتی تھی تو ان لوگوں کی طرف قومی اور زمانی نبی تشریف لاتے رہے لیکن جب علم الٰہی کے مطابق حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کے زمانے میں دنیا کا سفر گلوبل ولیج کی جانب شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے تمام سابق انبیاء کرام کی اصولی تعلیم کو قرآن کریم میں جمع کر کے اسے خاتم الکتب بنا دیا اور ان کے اوصاف اور خوبیوں کو نہایت ارفع و اعلیٰ شکل میں حضور ﷺ کی ذات مبارک میں جمع کر کے انہیں خاتم النبیین کے منصب پر سرفراز کر دیا۔ اس لیے جس طرح خاتم الکتب قرآن مجید کے بعد کسی دوسری کتاب کا تصور نہیں کیا جا سکتا، اسی طرح خاتم النبیین کے بعد کسی دوسرے نبی کا تصور نہیں کیا جا سکتا اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کے وحدت ادیان، وحدت انبیاء، وحدت کتب، وحدت انسانیت، وحدت کائنات اور وحدت انفس و آفاق کے اس پروگرام کو ڈائنامیٹ کرنا چاہتا ہے، جو اس نے حضرت آدم سے شروع کیا اور ایسا ہونا ناممکن ہے۔

ان چند سطور کی روشنی میں قادیانیوں کو خود سمجھ لینا چاہیے کہ وہ کتنی گمراہ کن، کتنی خوفناک اور کتنی تباہ کن منزل کی طرف جا رہے ہیں اور اس میں مرزا غلام احمد اور اس کے نام نہاد نظریات کی حیثیت کیا ہے؟ ان نظریات کو سمٹتے اور مٹتے ہوئے ہم خود دیکھ رہے ہیں۔ ان کا مٹنا اور پرچم ختم

نبوت کی سربلندی تقدیر خداوندی ہے اور اسے دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت نہیں روک سکتی۔ قادیانت تو ویسے ہی اب فرنگ کی متروکہ رکھیل بن کر رہ گئی ہے جس کے منہ میں دانت ہیں' نہ پیٹ میں آنت۔ اس لیے اب محض نعرے بازی اور ترقی کا پروپیگنڈا اسے زندہ نہیں رکھ سکتا۔ عملی طور پر بھی اس نے امت مسلمہ کے انتشار میں اضافہ کرنے اور مختلف مذاہب کے بانیوں کے خلاف انتہائی غلیظ زبان استعمال کر کے ان کی باہمی مناقشت کو تیز کرنے کا ''فریضہ'' ہی انجام دیا ہے۔ اس لیے ہر صحیح الفکر آدمی یہ سمجھ رہا ہے کہ جس نام نہاد نبی نے اپنی ۸۶ سے زائد کتب میں برطانوی حکومت کے خلاف ایک لفظ تک نہیں لکھا اور محض اس کی مدح کے قصیدے ہی لکھے ہیں وہ کیا کسر صلیب کر سکتا ہے اور جلد ہی یہ بات قادیانیوں کی سمجھ میں بھی آ جائے گی اور اب مرزا طاہر احمد کو بھی اپنے دادا کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ''ستارہ قیصریہ'' کی طرز پر کوئی تحفہ شہزادہ چارلس کے نام سے کوئی قصیدہ مدحیہ لکھ دینا چاہیے تاکہ ''کسر صلیب'' کا جو کام مرزا غلام احمد کے ہاتھوں ناممکن رہ گیا ہے' وہ مکمل ہو جائے اور قادیانیت کے مذہبی بیگار کیمپ میں غلامی کی زندگی بسر کرنے والے جو ''ہاری'' ایک عرصہ سے یہ راگ الاپ رہے ہیں ؎

جب کبھی بھوک کی شدت کا گلہ کرتا ہوں
وہ عقیدوں کے غبارے مجھے لا دیتے ہیں

ان کی اشک شوئی کا بھی شاید کوئی اہتمام ہو جائے اگرچہ یہ امکانات بہت ہی دور دراز کے ہیں کیونکہ جس امت کے نام نہاد نبی کے لیے حقیقت الوحی کے ڈیڑھ سو کے قریب ''الہامات'' میں سے سو سے اوپر صرف دس روپے کی آمد کے بارے میں ہیں' ان کی دنائت سے اچھی امید کیونکر کی جا سکتی ہے۔ ہاں البتہ یہ کام پاکستان کے انسانیت نواز حلقوں کا ہے کہ وہ اس معاملہ کو ایمنسٹی انٹرنیشنل' ایشیا واچ اور انسانی حقوق کی دوسری تنظیموں کے سامنے اٹھائیں اور قادیانیوں کے اس پروپیگنڈے کا توڑ کریں جو وہ بیرونی دنیا کے سامنے' پاکستان میں اپنے اوپر ہونے والے مصنوعی مظالم کے حوالے سے کر رہے ہیں۔''

BACK
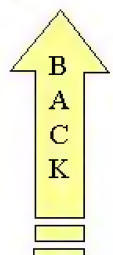
امراض مخصوصہ کا مذہب

سیف الحق۔ جرمنی

"قرآن کریم واضح طور پر فرماتا ہے: لاتجسّسوا ولا یغتب ۔یہ قرآن کریم کا اعجاز ہے کہ ہم اس کو ایک مکمل ضابطہ حیات کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔اس نے شخصی آزادیوں کے تمام قوانین' میکنا چارٹا' انقلاب فرانس' یورپ کی نشاۃ ثانیہ سے قبل 1400 سال پہلے پیش کردیا تھا۔اس سے زیادہ شخصی آزادی کی ضمانت کیا ہوسکتی ہے کہ حکم ہوتا ہے تجسس مت کرو' یعنی کسی طریقہ سے بھی کسی کی جاسوسی' نگرانی مت کرو۔اس کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قادیانی جماعت نے جو جاسوسی سیل قائم کیے ہوئے ہیں کہ ممبران جماعت کی نگرانی کی جائے' اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ یہ ایک منظم سوچ کی پیداوار ہے کہ اس نگرانی کو یہ نام دیا جائے کہ ہم اخلاقی طور پر نگرانی کرتے ہیں کہ کوئی اخلاقی طور پر بُرا کام نہ کرے۔

کیتھولک' چرچ کے بعد دوسرا مذہب ہے' جس نے اپنے پیروکاروں کی اخلاقی شکایتیں نجی معاملات میں سننے کے دفتر قائم کیے ہوئے ہیں جو کہ حقوق انسانی کے سلب کرنے کی اس مہذب دور میں سب سے گھناؤنی کارروائی ہے۔یورپ کے مہذب ملکوں اور معاشرہ میں اس فعل کو انتہائی قبیح اور مذموم قرار دیا جاتا ہے۔حتیٰ کہ شاید آپ کو یاد ہو مشرقی جرمنی کی حکومت کا تختہ صرف اسی وجہ سے الٹ گیا تھا کہ اس نے اپنے باشندوں کی ہر نقل و حرکت کو جو کہ ان کی نجی زندگی سے متعلق تھی' اس کی نگرانی کا کیمروں اور کیسٹوں سے بندوبست کیا ہوا تھا۔اور اسی کی بناء پر ان کے خلاف کارروائی کی جاتی تھی۔ جب قوم پوری طرح اس کا شکار ہوگئی تو ایک دن بغاوت پر اُتر آئی اور دیوار برلن گرگئی۔اصل میں جماعت احمدیہ کو اس پر بھی فخر ہے کہ اس کے پاس جاسوسی کا

ایک ایسا نظام ہے جو کہ حکومتوں کے پاس بھی نہیں۔ یہ بات پاکستان میں اس قدر اثر پذیر ہے کہ بڑے بڑے جگادری سیاست دان بھی اس سے خائف ہو کر جماعت احمدیہ کے حق میں بیان دینے میں ہی عافیت سمجھتے ہیں۔

میں ایک عرصہ سے یورپ میں مقیم ہوں اور اس عرصہ میں یہاں رہ کر ایک اہم بات میں نے نوٹ کی ہے' وہ یہ کہ امن اور شہری آزادیوں کا ڈھنڈورا پیٹ کر مسلم امہ کو تباہ کر کے ایک نئے استعمار کی تعمیر ہی اسلام دشمن یورپی طاقتوں کی سیاست کا محور ہے۔ جب ہم سنتے ہیں کہ اسلام دشمنی میں بدترین شہرت رکھنے والے ملک ''اسرائیل'' میں قادیانی مشن کام کر رہا ہے اور بے شمار قادیانی' اسرائیلی فوج میں ملازمت کر رہے ہیں اور جب یہ پتہ چلتا ہے کہ یورپی ممالک کی عدالتوں سے قادیانیوں کی سیاسی پناہ کی درخواستیں مسترد ہو جانے کے بعد بھی' وہاں کی حکومتیں قادیانیوں کو اپنے ممالک سے نہیں نکالتیں اور پھر جب امریکہ بہادر ہمیں دھمکی دیتا ہے کہ قادیانیوں کو مذہبی آزادی نہ دی گئی تو امداد بند کر دی جائے گی' تو اس امر کی بہ آسانی تصدیق ہو جاتی ہے کہ قادیانیوں کو بلا مبالغہ دنیا بھر کی اسلام دشمن یہودی و نصرانی لابی کی حمایت حاصل ہے۔

بیرونی ممالک میں قادیانی اکثر دُہائی دیتے ہیں کہ پاکستان میں ہم پر ظلم ہو رہا ہے۔ دراصل یہ ڈھونگ' سیاسی پناہ حاصل کرنے کے لیے رچایا جاتا ہے۔ قادیانی ''غیر ممالک میں تبلیغ'' کا بھی ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟ یہ بھی آپ کو بتاتا چلوں۔ برطانیہ میں ان کا مشن 60 سال سے قائم ہے' لیکن قادیانی جماعت یہ نہیں بتا سکے گی کہ اس عرصہ میں وہاں کتنے انگریز قادیانی ہوئے ہیں۔ جرمنی میں تقریباً دس ہزار قادیانیوں نے سیاسی پناہ لے رکھی ہے' جس سے قادیانی جماعت کو کروڑوں روپے کی آمدنی ہو رہی ہے۔ یہاں پر اگر کچھ جرمن قادیانی ہوئے ہیں تو وہ بھی جرمن عورتیں ہیں' جن سے قادیانیوں نے شادیاں کر رکھی ہیں۔

خود قادیانیوں کی ایسے (جھوٹے) نبی مرزا قادیانی سے محبت کا یہ حال ہے کہ جب کسی قادیانی کو سعودی عرب' گلف' ایران یا دیگر کسی ملک میں روزگار کے لیے جانا ہو تو پاسپورٹ پر فوراً مرزا قادیانی پر لعنت بھیج کر دستخط کر دیتے ہیں۔ میرے پاس ان تمام اسلامی ممالک کی لسٹ موجود ہے جہاں قادیانی جماعتیں موجود ہیں۔ کیا ان ممالک میں وہ قادیانی بحیثیت مسلمان پاسپورٹ بنوا کر نہیں گئے؟

دنیا کے کسی نبی نے اپنی نبوت کی بنیاد علم نجوم پر نہیں رکھی' جبکہ مرزا قادیانی نے ایسا کیا۔ جوتشیوں اور نجومیوں کی طرح کل کھی مرجانے اور پرسوں مچھر کا پر ٹیڑھا ہو جانے کے دعوے کیے'

حالانکہ یہ سب کچھ نبوت ربانی سے ہٹ کر ہے۔ خدا کا سچا پیغمبر کبھی بھی اپنی نبوت کی بنیاد علم نجوم پر نہیں رکھتا۔ خود رسول اللہ ﷺ نے مشرکین مکہ کو دعوت اسلام دینے سے پہلے' ان کے سامنے اپنا ایسا کردار پیش کیا کہ وہ آپ کو بدترین مخالفت کے باوجود صادق و امین کا لقب دینے پر مجبور ہوئے۔

بعض راویوں کے بیان کے مطابق ڈنمارک میں مستقل قیام کی خاطر ایک احمدی مبشر احمد (خادم اسلام) نے اپنی ہمشیرہ سے جو ڈنمارک کی مستقل شہریت رکھتی تھی اور عرصہ سے ڈنمارک کے شہری کی حیثیت سے ڈنمارک میں مقیم تھی' سے دستاویز میں ظاہر کیا کہ میں نے اس عورت سے شادی کرلی ہے اور یہ میری بیوی ہے۔ مبشر نے اس غیر شرعی طریقہ سے شہریت حاصل کرنی چاہی' تاکہ ڈنمارک میں مکمل طور پر آباد ہو جائے لیکن بعد میں ڈنمارک کے چند مسلمانوں نے یہ شکایت کردی اور حکومت ڈنمارک نے ان لوگوں کو ملک سے نکال دیا۔ ایسے ہی کئی واقعات کی بناء پر جناب محمد امیر جو کہ چک سکندر کھاریاں کے رہنے والے ہیں' احمدیت چھوڑ کر بقول احمدی علماء ''مرتد'' ہوگیا۔

احمدی عورتوں کو اپنے عقائد کے مطابق صرف احمدیوں سے ہی شادی کرنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ اگر شادی ہو بھی جائے تو پھر دوسرا عذاب تیار ہے۔ یعنی مغربی دنیا میں سیاسی امیگریشن کروانے کا۔ بالخصوص جرمنی میں امیگریشن کروانے والوں کی تعداد دنیا بھر میں احمدیوں کے کسی بھی ایک بلک کی تعداد سے زیادہ ہے۔ یہاں کیا ہوتا ہے' اس کی مکمل روداد سے اگر دنیا کو پتہ چلے تو دین کی خاطر گھر بار چھوڑ کر یورپ میں ہجرت کرنے اور کروانے والوں کی قلعی کھل جائے۔

قادیانیوں کے پاس اس چیز کا کیا جواب موجود ہے کہ جن لوگوں نے غیر ملکی عورتوں سے شادیاں کی ہیں' وہ کسی طریقہ سے اس گوہر مراد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں؟ دنیا کا کوئی آدمی بھی دعویٰ نہیں کرسکتا کہ کسی مغربی عورت سے اس نے شادی کی ہو اور قبل اس کے اس کی شادی ہو جائے' اس نے اس سے ایک آزمائشی عرصہ تک جنسی تعلقات نہ رکھے ہوں۔ اصل میں مغرب کے لوگوں کو مذہب سے لگاؤ ضرور ہے لیکن ایک حد تک وہ مذہب کو اپنی زندگی پر حاوی نہیں ہونے دیتے۔ اگر ہم اس خود فریبی میں مبتلا ہیں کہ پہلے غیر ملکی عورتیں بیعت کرتی ہیں' اس کے بعد مشنری انچارج صاحب ان کو شادی کی اجازت دیتے ہیں تو شاید ہم حقیقت سے فرار اختیار کررہے ہیں اور بیسویں صدی میں اس قدر غلط بیانی اور اخفائے حقیقت کی مثال نہیں ملتی۔

جرمنی میں سیاسی پناہ گزینوں کی امیگریشن کا عرصہ بہت لمبا ہے۔ آخری فیصلہ ہونے

تک 15 سال تک لگ جاتے ہیں۔ اس عرصہ میں وہ عورت جس سے کسی احمدی نے شادی کی ہو' اس کا کیا قصور؟ جتنے عرصہ تک عدالت مقدمہ کا فیصلہ نہیں کرتی' درخواست گزار کو ملک چھوڑنے کی اجازت نہیں۔ بات یہاں پر ختم نہیں ہوتی۔ کسی بھی درخواست گزار کو گارنٹی نہیں ہوتی کہ اس کو مکمل قیام کا اجازت نامہ ملے گا۔ اس صورت حال سے ایک طرح سے نمٹنے کے لیے جرمن عورتوں سے شادی کی کوشش کی جاتی ہے جس کی کامیابی کے لیے ہر وہ پاپڑ بیلا جاتا ہے' جس سے میم صاحب کو رام کیا جاسکے۔ کیا میں احمدی ارباب حل وعقد کو جو یورپ میں رہتے ہیں' اور ایک عرصہ سے یہاں مقیم ہیں' سوال کرسکتا ہوں' کہ کوئی بھی یورپی عورت بغیر ایک ٹیسٹ پیریڈ کے طور پر ایک خاص عرصہ ساتھ گزارنے سے پہلے شادی پر آمادہ ہوسکتی ہے۔ کیا فرماتے ہیں علماء احمدیت بیچ اس مسئلہ میں؟

قادیانی جماعت اس خیال میں ہے کہ غیر ملکوں میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کو سیٹ کروا کر جماعت کی مالی حالت کو مضبوط بنا کر لوگوں کے سامنے جواز پیش کیا جائے کہ جماعت کا بجٹ ہر روز بڑھ رہا ہے لیکن ایک دن آئے گا جب جماعت ایسے ممبران سے ہاتھ دھو بیٹھے گی۔ میں اس کی مثال دیتا ہوں۔ **Reklenghausen** کے شہر میں ایک احمدی ساجد صاحب جو قادیانی فارم بھر کر جرمنی میں بیعت ہوئے' اپنی بیوی سے جھگڑا ہوگیا۔ بشارت احمد محمود مربی جماعت احمدیہ جرمنی' ان کو سمجھانے کی غرض سے ان کے گھر تشریف لے گئے۔ دوچار دفعہ جانے پر ساجد صاحب نے دروازہ نہ کھولا۔ مربی صاحب کے کئی بار جانے پر بالآخر اس نے پولیس کو ٹیلی فون کردیا کہ یہ شخص خواہ مخواہ میرے گھر کے امن میں مداخلت کر رہا ہے۔ پولیس نے بشارت صاحب کو سخت وارننگ دی اور یوں تمام لوگوں کے کیس منظور ہوگئے اور وہ خود بخود ''ساجد'' بن گئے۔

اس بات کے تصور سے میری روح کانپ اٹھتی ہے کہ آزادی اظہار' مذہبی آزادی اور انسانی ضمیر کے ان نام نہاد چمپیئوں کا جب اصلی روپ سامنے آئے گا تو شرم بھی اپنے دروازے بند کرلے گی اور لعنت بھی ان کی منافقت پر لعنت ڈالنا پسند نہیں کرے گی۔

قادیانی جو ایک عالمگیر مذہب کے دعوے دار ہیں' درحقیقت ایک پرائیویٹ طور پر کلیم کیا ہوا مذہب ہے۔ عالمگیر مذہب کے جو اصول' مفکرین مذہب نے متفقہ طور پر تسلیم کیے ہیں' بہت ہی بُعد رکھتا ہے۔ گو حقیقت تلخ ہے لیکن حقیقت سے احتراز تو نہیں کیا جاسکتا۔

دراصل جماعت جو **Sicuritate** اور **Gastapo** بنی ہوئی ہے' اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہاں دن رات ہر آدمی دوسرے آدمی کی جاسوسی کرتا ہے اور حقیقت یہ ہے جو میں دعویٰ

سے کہہ سکتا ہوں کہ جماعت کے لوگوں کی اکثریت' اپنے عقیدہ سے مطمئن نہیں ہے اور بے شمار لوگ میری اس بات کی تصدیق کریں گے۔ لیکن وہ گستاپو کی وجہ سے مظلوم ہیں۔

قادیانی جماعت کے خلیفہ کی سب سے بڑی پرابلم یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو جواب دہ محسوس نہیں کرتا۔ اس جماعت کے پاس سب سے بڑا ہتھیار جو ایٹم بم سے بھی زیادہ خطرناک ہے' وہ ہے جواب دہی سے بریت۔ ہر طبقہ کے احتساب کے لیے ایک ضابطہ ہے لیکن قادیانی جماعت کا سربراہ مادر پدر آزاد اور بے لگام ہے۔

میں ان لوگوں کے لیے خطرہ ہوں جو نام نہاد اولی الامر بنے بیٹھے ہیں اور مخلوق خدا کو متکبرین کی طرح جبر اور تشدد کا نشانہ بنا رہے ہیں اور احبار اور راہبوں کی طرح مخلوق خدا کے اموال کو ہضم کر رہے ہیں اور جو لوگ ان کی نام نہاد سچائی کو للکارتے ہیں' انہیں وہ اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ میرا جرم قادیانیوں کے نزدیک صرف یہ ہے کہ میں نے خلیفہ طاہر احمد کو نام نہاد امیر المومنین کہا ہے۔

مجھے اس طرح کا تاثر دیا گیا کہ جس کو جماعت سرٹیفکیٹ جاری نہ کرے' اس کی نجات کا کوئی ذریعہ نہیں۔ اس کا دین' دنیا سب رائیگاں ہیں۔ وہ دنیا میں رہنے کا حق دار نہیں' دراصل ایک مسلسل پروپیگنڈا کہ احمدی ایک منجی مخلوق ہیں اور دوسرے تمام لوگ فاسق و فاجر ہیں۔ ایک خطرناک رجحان کی عکاسی کرتا ہے۔ یہاں صرف ایک ہی چیز سمجھائی جاتی ہے کہ جو احمدی نہیں ہے' وہ خدا کی مخلوق نہیں ہے۔

آپ حیران ہوں گے کہ یورپ میں کسی کے خلاف عدالت کو یہ مطلع کرنا کہ یہ شخص گاہے بگاہے الکحل نوشی اور قمار بازی کرتا ہے' ایک مذاق سا لگتا ہے کیونکہ یہ خبریں یورپ کے معاشرہ کا جزو ہیں۔ لیکن ایک ایسی جماعت جو صرف شعائر اسلامی کی حفاظت کی خاطر اپنا ملک' گھر بار چھوڑ کر یورپ کی حسین وادیوں میں پناہ گزین ہو' جس کے سربراہ کا شعائر اسلامی کی حفاظت میں ٹسوے بہانا' کیسٹوں' پمفلٹوں' کتابوں' بینروں' اشتہاروں اور مباہلہ میں اس کو نشر کیا جانا' جو صرف اور صرف اپنے تئیں محافظِ اسلام' حقیقی اسلام اور اس اسلام کے دعوے دار ہوں جس کا اعلان کرتے کرتے ان کا گلا نہ سوکھتا ہو' جو اپنے جوانوں کی مثال معصوموں سے اور خود کو امیر المومنین کہلواتا ہو۔ اس کی جماعت ناجیہ سے اگر افعال قبیحہ و شنیعہ سرزد ہوں تو یہ نہایت قابل مذمت بات ہے۔ اسلام صرف اس بات کا نام تو نہیں کہ پاکستان سے باہر نکل کر مسلمانوں اور پاکستان کی حکومت کے خلاف کوئی فرد جرم باقی نہ رکھی جائے لیکن عملاً حقیقی اسلام کے وارث کیا گل

کھلاتے ہیں؟ ان کی اصلاح کی خاطر آواز بلند کرنے والے کو بذریعہ پولیس ملک سے خارج اور جماعت سے باہر نکال دینے کی کارروائی شروع کردی جائے۔

میرے بار بار احتجاج کرنے پر کہ نوجوان احمدی کچھ ایسے کام کر رہے ہیں جس سے جماعت اور اسلام کی بدنامی ہوتی ہے۔ میں نے مرزا طاہر احمد کو کئی خط لکھے کہ ہم احمدی پاکستان سے اس لیے ہجرت کر کے آئے ہیں کہ ہماری طریق عبادت اور روایات مذہبی کو پاکستان میں خطرہ ہے' ان ہی روایات کو ہمارے اکثر احباب پامال کر کے احمدیت یعنی ''حقیقی اسلام'' کی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں۔ میرے پاس امیر صاحب کے خطوط موجود ہیں جن میں انہوں نے فرداً فرداً مجھے ان اصحاب (عبدالسلام' بشارت احمد محمود وغیرہ) کے خلاف کارروائی کا یقین دلایا مگر آج تک کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔

ہم یورپ میں رہ رہے ہیں۔ جب ہم تبلیغ ''سلسلہ عالیہ احمدیہ'' کرتے تھے تو اس سلسلہ میں جن کو تبلیغ کی جاتی تھی' ان کے اعتراضات کے جواب بھی دینے پڑتے تھے۔ مثلاً میرے جرمن ایک لٹریری آدمی ہیں اور مذہبا (Atheist) ہیں۔ فرانسیسی ادیب (Albert Camas) کے مداح ہیں' اور یہاں کے تعلیم بالغاں کے کالج میں جرمن زبان کے علاوہ کئی غیر ملکی زبانوں کے لیکچرار ہیں۔ ان سے اکثر ''سلسلہ عالیہ'' کی بابت' بات چیت ہوتی رہتی تھی۔ انہوں نے ایک جرمن کتاب "Reneicense des Islams" جس کے مصنف مشہور پروفیسر ڈاکٹر عادل تھیوڈر خوری ہیں' جن کا اسلامی دنیا میں ایک خاص مقام ہے۔ گو وہ لبنانی عیسائی (مارون فرقہ سے تعلق ہے) ہیں۔ ان کا' ترجمہ قرآن کریم 10 جلدوں میں جرمن زبان میں شائع ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر خوری نے لکھا ہے احمدی اپنے موقف میں کفن مسیح کے حوالے دے کر وفاتِ مسیح کے حق میں دلائل دیتے ہیں اور بڑی شد و مد کے ساتھ اس کو اپنے موقف میں پیش کرتے ہیں۔ لیکن اچانک 1988ء میں سوئٹزرلینڈ کے ماہرین نے اس (Turines Grabtuch) یعنی اٹلی کے شہر تورین میں واقع اس مشہور کفن کو ایک نقل قرار دیا' تو میرے استاد نے مجھے اس کفن کی مکمل اور جامع فوٹو دی اور کہا کہ اب جب کہ کفن جعلی قرار دیا جا چکا ہے' تمہاری جماعت کیا کہتی ہے؟

میں نے مقامی صدرِ جماعت احمدیہ سے اس بارہ میں معلومات حاصل کرنا چاہیں لیکن وہ بھی حواس باختہ ہو کر کہنے لگے کہ جماعت کا اس پر بہت انحصار تھا۔ اب تو مجھے بھی پتہ نہیں کہ اس کا کیا بنے گا؟ میں نے مرزا طاہر کو خط لکھا لیکن جواب ندارد۔ دراصل اس سلسلہ میں قادیانی جماعت کا عقیدہ Spebulatis ہے' اس لیے ان تمام پاپڑوں کے بیلنے کی ضرورت پیش آتی

ہے۔

مشہور جرمن فلسفی Ludueig Fever Bach اپنی کتاب (Das Wesen des Christentums) یعنی ''عیسائیت کی روح'' میں مذہب اور سچائی کی پرکھ کے متعلق لکھتا ہے:

ترجمہ: ''بائبل اخلاق سے متصادم' عقلِ سلیم سے متصادم' خود اپنے آپ سے متصادم نظریات کی حامل ہے۔ یہ تضاد ایک نہیں' بے شمار مرتبہ بائبل میں ہے۔ سچائی متضاد اور متصادم نہیں ہوسکتی اور نہ ہی سچائی کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ متصادم ہو۔''

قادیانی جماعت کے عقائد اور مرزا قادیانی کے دعاوی میں بے شمار تضادات ہیں اور یہ سچائی سے بعید ہیں اور اس قدر بعید کہ اس کی ایک نہیں ہزاروں مثالیں ہیں۔ میرے خیال میں تضادات کے مجموعہ کا نام ''تعلیماتِ احمدیہ'' ہے۔ اسی لیے اس جماعت کو اپنے ممبروں کی نگرانی کی ضرورت پڑتی ہے کہ وہ بھی اس چیز سے' عقیدہ سے' خیال سے' مطمئن نہیں جن کا پرچار کرتے ہیں۔ اسی تضاد کی وجہ سے سوسال پرانے تضادات کے جواب وہ آج بھی مکمل نہیں کرسکے' کیونکہ ہر تضاد کے جواب کے بعد نیا تضاد پیدا ہو جاتا ہے۔

قادیانیوں کا غیر ممالک میں لٹریچر شائع کرنا اور پھر پاکستان میں دم توڑتے ہوئے قادیانیوں کو جھوٹی تسلیاں دینے کے لیے بڑے دھوم دھڑکے سے یہ کہنا کہ ہم نے فلاں زبان میں اتنا لٹریچر شائع کروایا ہے' کی حقیقت کیا ہے؟ کسی بھی مغربی ملک کی بڑی سے بڑی بک شاپ پر چلے جائیں' قادیانیوں کی کوئی کتاب آپ کو نہیں مل سکے گی۔ خانہ ساز نبوت کی طرح ان کی کتابیں بھی ان کے گھروں سے باہر نہیں نکل سکیں--- پھر دہائی دیتے ہیں کہ ہم نے جرمن' فرنچ' لاطینی اور انگریزی زبان میں قرآن مجید کے تراجم شائع کیے ہیں' حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان تمام زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کے کثیر تعداد میں نسخے پہلے سے موجود تھے--- ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے اپنے تحریف شدہ قرآن پاک کے تراجم شائع کروائے ہوں۔

پاکستان میں سادہ لوح قادیانیوں کو کروڑوں کے حساب سے بجٹ دکھا کر یہ تسلی دی جارہی ہے کہ چونکہ جماعت کا بجٹ بڑھتا جارہا ہے' اس لیے ترقی ہو رہی ہے' حالانکہ غور طلب پہلو تو یہ ہے کہ جس جماعت کی سرپرستی یہودی لابی اور استعماری طاقتیں کر رہی ہوں' اس کا بجٹ کیسے کم ہوسکتا ہے۔ قادیانیوں کے خلیفہ مرزا طاہر کے پاس قادیانیت میں کشش پیدا کرنے کے لیے ایک ہی ہتھیار رہ گیا ہے کہ مسلمانوں کو قادیانیت کا لالچ دے کر اور دم توڑتے ہوئے قادیانیوں کو

سنبھالا دینے کے لیے انہیں غیر ممالک' بالخصوص یورپ' امریکہ' کینیڈا وغیرہ میں سیٹ کر دیا جائے۔

جرمنی کی عدالتیں تو بہت حد تک قادیانیوں کو سیاسی پناہ دینے سے گریز کرتی ہیں' لیکن بین الاقوامی سطح پر مغربی ممالک کی حکومتیں غالباً یہودی اور عیسائی لابی کے دباؤ یا کسی اور مصلحت کے پیش نظر' نہ صرف قادیانیوں کو برداشت کرتی ہیں' بلکہ ان کی ہر ممکن سرپرستی بھی کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جرمنی میں کسی قادیانی کو سیاسی پناہ کا کیس خارج ہونے پر بھی ملک بدر نہیں کیا جاتا' جبکہ اس کے برعکس دیگر تمام غیر ملکیوں کو ملک بدر کر دیا جاتا ہے۔ یہاں جرمنی کے سب سے بڑے صوبے N.R.W کی ہائی کورٹ نے آج تک کسی قادیانی کو سیاسی پناہ نہیں دی۔ وہ آج تک اس موقف پر قائم ہے کہ اگر قادیانیوں کو مسلمانوں سے تکلیف ہوتی ہے تو مسلمانوں کو بھی' جو اکثریت میں ہیں' احمدیوں کے عقائد کی وجہ سے دل آزاری ہوتی ہے۔ میں عرصہ سات سال سے اس تمام صورت حال کا بڑی تفصیل سے جائزہ لے رہا ہوں اور بالآخر اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ قادیانی امریکہ اور اسرائیل کے دست و بازو ہیں' کیونکہ امریکہ اور اسرائیل کو عالم اسلام کے قلب میں یہود کا خنجر گھونپنے کی سازش صرف اس فتنہ قادیانیت کے ذریعے ہی پوری ہوتی نظر آ رہی ہے۔

الغرض ان ممالک میں عیسائی و یہودی سرپرستی کے باوجود قادیانی غبارے سے ہوا نکل چکی ہے۔ قادیانی جماعت جب بلند بانگ دعوے کرتی ہے کہ فلاں ملک میں یہ کیا' فلاں ملک میں یہ کیا تو یہ صرف ''ڈوبتے کو تنکے کا سہارا'' دینے والی بات ہوتی ہے۔ جہاں ان کے قدم نہ جمیں یا ان کا دعویٰ غلط ثابت ہو جائے تو کہہ دیتے ہیں کہ فلاں خلیفہ نے کہا تھا کہ اس سرزمین پر خدائی رحمت نہیں ہوگی۔ اس کی مثال عرض کرتا چلوں کہ فرانس میں قادیانی جماعت کا وجود نہ ہونے کے برابر ہے کیونکہ وہاں مراکش' الجزائر اور تیونس وغیرہ سے مسلمانوں کی ایک خاص تعداد موجود ہے اور ان کے پروپیگنڈا کے امکان معدوم ہو گئے ہیں۔ اس کے متعلق قادیانی اخبارات نے لکھا کہ حضرت مصلح موعود (مرزا بشیر الدین) نے پیشین گوئی کی تھی کہ ''پیرس کی سرزمین احمدیت کی برکت سے محروم رہے گی۔'' دراصل قادیانیوں کے پاس منافقت کا مہلک ہتھیار ہے' جس سے انہوں نے عالم اسلام پر گہرے وار کیے ہیں اور کر رہے ہیں۔ میں نے مرزا طاہر اور دیگر قادیانی رہنماؤں کو کئی خطوط لکھے ہیں' لیکن آج تک میرے کسی بھی خط کا جواب نہیں دیا گیا۔ جرمنی میں جہاں میں کام کرتا ہوں' وہاں اور بھی پاکستانی کام کرتے ہیں' جن میں چند قادیانی بھی ہیں۔ پاکستانی مسلمان مجھ سے کہتے ہیں کہ مرزائی تم کو قتل کروا دیں گے' تم ہوشیار رہا کرو۔ میں نے ان سے کہا کہ میں کوئی مرزا طاہر ہوں جو بلٹ پروف جیکٹ پہن کر پھرتا رہوں۔ مجھے یقین ہے کہ

قادیانی جماعت کے بزدل کارکنان میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اس دیار غیر میں اگر میں اکیلا ہوتا تو بہت پہلے ان کے ہاتھوں لٹ چکا ہوتا' لیکن میں یہاں تنہا نہیں کیونکہ میرا ایمان ہے کہ جو شخص عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے کام کرتا ہے' اس کی پشت پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہاتھ ہوتا ہے۔

اصل میں قادیانیوں نے مسلمانوں کو حالات کے تانے بانے میں پھنسا رکھا ہے اور خود مسلمانوں کی فروعی اور اختلافی باتوں سے فائدہ اٹھا کر امت مسلمہ کے لیے دنیا بھر کے اسلام دشمنوں سے زیادہ نقصان دہ ثابت ہو رہے ہیں۔ مغربی ممالک میں پاکستان ہی نہیں' دنیا بھر کے مختلف ممالک کے لوگ سیاسی پناہ کی درخواستیں دیتے ہیں' لیکن آج تک پاکستان کے علاوہ کسی بھی اسلامی ملک سے اس بنا پر کسی نے سیاسی پناہ کی درخواست نہیں دی ہوگی کہ اس کو مسلمانوں یا اسلام کی تعلیمات سے خطرہ ہے۔ یہ بدقسمتی نہیں تو اور کیا ہے کہ یہ "سعادت" اہالیانِ پاکستان کے حصے میں آئی۔ اسلام دشمن استعماری طاقتوں نے پوری دنیا میں مسلم طاقتوں کو اپنے پنجے میں جکڑنے کے لیے اپنے گماشتے پھیلا رکھے ہیں۔ پاکستان میں ان استعماری طاقتوں کے مفادات کے محافظ قادیانی ہیں۔ یہ لوگ رہتے پاکستان میں ہیں' ان کی جائیدادیں پاکستان میں' ان کے عزیز و اقارب پاکستان میں' لیکن ہر وقت پاکستان کے لیے برا سوچنا' برا مانگنا اور پاکستان کے خلاف پروپیگنڈا کرتے رہنا' ان کے فرائض میں شامل ہے۔ مسلمانوں کے آپس میں اختلافات اور نفاق کی بدولت یہ فتنہ اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ اب ان کا ہاتھ مسلمانوں کے گریبان تک پہنچ رہا ہے اور ہر وقت ان کی کوشش ہوتی ہے کہ مغربی ممالک کو مسلمانوں اور پاکستان کے خلاف کیا جائے' جبکہ دوسری مغربی طاقتیں تو چاہتی ہی یہی ہیں کہ مسلم ممالک میں افراتفری رہے۔ پاکستان میں ان کو اور کوئی صورت نظر نہ آئی تو اس فتنہ کو' جو کہ خود ان کی پیداوار تھا' اس کام کے لیے تیار کیا۔ انگریزوں نے ان کو پاکستان لانے کی سازش کی۔ افسوس تو اس بات پر ہے کہ قادیانی اب بھی اپنے مردے ربوہ میں امانتاً دفن کرتے ہیں اور موقع ملنے پر قادیان لے جانے کے خواہش مند ہیں۔ ان کے سابق نام نہاد خلیفہ مرزا محمود کی قبر پر اس کی وصیت کا ایک کتبہ بھی لگا دیا گیا تھا' جسے بعد میں مسلمانوں کے احتجاج پر اتار دیا گیا۔ اس طرح کے واقعات کے بعد واضح ہو جاتا ہے کہ قادیانی اس ملک کے کتنے وفادار ہیں۔ بیرون ملک رہتے ہوئے قادیانی رہنماؤں کے بیانات' تاثرات اور سرگرمیوں کا بھرپور جائزہ لینے کے بعد میں تو اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ قادیانی کبھی بھی پاکستان کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔

میں اہل پاکستان سے اپیل کروں گا کہ وہ قابل مذمت سرگرمیاں جو اسلام کے نام پر جماعت احمدیہ کر رہی ہے' کیا اسی طرح خاموش تماشائی بن کر دیکھتے رہیں گے۔ دنیا بھر میں یہ شرف صرف اسلامی جمہوریہ پاکستان کو ہی حاصل ہے کہ وہاں سے آ کر مغربی دنیا میں سیاسی پناہ حاصل کرنے والے اسلام اور پاکستان کے نام کو بدنام کر کے سیاسی پناہ کی درخواست داخل کرتے ہیں۔ دنیا کا کوئی اسلامی ملک ایسا نہیں جس کے باشندے یہ کہہ کر کسی سیاسی ملک میں سیاسی پناہ کی درخواست کرتے ہوں کہ ہمیں اسلام اور مسلمانوں سے خطرہ ہے۔ اسلام کو بدنام کروانے کا شرف صرف اسلامی جمہوریہ پاکستان کو حاصل ہے۔ میرے پاس عدالتوں کے تحریری ثبوت ہیں کہ خود جرمن عدالتوں کو مجبور ہونا پڑا کہ وہ احمدیوں سے سوال کرتی ہیں کہ کیا ایک ریاست اپنی اکثریتی آبادی کے مذہبی جذبات کا تحفظ کرنے کی پابند نہیں؟ کیا عقائد احمدیہ سے ان کی دلازاری نہیں ہوتی؟ احمدی خود اپنے لیے جس چیز کا مطالبہ کرتے ہیں' دوسروں کے لیے اس سے برعکس کارروائی کرتے ہیں۔ جب احمدی اپنے آپ کو مسلمانوں سے علیحدہ فرقہ سمجھتے ہیں تو ان کو مسلمانوں کے رسم و روایات اور تہذیب و ثقافت پر دعویٰ کا کوئی حق نہیں۔ یہ کوئی جنگل کا قانون تو نہیں ہے کہ جس کے جی میں جو آئے' کہے کہ یہ تو میرا ہے۔

1400 سالہ روایات' رسوم' طریق عبادت جس مذہب کے ہیں' جنہوں نے اس کی حفاظت کی' جانیں دیں' مال گنوائے' تکلیفیں اٹھائیں' ان کا کوئی حق نہیں۔ اور ایک اٹھائی گیر گھر میں داخل ہو کر کہے کہ گھر میرا ہے۔ کیا آپ اس بات کا تصور کر سکتے ہیں کہ ایک آدمی بچہ اغوا کرنے کے بعد یہ دلیل دے کہ میں اس بچے کی' اس کی ماں سے زیادہ اچھی حفاظت کر سکتا ہوں۔

ایک اور خاص بات جو کہ اسلامی قانون دانوں کے کرنے کی ہے کہ علماء احمدیت کو بذریعہ عدالت پابند کیا جائے کہ وہ اپنے عقائد کے اعتبار سے بتائیں کہ فرقہ لاہوریہ اور فرقہ قادیانی کے نزدیک ایک احمدی ہونے کی کیا شرائط ہیں؟

دوسرا اہم کام یہ ہے کہ قادیانیوں کو خود تمام مسلمان دعوت دیں کہ وہ اپنی ہی تحریروں کے مطابق مسلمانوں میں سے نہیں ہیں۔ وہ اپنی اصلی حیثیت کو قبول کر کے پاکستان کے تمام پُرامن شہریوں کی طرح اس ملک میں رہیں جس کے وہ باشندے ہیں۔

بیرونی ممالک میں جہاں تک قادیانیوں کی اخلاقی حالت کا تعلق ہے--- میرا قلم اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ میں اس پر تفصیل سے روشنی ڈال سکوں۔ پاکستان میں یہ اخلاق کے درس دیتے ہوئے نہیں تھکتے۔ نام نہاد ''امیر المومنین'' مرزا طاہر' اسلام کی خاطر ٹسوے بہاتا نظر

آئے گا' لیکن قادیانیوں کی اخلاقی حالت دیکھ کر شاید اسے کبھی رونا نہیں آیا۔ سنا ہے ربوہ میں قادیانی جماعت سینما نہیں بننے دیتی' لیکن یہاں جرمنی میں ہر نئی فحش اور غیر اخلاقی فلم' جو انڈیا سے یہاں پہنچتی ہے' قادیانی جماعت کے صدور صاحبان کے گھروں میں جا کر دیکھی جاسکتی ہے۔ میرے پاس یہاں کی قادیانی جماعت کے ایک ذمہ دار فرد کی تصویر موجود ہے' جس میں وہ جام ہاتھ میں لیے کھڑے ہیں۔ ایک اور قادیانی خاتون کی تصویر بھی میرے پاس محفوظ ہے' جو ہندوستانی ساڑھی میں ملبوس غیر محرم افراد کے جھرمٹ میں اخبار کی زینت بنی ہوئی ہیں۔ یہ صاحبہ نائیجیریا میں قادیانی جماعت کے سربراہ' ڈاکٹر عبدالرحمٰن بھٹہ کی صاحبزادی ہیں۔ ماتھے پر صرف ایک تلک کی ضرورت ہے ورنہ ہندو ہیں۔ یہ ہے مرزا طاہر کی خدمت ''اسلام''۔ آج کل میلوں اور تہواروں کے موقع پر دکان سجاتی ہیں' جہاں سے شرابیوں اور غنڈوں کے ہاتھوں سودا فروخت کر کے ''اسلام'' کی خدمت سرانجام دے رہی ہیں۔ مرزا طاہر احمد نے یورپ اور دیگر امیر ممالک میں قادیانیوں کو سمگل کرنے کا جو پروگرام بنایا ہوا ہے' اس میں اس نے تمام اخلاقی قدروں کو فراموش کر دیا ہے۔

میں تو ابھی تک نہیں جان سکا کہ جب قادیانی اپنی نوجوان لڑکیوں کو پاکستان سے سمگل کر کے جرمنی میں لاتے ہیں تو اس سے ''اسلام'' کی کونسی خدمت سرانجام دیتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ سب کچھ مملکت خداداد پاکستان کو بدنام کرنے کے لیے ایک طے شدہ منصوبے کے تحت کیا جارہا ہے۔ سور کے گوشت اور اس سے بنی ہوئی چیزوں کی خرید و فروخت کی دکانیں قادیانیوں کی ہیں۔ بے حیائی میں تو انگریز بھی ان سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ گرل فرینڈز کا رواج ان میں عام ہے۔ مغربی ممالک کے حالات سے معمولی واقفیت رکھنے والے افراد بھی یہ جانتے ہوں گے کہ مغربی عورتیں کسی بھی مرد کے ساتھ دو سال کا عرصہ گزارنے سے پہلے شادی نہیں کرتیں۔ ان کو کسی ترقی پذیر ملک کے افراد سے کیا مفاد ہوسکتا ہے' صرف اور صرف جنسی تسکین۔ اسلام کے نام پر مگرمچھ کے آنسو بہانے والے مرزا طاہر کو اس بات کی خبر تو ہوگی کہ جرمنی کی خواتین اور جرمنی میں موجود پاکستانی قادیانیوں کے درمیان طے پانے والی شادیاں اسی فرینڈشپ کی بنیاد پر ہوتی ہیں اور یوں جرمنی میں مقیم قادیانی شادی سے پہلے غیر ملکی خواتین کے ساتھ ڈیڑھ دو سال کا عرصہ گزار کر زنا کے مرتکب ہوتے رہے ہیں۔

حال ہی میں روزنامہ ''جنگ'' لندن اور لاہور (پاکستان) نے اپنی اشاعت 28,14 اور 30 نومبر 1991ء میں لندن کے نائٹ کلب میں ''عریاں شو'' پیش کرنے والی نوجوان قادیانی لڑکیوں کے بارے میں تہلکہ آمیز انکشافات کیے ہیں۔

''جنوبی لندن کے نائٹ کلبوں میں برہنہ ڈانس کرنے والی زرینہ رمضان (قادیانی) اور قمر اشرف نے اخبارات میں اپنی تشہیر کے بعد نائٹ کلبوں اور نجی تقریبات میں اپنی بے حیائی کو منظر عام پر لانے کی بکنگ کا معاوضہ چار گنا کر دیا۔ تین سالوں میں چار لاکھ پاؤنڈ کمایا جبکہ جون 92ء تک مختلف کلبوں اور نجی تقریبات کے لیے بک کی جاچکی ہیں۔ اس بکنگ کے حساب سے ان کی مجموعی آمدن ایک کروڑ پاؤنڈ تک جا پہنچے گی۔ 24 سالہ زرینہ رمضان اور 19 سالہ قمر اشرف دونوں سہیلیاں ہیں اور ان کے آباؤ اجداد کا تعلق پاکستان سے ہے۔ زرینہ رمضان کا والد ملتان کا رہنے والا ہے جو 1960ء میں ترک وطن کر کے لندن چلا گیا تھا' جہاں زرینہ کی پیدائش ہوئی۔ 1984ء میں زرینہ نے والد کے انتقال کے بعد مختلف اداروں میں ملازمت اختیار کی۔ اس دوران اس کی دوستی ایک نوجوان سے ہوگئی۔ دوستی شادی کے بندھن میں بدل گئی' لیکن زرینہ کی آوارہ مزاجی اصلاح کی راہ پر نہ آسکی اور یوں دونوں میں علیحدگی ہوگئی۔ کچھ عرصہ بعد زرینہ رمضان نے اپنی پسند سے دوسری شادی کی لیکن یہ بندھن بھی ٹوٹ گیا۔ تب زرینہ رمضان نے اپنی سہیلی قمر

اشرف کے ہمراہ نائٹ کلبوں میں رقص کرنے والی لڑکیوں سے رابطہ کیا۔ انہوں نے کلب انچارج

ڈانس ماسٹر اور دو برطانوی عورتوں سے انہیں ملوایا جو باقاعدہ ڈانس کی تربیت بھی دیتی ہیں۔ چار ماہ کے تربیتی کورس کے ساتھ ہی زرینہ رمضان اور قمر اشرف نے نائٹ کلبوں میں باقاعدہ رقص شروع

کر دیا۔ تین سال کے عرصہ میں نائٹ کلبوں میں ڈانس کر کے دونوں سہیلیوں نے تقریباً چار لاکھ پاؤنڈ کمائے اور جب ان کی مانگ ذرا کم ہوئی تو دونوں نے نائٹ کلبوں میں ڈانس چھوڑ کر ساؤتھ ہال کے ایک فلیٹ کے ڈرائنگ روم میں' جو بھارتی کمپیوٹر آپریٹر کی ملکیت ہے' برہنہ ڈانس کر کے اپنی بے حیائی کی انتہا کر دی۔ بے حیائی کے اس شیطانی پروگرام میں داخلہ کی فیس سو پاؤنڈ فی کس کے حساب سے مقرر کی گئی' جبکہ ہر تماشبین پر یہ شرط عائد کی گئی کہ وہ کم از کم دو سو پاؤنڈ لے کر پروگرام دیکھ سکیں گے اور پروگرام کے دوران یہ دو سو پاؤنڈ انہیں زرینہ رمضان اور قمر اشرف پر نچھاور کرنا ہوں گے۔ شیطانی رقص کا پہلا پروگرام ایک گھنٹہ 45 منٹ تک جاری رہا اور اسے دیکھنے والوں کی مجموعی تعداد 45 افراد پر مشتمل تھی' جس میں کلب انچارج' رقاص اور منتظم برطانوی عورتیں شامل تھیں۔ پروگرام میں بھارتی اور پاکستانی فلمی گانوں پر زرینہ رمضان اور قمر اشرف رقص کرتی رہیں۔ پروگرام کی ابتدا ''میرا لونگ گواچا'' سے کیا گیا۔ قمر اشرف نے اس گانے کی دھن پر پاکستان کے روایتی دلہن والے لباس میں رقص کیا۔ اس نے لہنگا' دوپٹہ اور چوڑیاں پہن رکھی تھیں جبکہ تماشبین جام سے جام ٹکرا رہے تھے۔ پہلے دو گانوں پر قمر اشرف نے رقص کیا جبکہ زرینہ رمضان نے اپنے رقص کی ابتدا ''بجاؤ سب مل کے تالی کہ آئے ناچنے والے'' سے کی۔ اس دوران تماش بینوں کی بدمستیاں عروج پر تھیں اور وہ بے تحاشا پاؤنڈ نچھاور کیے جا رہے تھے اور زرینہ رمضان اپنے پاؤں کی انگلیوں سے پاؤنڈ اٹھاتی رہیں۔ اس پروگرام میں دونوں سہیلیوں نے 19 گانوں پر رقص کیا اور مجموعی طور پر چھ بار لباس بدلا اور یوں لباس بدلتے بدلتے بے لباس ہوتی چلی گئیں۔ قمر اشرف نے برہنہ رقص کی ابتداء پروگرام کے 13 ویں گانے ''آج جمعہ ہے'' سے آغاز کیا اور یوں دونوں سہیلیوں نے سات گانوں پر اپنی بے حیائی سے شیطان کو بھی مات دے دی۔ بے حیائی کے اس پروگرام کے تماش بینوں میں 9 پاکستانی' 18 ہندوستانی اور باقی برطانوی شہریت رکھنے والے مرد اور عورتیں موجود تھیں۔ پروگرام کے دوران دو برطانوی عورتیں فاتحانہ شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ جام پر جام چڑھائے جا رہی تھیں۔ پروگرام کے اختتام پر زرینہ رمضان اور قمر اشرف کو بحفاظت ان کی رہائش گاہ پر پہنچا دیا گیا۔ تب سے اب تک وہ لندن کے نائٹ کلبوں اور نجی تقریبات کے لیے بک ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ زرینہ رمضان کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہ قادیانی ہے اور ماں بیٹی نے محض پاکستان اور مسلمانوں کو بدنام کرنے اور دولت سمیٹنے کے لیے بے حیائی کے ان پروگراموں کی بکنگ کا حتمی فیصلہ کر لیا ہے' جبکہ برطانیہ میں موجود ہزاروں پاکستانی گزشتہ تین ماہ سے ان کو قتل کرنے کی کوشش میں ہیں۔ دوسری طرف برطانوی پولیس نے رسوائے

زمانہ' شاتم رسول' سلمان رشدی کی جان کی حفاظت کے ساتھ زرینہ رمضان اور قمر اشرف کی حفاظت کا بھی ٹھیکہ لے لیا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کی دل آزاری کا سامان موجود رکھنے کا عزم کر رکھا ہے۔"

"زرینہ رمضان نے جس کا جسم اپنے انتہائی مختصر سے کپڑوں میں سے باہر نکلتا جا رہا تھا یہاں ایک ملاقات میں کہا کہ:

"میں خواتین کی آزادی کے لیے جدوجہد کر رہی ہیں۔ مجھے اپنے فن' پیشہ اور کام پر فخر ہے۔ میں اس سے لطف اندوز ہوتی ہوں۔ مجھے رقص سے محبت ہے اور جب میں اپنے تھرکتے ہوئے جسم پر سے آہستہ آہستہ کپڑے اتارتی ہوں تو مجھے بہت مزہ آتا ہے۔" "زرینہ کا کہنا ہے کہ آخر لوگوں کو کیا تکلیف ہے۔ یہ میری زندگی اور میرا جسم ہے' میں اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزاروں گی۔"

"قمر اشرف نے بھی اس بات کی تصدیق کی ہے کہ وہ بے شک اپنے جسم کو کچھ وقت کے لیے دوسروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتی ہیں' لیکن وہ صرف اپنی پسند کے افراد کو ہی ایسا کرنے کی اجازت دیتی ہیں اور بعض اوقات وہ کسی ناپسندیدہ شخص کی طرف سے ایک ہزار پاؤنڈ کی پیشکش بھی ٹھکرا دیتی ہیں۔"

زرینہ رمضان اور قمر اشرف نے صرف انگلستان ہی میں نہیں' بلکہ پوری دنیا میں عالم اسلام کا سر شرم سے جھکا دیا ہے۔ کیا اسے مسلم تہذیب کے جنازے سے معنون کیا جانا چاہیے؟ برطانیہ کے دو بڑے اخبارات' دی ٹائمز" اور "ڈیلی ٹیلی گراف" نے اس واقعہ کو شہ سرخیوں اور متعلقہ لڑکیوں کی نیم برہنہ تصویروں سے ساری دنیا میں مشتہر کر دیا۔

بی بی سی لندن نے اپنے ہمیشہ کی طرح مسلم دشمن رویے سے مغلوب ہو کر اس کی خوب خوب اشتہار بازی کی' تا آنکہ برطانوی مسلمانوں کو باقاعدہ کارپردازان بی بی سی سے احتجاج کرنا پڑا۔ "ٹائمز" اور "ڈیلی ٹیلی گراف" نے کسی عیسائی' یہودی' ہندو اور دوسرے مذاہب کی رقاصاؤں کو کبھی بھی اس منضبط انداز میں مشتہر نہیں کیا' جس طرح کا رویہ ان دونوں پاکستانی نژاد قادیانی لڑکیوں سے رکھا گیا۔ کیا مغربی پریس اس واقعہ سے ملعون رشدی کے قتل کے فتویٰ کے خلاف عالم اسلام کے غیظ و غضب کا بدلہ لینا چاہتا ہے؟

ممکن ہے بہت سے لوگ میری ان باتوں پر یقین نہ کریں اور میری ان باتوں کو کسی عناد یا بغض کی وجہ قرار دیں' لیکن اس امر کی وضاحت میں پہلے ہی کر چکا ہوں کہ میرا قادیانیوں سے کوئی ذاتی اختلاف نہیں۔ میں اگر ان کے مکروہ چہرے سے پردہ سرکا رہا ہوں' تو اس کا مقصود اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ وہ سادہ لوح قادیانی' جو تذبذب کا شکار ہیں اور قادیانی جماعت کی حقیقت سے ناآشنا ہیں' مرزا قادیانی پر دو حرف بھیج کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ناطہ جوڑ لیں۔ میں نے قادیانی جماعت کے ساتھ ایک عرصہ گزارا ہے۔ اپنے دور قادیانیت کے عرصہ میں' میں نے خود مرزا طاہر اور جماعت کے رہنماؤں کی توجہ اس معاملے کی طرف دلائی۔ میرے پاس جرمنی کی قادیانی جماعت کے امیر کا ایک خط بھی موجود ہے' جس میں انہوں نے اس امر کا اعتراف کرتے ہوئے اس رجحان کو روکنے کی یقین دہانی کروائی ہوئی ہے' ویسے بھی میں اگر قادیانیوں کی اخلاقی حالت کے متعلق کچھ گفتگو کرتا ہوں تو یہ کچھ غلط بھی نہیں۔ بقول شاعر ؎

ہم ہر اِک شوخ کا اندازِ نظر جانتے ہیں
ہم نے اِک عمر گزاری ہے صنم خانے میں
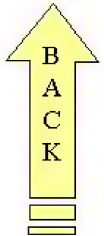
احمقوں کی جنت

جی آر اعوان

ہر شخص کے ماضی میں یادوں کا ایک جہاں آباد ہوتا ہے۔ ذہن کا کمپیوٹر آن ہوتے ہی بیتے دنوں کا لحہ لحہ نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے۔ میرے ایام رفتہ بھی یادوں سے بھرے پڑے ہیں۔ بے شمار تلخ و شیریں یادیں بھلائے نہیں بھولتیں۔ پھر قدرت نے انتہائی کمال کا حافظہ دیا ہے کہ اک ذرا غور کی دیر ہے' گئے دنوں کی ہر بات یوں یاد آنے لگتی ہے جیسے مسافت سمٹ گئی ہو اور گزرا زمانہ لوٹ آیا ہو۔ بچپن کی یادیں تو ویسے بھی لاشعور کے نہاں خانوں میں ایسے جاگزیں ہوتی ہیں کہ انسان زندگی میں جب بھی خواب دیکھتا ہے' تو خود کو اسی گھر میں دیکھتا ہے' جہاں اس نے بچپن گزارا ہوتا ہے۔

میرا بچپن اور لڑکپن کفر کی بستی ''مرزائیل'' میں گزرا جسے ربوہ کہا جاتا ہے۔ مرزائیوں اور یہودیوں میں ہر اعتبار سے اس قدر مماثلت ہے کہ ربوہ کو اسرائیل کے ہم وزن مرزائیل کہنا انتہائی موزوں لگتا ہے ''احمقوں کی جنت'' کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مسلمان جنت کے لیے اعمال' اوصاف اور افعال کو باکمال بناتا ہے جب کہ مرزائی پیغمبر کی جنت کے ٹکٹ کے خواہشمند کو اپنی منقولہ و غیر منقولہ جائیداد کے ایک چوتھائی حصہ کے برابر رقم جماعت کو دینا پڑتی ہے۔ لہٰذا اعمال کی بجائے مال سے جنت حاصل کرنے والوں کے شہر کو ''احمقوں کی جنت'' ہی کہا جاسکتا ہے۔

1965ء میں میرے والد گرامی سرکاری ملازمت کے سلسلہ میں ربوہ تبدیل ہوئے تو ہمیں اپریل 1965ء سے اگست 1969ء تک ربوہ میں رہنا پڑا۔ بعد ازاں اگرچہ قیام چنیوٹ میں رہا' تاہم تعلیمی تعلق کے حوالے سے دسمبر 1975ء تک مرزائیل سے ہی وابستگی رہی۔ اسی

دوران وہاں کی شہری' شخصی' سماجی زندگی اور مرزائی روایات کے بے شمار مشاہدات سامنے آئے۔

مرزائی قوم ایک جھوٹے نبی کی امت ہونے کے باعث مسلمانوں کے لیے جس قدر ناپسندیدہ اور مکروہ ہے' اس سے کہیں زیادہ ان کی زندگی میں پھیلے ہوئے اخلاقی اور سماجی طاعون کو دیکھ کر سر چکراتا اور ذہن سوچتا ہے کہ یہ لوگ ہیں کیا اور خود کو پیش کیا کرتے ہیں۔ اخلاق کی چادر اوڑھے یہ گروہ یہود و نصاریٰ سے بھی بدتر خصائل کا مظاہرہ کر رہا ہے۔

قیام ربوہ کے دوران بے شمار مرزائیوں سے ملاقات ہوئی۔ کئی دوست بنے' لاتعداد کلاس فیلو بھی تھے۔ ان کے مذہبی اجتماعات بھی دیکھے۔ کئی مرزائی بے زاروں سے مرزائی امت کے ارباب حل و عقد کی داخلی زندگی کے رنگین و سادہ قصے بھی سنے۔ ''جنت و دوزخ'' اور ''حور و غلمان'' کی کہانیاں بھی معلوم ہوئیں لیکن ان سب سے ایک ہی نتیجہ اخذ کیا کہ مرزائیوں میں مسلمانوں کے لیے تعصب اور تنفر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔

چند برس پہلے ایک روز اپنے ایک جاننے والے کے گھر بیٹھا تھا۔ ان کے ہاں ڈش نصب تھی۔ ٹیلی ویژن آن تھا۔ چینل بدلتے ہوئے اچانک ''احمدیہ ٹیلی ویژن نیٹ ورک'' آ گیا جس پر مرزا طاہر کا نام نہاد جمعہ کا خطبہ نشر ہو رہا تھا۔ موصوف کا کہنا تھا کہ ''پاکستان میں ہم جن قابل تعزیر جرائم کی زد میں آتے ہیں' ان میں ہمارے گھروں سے قرآن کا برآمد ہونا' کسی کو السلام علیکم کہنا یا نماز پڑھنا شامل ہے۔ جبکہ پاکستانی علماء اغواء' بدفعلی' زیادتی اور ناجائز اسلحہ رکھنے کے جرائم میں دھرے جاتے ہیں۔ موازنہ کیا جائے کہ قصوروار اور جرم دار کون ہے؟''

مرزا طاہر کی طرف سے جس ڈھٹائی سے خود کو معصوم اور پاکستانی علمائے کرام کو مطعون کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی' اسے سن کر میری سوئی ہوئی یادوں نے انگڑائی لی اور قیام ربوہ کے دوران دیکھے ہوئے مرزائیوں کے کئی ''کالے کرتوت'' یاد آنے لگے اور بے اختیار چاہا کہ کاش یہ شخص میرے سامنے ہوتا تو میں اس کا اور اس کی امت کا کچا چٹھا اس کے سامنے کھول کر رکھ دیتا۔ میرے پاس کوئی پلیٹ فارم نہیں تھا۔ چنانچہ یہ خواہش دل ہی دل میں رہ گئی۔ لیکن قدرت کو شاید میرے جذبے پر کچھ زیادہ ہی پیار آ گیا۔ اس لیے اس نے مرزائیوں کو آئینہ دکھانے کے لیے مجھے جلد موقع فراہم کر دیا۔

1965ء کے شروع کی بات ہے' ہم ساہیوال ضلع سرگودھا میں رہتے تھے کہ اباجی کا تبادلہ ربوہ ہو گیا۔ وہ محکمہ زراعت میں ملازمت کرتے تھے۔ ہمارا آبائی شہر بھیرہ ضلع سرگودھا ہے۔ بھیرہ جہاں اولیا خیز سرزمین ہے' وہاں مرزائیوں کا گڑھ بھی ہے۔ مرزا قادیانی کا پہلا خلیفہ حکیم

نورالدین بھی بھیرہ کا ہی رہنے والا تھا۔ جس نے ''مرزا غلام احمد'' کی جھوٹی نبوت کو چار چاند لگائے۔ انہی دنوں ہماری پھوپھی زاد بہن کی شادی تھی' جس میں شرکت کے لیے ہم ساہیوال سے بھیرہ آئے تو وہاں کے مرزائیوں نے ہمارے گھر میلہ لگادیا۔ ان لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ ہم ربوہ جارہے ہیں تو ان کی خوشیاں دیدنی تھیں۔ حافظ اشرف' اماں خدیجہ' مبارک بک سیلز' بشارت چکی والا' مبارکہ دررزن غرض ہر مرزائی شخص ہمیں ملنے آیا۔ یہ لوگ یوں مل رہے تھے جیسے ہم حج یا عمرہ کرنے دیار حبیب ﷺ جارہے ہوں۔ تب مجھے معلوم نہیں تھا کہ ان مرزائیوں کی اس وارفتگی کی غایت کیا ہے۔ لیکن بعد میں پتہ چلا کہ ان کے پاؤں زمین پر اس لیے نہیں ''ٹک'' رہے کہ ان کے خیال میں ربوہ جا کر ہم لوگ مرزائی ہو جائیں گے۔

محکمہ ٹیلی فون کا ایک ملازم فضل احمد ربوہ میں رہتا تھا۔ راولپنڈی کے اس شخص کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھی۔ اس کے بیٹے منور کو مرزائیت سے سخت نفرت تھی۔ چنانچہ وہ باپ سے ناراض ہو کر اپنی مسلمان پھوپھی کے ہاں پنڈی میں مقیم ہوگیا۔ فضل احمد نے بیٹے کو گھر واپس لانے اور مرزائیت میں داخل کرنے کے لیے سرتوڑ کوششیں کیں مگر ناکام رہا۔ فضل احمد نے اس سلسلے میں ایک مرزائی مبلغ جمیل الرحمٰن رفیق سے مدد طلب کی۔ موصوف فضل احمد کے گھر آیا اور یقین دہانی کرائی کہ وہ اس کے بیٹے کو دوبارہ مرزائی کرلے گا۔ لیکن بجائے اس کے کہ جمیل الرحمٰن رفیق منور کو مرزائی کرتا' وہ خود فضل احمد کی بیٹی ناصرہ پر لٹو ہوگیا۔ خوبصورت ناصرہ جمیل الرحمٰن رفیق کو اپنا انکل سمجھ کر اس کی خوب خاطر مدارات کرتی رہی مگر انکل کچھ اور ہی نکلا اور چند روز بعد ہی اس نے فضل کو شادی کے لیے پیغام بھجوادیا۔ مرزائی مرکز کی طرف سے بھی جمیل الرحمٰن رفیق کی سفارش ہوئی لٰہذا بیچارہ فضل احمد انکار نہ کرسکا۔ چنانچہ اسے اپنی لڑکی کی شادی دگنی عمر کے شخص سے کرنی پڑ گئی۔ جمیل الرحمٰن رفیق ناصرہ کو لے کر چلتا بنا جواب اس کی کئی بیٹیوں کی ماں ہے۔ یوں فضل احمد بیٹے کو مرزائی بنانے کے چکر میں بیٹی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔

ربوہ میں مرزائیوں نے ارتداد کے عجیب و غریب طریقے اختیار کر رکھے تھے۔ یہ لوگ دیہات کے غریب لڑکوں کو تعلیم دلوانے کا جھانسہ دے کر ششے میں اتار لیتے تھے اور بعد میں بار احسان تلے دبے ہوئے یہ لڑکے مرزائی ہو جاتے۔ ان مرزائی لڑکوں کو مسلمان خاندانوں کے سامنے غیر مرزائی ظاہر کر کے ان کی شادی مسلمان لڑکیوں سے کردی جاتی تھی۔ ایک مولوی کا تو یہ باقاعدہ کاروبار تھا۔ وہ جماعت سے فنڈز لیتا۔ دیہاتی غرباء لڑکوں کو تعلیم و ملازمت دلواتا' پھر ان کے رشتے مسلمان گھرانوں میں کردیتا۔ اس شخص نے ایک نہایت شریف اور خدا رسیدہ شخص کے

ساتھ ایسا ہی دھوکہ کیا اور اپنے ایک پروردہ ''جنگلی'' لڑکے کو ایک مسلمان کی تعلیم یافتہ بیٹی کے ساتھ بیاہ دیا۔ دو بچوں کے بعد مذکورہ مسلمان خاندان پر حقیقت کھلی تو وہ سر پیٹ کر رہ گئے مگر اب تو چڑیاں کھیت چگ چکی تھیں۔

اسی طرح مرزائی لڑکوں کی ڈیوٹی تھی کہ وہ مسلمانوں کی لڑکیوں کو شیشے میں اتاریں اور پھر انہیں اپنی زوجیت میں لائیں۔ یہاں ایک واقعہ جو لطیفہ بن گیا' قابل ذکر ہے۔ ایک مرزائی عبدالواسع نے ''مری'' میں سیر کے دوران ایک لڑکی کے ساتھ مراسم استوار کر لیے۔ وہ بہت خوش تھا کہ ایک مسلمان لڑکی پھنس گئی' جس کے عوض اسے مرکز سے بھاری معاوضہ ملے گا۔ مگر بعد میں اس پر انکشاف ہوا کہ وہ لڑکی چنیوٹ کے سردار عبدالقادر قادیانی کی بیٹی تھی ہے جو مسلمان نہیں مرزائی ہے بلکہ وہ بھی جماعت کی طرف سے مسلمان مرد مرزائی بنانے پر مامور ہے' اور اس نے مذکورہ شخص کو مسلمان لڑکا سمجھ کر لفٹ کرائی تھی۔ مرزائیوں کے مسلمان عورتوں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کا گھناؤنا منصوبہ اس قدر عام رہا ہے کہ ایک مرزائی اسلم چودھری نے ایک مسلمان عورت زرینہ عرف بلو سے دوستی کر لی جس کا خاوند تلاش معاش کے سلسلے میں ملک سے باہر تھا۔ بعد ازاں اس عورت سے مرزائی امت کے اس سپوت نے جس کو خدا کے ساتھ ہم کلام ہونے کا دعویٰ ہے' ایک ناجائز بیٹا پیدا کیا جو اب جوان ہو چکا ہے۔ اس کا نام ارسلان ہے۔

ازل سے آج تک دنیا کے ہر معاشرے میں تین قوتوں کی حکمرانی رہی ہے جن میں حکام' مذہبی اکابرین اور طبیب شامل ہیں۔ تینوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ مذہبی اکابر حکام کی ہر سچی جھوٹی بات کی تائید کر کے انہیں من مانی کا موقع دیتے ہیں جبکہ حکام اہل مذہب کو مالی امداد فراہم کرتے ہیں اور طبیب دونوں فریقوں کو جسمانی' ذہنی اور جنسی طور پر صحت مند رہنے کے لیے نسخے اور کشتے مہیا کرتے ہیں۔ انگریز کو ہندوستان پر پورا تسلط حاصل ہونے کے باوجود بھی مسلمانوں سے ہمیشہ خطرہ رہا ہے۔ خود کو مضبوط کرنے اور مسلمانوں میں دراڑیں ڈالنے کے لیے اس نے جب کسی مذہبی حوالے اور دھڑے کی شدت سے ضرورت محسوس کی تو مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی بنا کر لا کھڑا کیا۔ ان دونوں قوتوں کو شیطان دوستی میں مزید آگے لے جانے کے لیے بھیرہ نژاد حکیم مولوی نورالدین نے اپنی تمام تر ذہنی اور طبی صلاحیتیں صرف کر کے ایک مرزائی معاشرے کو جنم دیا۔ مرزائیت کے قیام کو دوام بخشنے کے لیے مرزا غلام قادیانی اس کے برگ و بار اور خلفاء کو مرزائی علماء نے دلائل و براہین سے سچا ثابت کیا اور انگریز سے دولت کے ڈھیر سمیٹے جبکہ ان دونوں حلقوں کی ذہنی' جسمانی اور جنسی آبیاری کے لیے طبیبوں اور ویدوں کے ٹولے نے

اپنی اپنی خدمات انجام دیں۔ ربوہ شہر میں دیسی علاج کرنے والے حکماء کی بکثرت دکانیں ہیں۔ کہنے والوں کے مطابق حکیم نورالدین کا مرزائی خاندان نبوت اور امت پر بڑا احسان ہے۔ اس کی ادویہ نے "مرزا غلام احمد کی ڈھلتی ہوئی جنسی قوتوں کو سنبھالا دیا اور نسخہ "زد جام عشق" کے زور سے مرزا محمود احمد اور مرزا بشیر احمد ایم۔ اے پیدا ہوئے۔

گول بازار میں دواخانہ خدمت خلق' دواخانہ حکیم نظام جان اور خورشید یونانی دواخانہ بہت بڑے دیسی ادویہ کے مراکز ہیں۔ اس کے علاوہ شہر میں کئی چھوٹے چھوٹے مطب بھی موجود تھے' جن میں حکیم رانجھا اور حکیم عبدالحمید سنیاسی کا مکتبہ فیض عام بہت مشہور تھے۔ کھلنڈرے لڑکے اکثر "فیض عام کو قبض عام" کہہ کر حمید سنیاسی کو چھیڑتے اور مادر وخواہر کی مغلظات سنا کرتے تھے۔

مذکورہ دواخانوں میں زیادہ تر قوت مردمی میں اضافے کی ادویہ فروخت ہوتی تھیں۔ ہر دوسری دوا پر "نسخہ حضرت خلیفہ اوّل" تحریر کر دیا جاتا جس کی کشش سے دوا کی خریداری میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ "مرزا غلام احمد" کے بارے میں مشہور ہے کہ ان پر جنسی قوت بڑھانے کا خبط سوار تھا۔ ان کی تقلید میں مرزائی امت کے مرد بھی ہر وقت جنسی کمزوری دور کرنے اور قوت مردمی بڑھانے کے چکر میں رہتے ہیں۔ یہ انہی نسخوں کا ہی اعجاز و اکرام ہے کہ مرزائی تعداد ازدواج اور کثرت اولاد کے دلدادہ ہیں۔ حکماء کا خاصہ ہے کہ وہ جب بھی کوئی "بم" قسم کا نسخہ تیار کرتے ہیں تو پہلے خود استعمال کرتے ہیں۔ اسی بناء پر دواخانہ خدمت خلق کے حکیم بشیر اور دواخانہ نظام جان کے حکیم نذیر کے گھروں میں بچوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ دیگر حکماء بھی اپنے اپنے کشتوں کی برکت سے خاصے عیال دار تھے۔ جنسی ادویہ کے علاوہ نور کا جل' محبوب کا جل اور سرمہ نور بھی مولوی نورالدین کے نسخے قرار دیئے جاتے اور ان سے چاندی حاصل کی جاتی۔ حکیم نذیر کی پیٹ درد کے لیے تیار کی گئی دوا "ہاضمون" بہت مشہور تھی' جس کے لیے انہوں نے ایک نظم بھی لکھی تھی۔

ہاضمون کیا خوب دوائی

ربوے وچ حکیم بنائی

بڑے بڑے مگرمچھ قسم کے حکماء کو "مرزائی خاندان" کی سرپرستی حاصل تھی لیکن نچلی سطح کے طبیب نہایت تنگ دست تھے' جنہیں دو وقت کی روٹی کے لالے پڑے رہتے تھے۔ حکیم صدیق نے اباجی سے اپنی کسمپرسی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا "ہم پر تو کوئی ایسا عذاب الٰہی نازل ہے کہ کسی کو مفت دوا دیں تو فوراً آرام آجاتا ہے لیکن مول دوا لینے والوں کو معمولی افاقہ بھی نہیں ہوتا۔ بعض

اوقات تو لوگوں کو دوا کی قیمت واپس کرنی پڑتی ہے۔ بڑے حکیموں کے بھی اکثر نسخے ناکام تھے۔ مگر ان کا ''کلا'' بہت مضبوط تھا۔ دواخانہ خدمت خلق والوں کا کیل مہاسوں سے نجات دلانے والا ''بیوٹی لوشن'' انتہائی خطرناک تھا۔ ایک بار ایک خاتون نے استعمال کیا تو وہ خطرناک الرجی کا شکار ہوگئی جو بمشکل اور بسیار ڈاکٹری علاج سے ٹھیک ہوئی مگر اس کے چہرے پر نشان عمر بھر موجود رہے۔

جہاں ربوہ میں ایک طرف ''حکیم راج'' تھا تو دوسری طرف زچہ بچہ کے بھی کئی چھوٹے بڑے کلینک کھلے ہوئے تھے' جنہیں عطائی قسم کی دائیاں چلاتی تھیں۔ دو کلینک بہرحال بڑے اور مشہور تھے' جن میں ایک ''اقبال زنانہ دواخانہ'' تھا جو محلہ دارالرحمت وسطی میں کچے بازار اور پرائمری سکول کے قریب واقع تھا۔ ربوہ میں طبقاتی تفرق ملک بھر میں سب سے زیادہ تھا جس کی بنا پر اعلیٰ درجے کے گھرانوں کی خواتین تو اپنے زچگی کے مراحل بڑے شہروں کے بڑے ہسپتالوں میں سر کیا کرتی تھیں۔ درمیانے' سفارشی اور منہ لگے طبقے کی خواتین کے لیے فضل عمر ہسپتال میں بھی مراعات وسہولیات میسر تھیں۔ لیکن نچلا اور تیسرے درجے کا طبقہ بہرحال روایتی دائیوں اور مذکورہ دواخانوں کے سہارے چلتا تھا۔ ان دواخانوں میں زچگی کے امور کے علاوہ اسقاط حمل کے کیس بھی نمٹائے جاتے تھے۔ اقبال زنانہ دواخانہ کی مالک رضیہ اقبال اپنے بیٹے کی معاونت سے یہ کلینک چلا رہی تھی۔ اس کے بیٹے کی رحمت بازار میں جوتوں کی دکان ''نعیم پمپی ہاؤس'' تھی۔ اس کے علاوہ گول بازار کے ریلوے پھاٹک سے ملحقہ پہاڑیوں کے دامن میں ایک مختاری دائی کا میٹرنٹی ہوم تھا۔ یہاں بھی خواتین اپنے زچگی کے مراحل سے گزرتی تھیں۔ اس کے علاوہ بہت سے بالا بلند اور نام نہاد شرفاء شبینہ مشاغل سے پیدا ہونے والے مسائل کے ازالہ کے لیے بھی ان کلینکوں سے رجوع کرتے تھے۔ دارالرحمت وسطی میں ہمارا ایک کلاس فیلو صابر علی رہتا تھا۔ سیاہ رنگ کا یہ مرزائی بے زار انسان باتیں کھری کھری کرتا تھا۔ اس نے رضیہ اقبال کے بارے میں بتایا کہ موصوفہ اگرچہ ایک غیر مستند دائی ہے لیکن قادیان کی ظلی نبوت کی پیداوار کی تختہ مشق بنائی ہوئی ''امتی'' عورتوں کی مشکلات بہرحال آسان کر دیا کرتی ہے۔ اس کے بدلے میں اس نام نہاد ڈاکٹرنی کو ستم رسیدگان سے فیس اور ''اوپر والوں'' سے انعام بھی ملتا ہے۔

طلاق ربوہ میں جس قدر عام تھی' اس کی مثال کسی اور معاشرے میں بہت ہی کم ملتی ہے۔ یہاں مرد اور عورتیں دونوں طلاق کو مرضی کے مطابق استعمال کر لیتے تھے۔ ہمارے سکول کے ایک ٹیچر اسماعیل صاحب کے فلاسفی کے پروفیسر بیٹے مبارک احمد کی شادی ہوئی تو سہاگ رات کو

ہی لڑکی نے لڑکے کے ساتھ رہنے سے انکار کر دیا اور اگلے ہی روز دونوں میں طلاق ہوگئی اور اسی ہفتے دونوں کی نئی شادیاں کردی گئیں۔ طلاق کے بعد خواتین میں عدت گزارنے کا بھی کوئی تصور نہیں تھا۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے اپنی منکوحہ افتخار بیگم کو محض اس بناء پر طلاق دے دی کہ اس کو کسی اور لڑکی سے محبت تھی جبکہ اس کا باپ اس لڑکی کو صرف اپنے اغراض و مقاصد کے لیے ''بہو'' بنا کر لانا چاہتا تھا۔ اس شخص نے اپنی منکوحہ کو طلاق کے ساتھ تحریر کیے جانے والے خط میں لکھا ''ہمارے معاشرے میں سسر کا بہو کے ساتھ تعلقات استوار کر لینا معمول کی کارروائی ہے۔ لہٰذا میں آپ کو اپنے باپ کے چنگل سے بچانے کے لیے طلاق دے رہا ہوں'' یہ واقعہ بھی محلّہ دارالرحمت شرقی کی ایک مکین لڑکی سے پیش آیا۔

طلاق اور خلع کے معاملات کو حل کرنے والی ربوہ کی متعلقہ انتظامیہ کا خاصہ ہے کہ وہ ایک ہی نشست میں طلاق کا فیصلہ کر دیتی اور کھڑے پاؤں لڑکی اور لڑکے کے لیے نئے رشتے تجویز کر دیتی جنہیں فریقین اکثر قبول کر لیتے۔ یہی وجہ ہے کہ طلاق کے مضر اثرات کو محسوس کیا جاتا اور نہ ہی اس سے بچاؤ کے لیے عملی اقدام کیے جاتے تھے۔

اکثر مرزائی عورتیں شوقیہ طلاق بھی لے لیتی تھیں۔ ایسی کئی مثالیں دیکھی گئی ہیں۔ ایک شخص عبدالواسع کی بہن نے جب کسی ٹھوس وجوہ کے بغیر طلاق لے لی تو ہمارے ایک کلاس فیلو محمود نے اس بارے میں بتایا کہ مذکورہ خاتون ازدواجی بندھن کی قائل نہیں تھی۔ اس نے گھر والوں کے مجبور کرنے پر شادی کی اور ایک ''بچہ'' حاصل کرنے کے بعد شوہر اور سسرال سے چھٹکارا حاصل کر لیا۔ محمود کے مطابق ربوہ سے وابستہ اکثر تعلیم یافتہ خواتین میں یہی رجحان پایا جاتا ہے۔ وہ صرف بچہ حاصل کرنا چاہتی ہیں تاکہ معاشرے میں ان سے ''تنہا عورت'' کا لیبل اتر جائے۔ اس مقصد کے لیے وہ کسی بھی عام شخص سے شادی کر لیتی ہیں اور مقصد حاصل ہوتے ہی کسی بھی بات کو جواز بنا کر نجات حاصل کر لیتی ہیں۔

ربوہ میں طلاقوں کی ایک اور وجہ بھی ہے جس پر مرزائی بے زار افراد کی اکثریت پوری طرح متفق ہے۔ ان لوگوں کے مطابق مرزائی امت کے مرد حضرات اپنے پیشوا اور اس کی آل کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ''سدومیت'' کے اس قدر رسیا ہیں کہ وہ بیویوں کو بھی تختہ مشق بننے پر مجبور کرتے ہیں۔ بعض خواتین اپنی مجبوریوں کے باعث سر تسلیم خم کر لیتی ہیں جب کہ اکثریت اس پر طلاق کو ترجیح دیتی ہیں۔ ہمارے محلّہ میں ایک خاتون بشریٰ نے محض اسی وجہ سے طلاق لے لی

کہ وہ شوہر کی یہ خواہشات پوری کرنے سے قاصر تھی۔

ہمارے سکول کے ایک استاد کی شادی بھی ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ خاتون سے ہوئی جو پائے کی ریاضی دان تھی۔ اس نے موصوف استاد سے شادی کے کچھ ہی عرصہ بعد طلاق لے لی۔ اس کے بارے میں بھی یہی سننے میں آیا کہ خاتون اپنے شوہر نامدار کی جنسی خواہشات کو پورا نہیں کرسکتی تھی' جو وہ اس کے ساتھ اپنی امت کی مسلمہ روایت کے طور پر ادا کرنا چاہتا تھا۔

جھوٹ وہ معاشرتی بیماری ہے جو کسی بھی معاشرے کی تمام اچھی اقدار کو گھن کی طرح چاٹ جاتی ہے۔ قادیانی نبوت کی بنیاد ہی جھوٹ ہے۔ لہٰذا یہ امت ہمہ وقت جھوٹ بولنا اپنا ایمان سمجھتی تھی۔ بڑے بڑے اکابرین اپنی کہی ہوئی باتوں سے یوں مکر جاتے ہیں جیسے وہ بات کہی گئی ہی نہیں تھی۔ ایک شخص چودھری نذیر خان ایک بار ہمارے گھر آیا اور کہنے لگا کہ ''میرا بھائی اور بھابی مختار احمد ایاز اور صالح بیگم جماعت کے مبلغ ہیں اور دونوں نے میرے حصے کی جائیداد ہتھیا کر اپنے نام کرا لی ہے۔ ان کا موقف یہ ہے کہ یہ جائیداد موروثی نہیں بلکہ ان کی اپنی خریدی ہوئی ہے۔'' ابا جی نے اسے کہا ''تم اس بارے میں کوئی ثبوت پیش کرو کہ جائیداد کے تم بھی وارث ہو۔'' کہنے لگا ان لوگوں نے باپ کی بیماری کے زمانے میں ہر چیز اپنے نام کرالی تھی۔ اب ثبوت تو میرے پاس ہے نہیں' بات قسم کی ہے مگر یہ لوگ جھوٹی قسم کھانے سے دریغ نہیں کرتے۔

ہماری گلی میں ایک حکیم صدیق آف میانی والے قیام پذیر تھے۔ ان کا بیٹا شریف صدیقی ایک بے روزگار نوجوان تھا۔ اس کو گھر میں کوئی وقعت حاصل تھی' نہ گھر سے باہر اس کی کوئی عزت کرتا تھا۔ اس کا ''ہینڈ رائٹنگ'' بہت عمدہ تھا۔ وہ ابا جی کا بے حد احترام کرتا تھا۔ چنانچہ مجھے جب بھی سکول کے لیے چارٹ بنوانا ہوتا' اسے کہا جاتا۔ وہ بنا دیتا تھا۔ ایک بار میں نے اس سے پوچھا ''آپ کو نوکری کیوں نہیں ملتی؟'' کہنے لگا ''بھیا! میں نوکری حاصل کرنے کے قابل نہیں۔'' میں نے پوچھا آپ پڑھے لکھے ہیں' پھر کیا وجہ ہے نوکری نہ ملنے کی۔'' کہنے لگا ربوہ میں نوکری حاصل کرنے کے لیے منافقت کی ڈگری ہونا ضروری ہے۔ زہر کو قند کہنے کا فن جسے آتا ہو' وہ شجر احمدیت کے اثمار سے فیض یاب ہوسکتا ہے۔ میری مجبوری ہے کہ میں احمدی ہو کر بھی اپنی آل نبوت اور امت کے ساتھیوں کی برائیوں اور خطاؤں سے چشم پوشی نہیں کرتا۔ اپنے والدین' متعصب بھائیوں' محلے کے صدر اور جماعت کے اکابرین کے سامنے غلط کو غلط کہتا ہوں اور یہ چیز ان لوگوں کے لیے ناقابل برداشت ہے۔ لہٰذا مجھ سے میرے گھر والے خوش ہیں نہ جماعت والے راضی۔ پھر مجھے نوکری خاک ملے گی؟''

ربوہ میں چڑے شکار کرنے' کا رواج عام تھا۔ ہر گھر میں لوگ مرغیاں ''تاڑنے'' والے ٹوکرے کو ایک چھڑی کے سہارے اس طرح کھڑا کر دیتے کہ نیچے ایک خلا سا بن جاتا جہاں باجرہ بکھیر دیا جاتا تھا۔ جونہی چڑیا یا چڑا دانہ چگنے ٹوکرے کے نیچے جاتا' ٹوکرے کے ساتھ بندھی ہوئی رسی کھینچ لی جاتی۔ یوں بیچارہ چڑا مقید ہو جاتا جس کو پکڑ کر ذبح کر لیا جاتا تھا۔ ربوہ والے کہتے تھے کہ وہ چڑے بھی اپنے ''نبی'' کی سنت کے طور پر کھاتے ہیں۔ ایک صاحب نے بتایا کہ مرزا غلام احمد چڑے پکڑتے اور انہیں سرکنڈے سے نہایت اذیت دہ طریقہ سے ذبح کیا کرتے تھے۔ ان کے امتی اس معاملہ میں قدرے رحم دل واقع ہوئے تھے جو سرکنڈے کے بجائے چاقو سے چڑے ذبح کرتے تھے۔ ہمارے سکول کے ایک ماسٹر مسعود جن کی شکل انتہائی ہیبت ناک تھی' چڑوں کے بڑے رسیا تھے۔ وہ لڑکوں کو چڑے پکڑ کر لانے کو کہتے تھے اور جو لڑکا انہیں چڑے فراہم کرنے میں فراخ دلی سے کام لیتا' موصوف اسے نمبر دینے میں دریا دلی سے کام لیتے تھے۔ اس کے علاوہ ربوہ میں تلیر' شارک' لالی اور کبوتروں کا شکار بھی بہت کیا جاتا تھا۔ یہ لوگ شکار کے لیے ایئر گن کے علاوہ غلیل بھی استعمال کیا کرتے تھے۔ ان لوگوں کی دیکھا دیکھی ہمیں بھی چڑوں کے شکار کا شوق ہوا۔ میں اور میرا کزن شکار کے ابتدائی مراحل طے کر رہے تھے کہ ابا جی کو خبر ہوگئی۔ اس کے بعد ہمارے ساتھ جو ہوا' اس کا نتیجہ بہر حال یہ تھا کہ پھر کبھی ''چڑا کشی'' کا خیال ہمارے ذہن میں نہیں آیا۔

ربوہ کے دکانداروں کا ناپ تول اس قدر بددیانتی پر مبنی تھا کہ خود اہل ربوہ اپنے ہم مذہبوں پر اعتبار نہیں کیا کرتے تھے۔ وہ سودا سلف لینے کے لیے چنیوٹ یا لالیاں جانے کو ترجیح دیتے تھے یا چمن عباس کے نذیر چنگڑ سے اشیاء ضرورت خریدا کرتے تھے۔ شریف بٹ اور حفیظ سبزی فروش کے ساتھ اکثر لوگوں کا مول تول پر جھگڑا ہوا کرتا تھا اور تو اور یہ لوگ اپنی گندم پسوانے کے لیے ربوہ کی چکی پر جانے کی بجائے چمن عباس کے مسلمان چکی والے کے پاس جایا کرتے تھے۔ ان تمام حقائق سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کا گیا گزرا معاشرتی اور سماجی طور طریق مرزائیوں سے ہزار گنا زیادہ اچھا ہے کہ یہ لوگ خود حقیقی زندگی میں مسلمانوں پر ہی انحصار کیا کرتے تھے۔

اس شہر کے باسیوں میں گالیاں دینے کا عام رواج تھا۔ وہ لوگ کشتی نوح میں مرزا غلام قادیانی کی مسلمانوں کو دی گئی گالیوں پر بڑے نازاں تھے اور ان کی تقلید میں گالی دینا اپنا کمال سمجھتے تھے۔ ربوہ کا ایک ڈپو ہولڈر عبدالرحیم چیمہ مغلظات کا اس قدر ماسٹر اور خوگر تھا کہ اپنے ڈپو پر

آنے والے گاہکوں کو بھی رگڑا لگا دیتا تھا۔ ایک بار کسی گاہک کو رحیم چیمہ گالی دے بیٹھا جس پر بات بڑھتی بڑھتی لمبی لڑائی کی شکل اختیار کر گئی۔ معاملہ امور عامہ سے ہوتا ہوا مرزا ناصر احمد کے پاس چلا گیا۔ مرزا ناصر احمد نے رحیم چیمہ کو طلب کر کے کہا ''چیمہ صاحب! آپ کی شکایت آئی ہے کہ آپ اپنے ڈپو پر آنے والے گاہکوں کو گالیاں دیتے ہیں۔''

اس پر رحیم چیمہ نے کہا ''جناب کہڑا بہن---- کہندا اے۔''

یہ سن کر مرزا ناصر احمد اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ کہتے بھی کیا' ان کی اپنی تعلیم بول رہی تھی۔

ربوہ میں بیاہ شادیوں کے سلسلے میں بھی عجیب فرق و امتیاز پر مبنی نظام رائج تھا۔ ''اہل خاندان'' ان کے حواریوں اور پوش علاقے کے باسیوں پر شان و شوکت سے شادی کرنے پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جائے کہ ریلوے لائن کے ایک طرف لاری اڈہ والی سائیڈ پر محلہ دارالصدر کے باسی جو کریں' وہ سب اچھا تھا لیکن ریلوے لائن کے دوسری طرف کے مکین اور دارالرحمت محلوں والے مرکز کی ہدایات کے مطابق مسجد میں نکاح کیا کرتے تھے۔ اس کے لیے دلیل یہ دی جاتی تھی کہ متوسط طبقے کو شادی بیاہ کے اخراجات سے بچانے کے لیے یہ حکمت عملی اختیار کی گئی ہے جبکہ اہل زر و ثروت اپنے وسائل کی بنا پر سب کچھ کر گزرنے میں آزاد تھے۔

لو میرج بھی ربوہ کے کلچر کا حصہ تھی۔ اکثریت پسند کی شادی کرتی ہے۔ ہماری گلی میں ہی ایک لڑکی بشریٰ متین رہا کرتی تھی۔ اس کے گھر والوں نے اس کی شادی طے کر رکھی تھی لیکن موصوفہ نے عین وقت پر شادی کرنے سے انکار کر دیا اور اپنی مرضی سے ایک مسلمان سے شادی رچالی۔ اسے مرکز کی طرف سے ربوہ بدر کرنے اور سوشل بائیکاٹ کی دھمکی بھی دی گئی مگر اس نے کسی کو خاطر میں لانے سے انکار کر دیا۔ ہمارے ایک کلاس فیلو ظہیر الدین بابر نے والدین کی طرف سے پسند کی شادی میں رکاوٹ پر خودکشی کی کوشش کی۔ میو ہسپتال کی ایک نرس ناصرہ نے بھی پسند کی شادی کر لی' اور گھر والوں کو اس وقت بتایا جب وہ ماں بننے والی تھی۔ ''لو میرج'' یوں تو ہر معاشرے میں ہوتی ہے لیکن ربوہ کلچر میں اس کی نوعیت مختلف تھی۔ خاندان نبوت کے بڑے بوڑھے اور نوجوان تو جماعت کی کسی بھی لڑکی سے شادی کرنے میں آزاد تھے۔ لیکن جماعت کے عام افراد پر پابندی تھی۔ گو وہ بھی اس پابندی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ اس کے علاوہ اکثریت اپنے والدین یا گھر والوں کو خبر کیے بغیر بھی شادیاں رچالیا کرتی تھی۔

مرزا ناصر کے بھائی مرزا رفیق نے چنیوٹ کے ایک سابق ہیڈ ماسٹر جلیل شاہ کی بیٹی کو کسی طرح شیشے میں اتارا اور اس کے والدین کی رضامندی کے بغیر شادی کر لی۔ بعد ازاں جلیل شاہ کو دلفریب مالی آسودگی کی پیشکش کی گئی' جس پر موصوف نے مذہب اور عزت کو عیش و عشرت پر وار دیا اور اپنے پورے خاندان کے ساتھ ربوہ آ گیا' اور ریٹائرڈ ہونے کے بعد ربوہ میں ٹیوشن سنٹر کھول لیا۔ وہ بزعم واماد تعلیمی بورڈ کے ہم مذہب و ہم مشرب ارباب حل و عقد سے انگریزی کے گیس حاصل کر کے طلباء کو منتخب سوالات کروا اور بتا دیتا۔ امتحان میں وہی سوالات آ جاتے جس سے طلباء امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کر لیتے۔ اس طریق کار سے جلیل شاہ کے گھر ٹیوشن پڑھنے والوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی لیکن سیاہ فام جلیل شاہ کا خاصا تھا کہ وہ لڑکوں کے بجائے لڑکیوں کو ٹیوشن پڑھانے کو ترجیح دیا کرتا تھا۔ سارے دن میں لڑکیوں کی کئی کلاسیں لیتا جبکہ لڑکوں کی صرف ایک کلاس ہوا کرتی تھی۔

ربوہ کی ایک خاتون ٹیچر ایک سرکاری افسر کے دام محبت میں آ گئی' موصوف پہلے ہی شادی شدہ اور ایک بیٹے کا باپ تھا۔ اس ٹیچر کو اس نے دوسری شادی کی پیشکش کی تو اس نے شرط رکھ دی کہ پہلی بیوی کو طلاق دو پھر شادی کروں گی۔ کافی رد و کد کے بعد یہ شادی تو ہو گئی لیکن سرکاری افسر نے پہلی بیوی کو طلاق دے دی اور بیٹے کو ننھیال کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ طلاق دلوا کر شادی رچانے کا رواج بھی ربوہ کی عورتوں میں عام تھا۔ جبکہ اکثر مرد بھی دوسروں کی بیویوں کو شیشے میں اتار کر طلاق پر راغب کر لیتے اور بعد میں شادی رچا لیا کرتے تھے۔ جیسا کہ اوپر تحریر کیا گیا' ربوہ میں طلاق کو معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ اسی کا اعجاز تھا کہ عائلی زندگی عدم استحکام کا شکار رہتی تھی۔

شہر بھر میں دیواروں پر فضول قسم کی باتیں لکھنے کا بھی بہت رواج تھا۔ خوبصورت لڑکے کو وہاں کے لوگ اپنی کسی مخصوص اصطلاح میں ''کے ٹو'' کہا کرتے تھے۔ ہمارا ایک دوست عبدالسمیع سہیل جو سرگودھا سے آیا تھا' اس کے حسن کے بہت چرچے تھے۔ ہر دیوار پر جلی حروف میں لکھا ہوتا تھا ''ربوہ کا مشہور و معروف تحفہ سہیل کے ٹو'' اہل شہر کو ''کے ٹو'' سے کیا نسبت تھی' اس کا مجھے آج تک علم نہیں ہو سکا۔ تاہم کئی دیواروں پر یہ الفاظ بھی تحریر ہوتے تھے کہ ''بے وفا دوست سے کے ٹو سگریٹ اچھے ہوتے ہیں۔''

لوگوں کو گھر سے بلانے کے لیے عجیب طریق کار مروج تھا۔ جب کوئی شخص کسی کے گھر جاتا تو دروازہ ''ناک'' نہیں کرتا تھا' حالانکہ ہر گھر پر ''کال بیل'' بھی لگی ہوتی تھی۔ جانے والا

دروازے کے باہر کھڑا ہو کر زور سے ''السلام علیکم'' کہتا جس کے جواب میں صاحب خانہ باہر آ جاتا تھا۔ مرزائی اس طریقہ کار کو مذہبی لحاظ سے انتہائی شائستہ عمل قرار دیتے تھے۔ دوسری طرف عالم یہ تھا کہ اگر کوئی شخص گھر سے باہر نہ آتا یا دروازہ نہ کھولتا تو آنے والا کسی بچے کی خدمات حاصل کرتا۔ بچہ دیوار پھاند کر گھر میں داخل ہوتا اور صاحب خانہ کو باہر آنے کے لیے کہتا۔ نتیجتاً اسے باہر نکلنا ہی پڑتا۔ ان واقعات و حقائق سے یہ اندازہ لگانا نہایت آسان ہے کہ ربوہ کی معاشرتی زندگی کس قدر تضادات کا مجموعہ تھی جس کی بنا پر مرزائی امت کی منافقت کا بخوبی جائزہ لیا جاسکتا ہے۔

ہم نے سن رکھا تھا کہ ربوہ میں جنت اور حوریں بھی ہوتی ہیں۔ سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ کیسے جانا جائے کہ جنت دوزخ کہاں ہیں اور حوریں کدھر اور کیسی ہوتی ہیں۔ ابا جی سے جو معلومات ملیں' ان سے جنت دوزخ کے بارے میں تو کچھ پتہ چل گیا مگر حوروں والا قصہ ابھی تک تشنہ بلکہ نامکمل تھا۔ کسی مرزائی لڑکے سے اس بارے میں دریافت کرنا بھی مشکل تھا۔ ہماری کلاس میں ایک لڑکا عبدالمالک پڑھتا تھا۔ دیہاتی لب و لہجے کا یہ لڑکا مرزائیوں کے سخت خلاف تھا' مگر اپنے باپ کی جائیداد سے محرومی کے خوف سے مرزائیت کے ساتھ چپکا ہوا تھا۔ ایک دن وہ مرزائیت اور اس کے ماننے والوں کے شجرہ نسب پر طبع آزمائی کر رہا تھا۔ میں نے موقع غنیمت جانا اور اس سے حوروں کے متعلق پوچھ ڈالا۔ غصے میں وہ پہلے ہی تھا۔ میرے استفسار پر اس نے حور و قصور کی پوری تفسیر بیان کر ڈالی۔ کہنے لگا:

> ''سوہنیا! حوراں کا دھیاں نیں' ربوہ دیاں ساریاں کڑیاں نوں ای حوراں کہندے نیں' تاہم کچھ حوریں اصلی ہوتی ہیں بعض نقلی۔''
>
> پوچھا ''نقلی اور اصلی حوروں سے مراد'' جواب ملا ''یار! اصلی حوراں مرجوآنیاں دیاں زنانیاں نیں تے نقلی حوراں حماتڑاں دیاں رناں نیں۔''

مالک سے میں نے سوال کیا' ان لوگوں کی خواتین اصلی اور تم والی نقلی حوریں کیوں' اس پر وہ مسکرایا اور کہنے لگا ''بھائی اوہ اصلی دیسی گھی دیاں نیں نا'' وہ اس طرح کہ ہمارا نبی خواہ سچا ہے یا جھوٹا' اس سے قطع نظر نبی تو ہے نا۔ اب اس کی آل اولاد میں جتنی لڑکیاں ہیں' وہ خوبصورت بھی ہیں' امیر بھی۔ ان کے لباس' شکل و صورت اور نشست و برخاست ہماری عورتوں سے مختلف اور پرکشش ہے۔ چنانچہ انہیں اصلی حوریں ہی کہا جائے گا جبکہ ہماری عورتیں مرتبے' مقام اور جیب کے اعتبار سے ان جیسی تو نہیں ہیں لیکن اس نبی کی امت تو ہیں' جسے ہم نے مان لیا ہے۔ چنانچہ اس

حوالے سے حوروں والی صفات ہماری خواتین کے حصے میں بھی آتی ہیں۔"

اتنی معلومات ملنے کے بعد میں نے حوروں کے بارے میں خود بھی مشاہدہ کیا تو مجھے ربوہ کی ہر عورت حور ہی لگنے لگی۔ کیونکہ مرزائی عورتوں کا اپنی طرف متوجہ کرنے کا جو انداز ہے' اس سے وہ خواہ مخواہ ہی حوریں لگتی تھیں۔ سیاہ رنگ کے ان کے برقع کی وضع قطع کچھ اس طرح کی ہوتی کہ ہر خاتون "سیکس اپیلڈ" نظر آتی تھی۔ برقع کا نچلا حصہ لمبا اور چغہ نما ہوتا جو کہنے کو برقع مگر اس میں ملبوس ہر خاتون ایک فتنہ خوابیدہ نظر آتی تھی۔ سر پر تکونی سکارف اور اس کے ساتھ دو نقاب اپنے اندر ایک طوفان چھپائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس پر طرہ یہ کہ ہر عورت ایک نقاب سے چہرے کا نچلا حصہ ناک تک چھپا لیتی ہے جبکہ دوسرا نقاب سر پر لپیٹ لیا جاتا ہے۔ صرف آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں جو آنکھوں آنکھوں میں باتیں کر جاتی ہیں۔ بعض مہ جبیں آنکھوں پر سیاہ چشمہ لگا کر اچھی بھلی دشمن عقل و ایمان بن جاتی ہیں۔ اس گٹ اپ میں معمولی سی شکل و صورت والی عورتیں بھی ماہ لقا اور حور شمائل نظر آنے لگتی ہیں۔

مرزائی خاندان نبوت کی خواتین واقعی حسن و جمال کا پرتو ہیں "عزازیلی" حسن کی بنا پر ہی یہ جھوٹا مذہب چل رہا ہے۔ حسینانِ ربوہ کو حوریں کہنا اگرچہ شاعری کے زمرے میں آتا ہے لیکن جس کسی نے شاعرانہ ترنگ میں مرزائی خواتین کو حوریں کہا ہے' اس میں اس کی خرد قصور وار نہیں۔ یہ دست قدرت کا کمال ہے یا کالے برقع کی فسوں سازی جس نے وہاں کی ہر عورت کو حور بنا کر رکھ دیا ہے۔

مرزائی امت کے ارباب اقتدار اور شہر کے عوام الناس نے اپنے ہر قول و عمل پر منافقت کا لبادہ چڑھا رکھا ہے۔ ربوہ کے معاشرے کو پاکیزہ اور مثالی ظاہر کرنے کے لیے مختلف ڈرامے بازیاں کی جاتیں' جن میں شہر کے ایک کونے پر جامعہ نصرت گرلز کالج اور نصرت گرلز ہائی سکول اور دوسرے کونے پر لڑکوں کے تعلیم الاسلام ہائی سکول اور ٹی آئی کالج کی تعمیر قابل ذکر ہے۔ اس تعمیر کی غایت بظاہر یہ تھی کہ باہر کی دنیا پر یہ ثابت کیا جائے کہ صنف نازک اور صنف کرخت کے تعلیمی اداروں میں انتہائی فاصلے ایک مثالی معاشرے کی شاندار مثال ہیں۔ لیکن ان کی منافقت اور ڈرامے بازی اس وقت انتہائی مضحکہ خیز ثابت ہوتی جب دریائے چناب' الف محلہ' دار نصر' دارالبرکات اور پہاڑی کے دامن میں واقع دارالیمن کی لڑکیاں اپنے سکول کالج کے لیے ریلوے لائن کے کنارے کنارے چلتی ہوئی آ رہی ہوتی تھیں جبکہ فیکٹری ایریا' محلہ دارالصدر' محلہ دارالرحمت غربی' شرقی' وسطی' ریلوے سٹیشن کے علاقے کے لڑکے دریا کی طرف اپنے سکول و کالج

جارہے ہوتے تھے تو دونوں اصناف کا آپس میں کراس ہوتا۔ اس دوران بے شمار لڑکے لڑکیوں کے آپس میں مسکراہٹوں اور رقعوں کے تبادلے ہو جاتے اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوتی۔

ایک مرتبہ میں اور میرا کزن محمد شفیع ریلوے لائن میں چلتے ہوئے سکول جارہے تھے۔ راستے میں ایک شیریں کو اپنے فرہاد کی نگاہوں سے بلائیں لیتے دیکھا تو لامحالہ ہمارا دھیان ادھر چلا گیا۔ اس محویت میں پیچھے سے آتے ہوئے ریلوے انجن کی آواز بھی نہ سنائی دی۔ قدرت کو ہماری زندگی مقصود تھی کہ انجن ابھی چند گز کے فاصلے پر تھا کہ ہم نے دائیں بائیں جانب چھلانگیں لگا کر جان بچالی ورنہ ایک حور کے کمالات کا نظارہ ہمیں دوسری دنیا پہنچا چکا ہوتا۔

ربوہ کی ایک لڑکی کا نام نجمہ تھا جسے سب لوگ نجمی کہتے تھے۔ اس کی چنیوٹ کے ایک مسلمان لڑکے ظہیر احمد سے نہ جانے کیسے ملاقات ہوگئی اور اسے اپنا دیوانہ بنالیا۔ یہ لڑکا یتیم تھا اور تعلیم حاصل کرنے ملتان سے اپنی بہن کے پاس چنیوٹ آیا ہوا تھا۔ ظہیر کے گھر والوں نے سنا ہوا تھا کہ ربوہ میں تعلیم بہت اچھی ہے۔ لہٰذا اسے فرسٹ ایئر میں تعلیم الاسلام کالج میں داخل کرادیا گیا۔ اس کی نجمی سے ملاقات ہوئی تو وہ ظہیر پر لٹو ہوگئی۔ دسمبر ٹیسٹ میں جب ظہیر میاں فیل ہوگئے تو اس کے گھر والوں کا ماتھا ٹھنکا۔ انہوں نے اپنے طور پر انکوائری کی تو معلوم ہوا کہ میاں صاحبزادے تو حور کی زلفوں کے اسیر ہو چکے ہیں۔ بس پھر کیا تھا' پہلے تو ان کی خوب دھنائی ہوئی مگر جب عشق کا بھوت ان کے سر سے اتارے نہ اترا تو موصوف کو گھر والوں نے واپس ملتان بھیج دیا۔

حوروں کے سب سے بڑے "دو ڈپو" مرزا محمود احمد کی بیویوں مہر آپا اور مریم صدیقہ المعروف چھوٹی آپا کے گھروں میں تھے "رحم سے خالی" مہر آپا کے پاس جماعت کی دیوداسیوں کی ایک فوج تھی جو بظاہر اس کی خدمت پر مامور تھی مگر درحقیقت وہ اپنے نبوت زادوں کی دلبستگی کا سامان کرتیں یا احمدیت کے دام میں آنے والے نئے پنچھیوں کے پاؤں میں اپنی زلفوں کی بیڑیاں ڈالا کرتی تھیں۔

ربوہ کے تمام مرد دو مقامات پر سر نگاہ جھکا لیتے اور ہاتھ باندھ لیا کرتے تھے۔ ایک جب وہ اپنے خلیفہ' اس کی اولاد یا جھوٹے خاندان نبوت کے کسی بھی فرد کے سامنے پیش ہوتے' دوسرے اس وقت جب حوریں ان کے سامنے آتیں۔ "ربوی مرد" کنکھیوں سے انہیں دیکھ تو لیتے مگر ان سے نظر ملانا نہ جانے کیوں ان کے بس میں نہیں ہوتا تھا۔ کئی ایک سے جب اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے اپنے "نبی" کی نام نہاد تعلیمات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا" ہم اپنی مذہبی

تربیت کی بنا پر عورتوں کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتے جبکہ عورتیں ہمیں سر سے پاؤں تک دیکھ لیتی ہیں۔"

جامعہ نصرت کالج فارویمن کی پرنسپل فرخندہ شاہ جو مسز شاہ کے نام سے مشہور تھیں' ان کی مرزائیت کے لیے "خدمات" کو بہت سراہا جاتا تھا۔ ان کی علمیت کے علاوہ زبردست ڈسپلن کے قصیدے بھی قصر خلافت میں چار دانگ پڑھے جاتے تھے۔ ان کے بیٹے نے اپنی والدہ کو کالج میں سوشل ورک کا مضمون تعارف کرانے کا مشورہ دیا جسے قبول کر لیا گیا اور پھر بیٹے ہی کی سفارش پر ایک مسلمان لڑکی مس نجف کو سوشل ورک کی لیکچرار کے طور پر ملازمت دے دی گئی۔ اس مسلمان لیکچرار نے مسز شاہ کے سخت نظم و ضبط اور قصر خلافت میں نیک نامی پر پانی پھیر دیا۔ اور پرنسپل کے بیٹے کو پہلے مسلمان کیا' بعد میں اس کے ساتھ شادی رچا کر اسے کفرستان سے لے کر نکل گئی۔ قصر خلافت مسز شاہ اور حوریں منہ دیکھتی رہ گئیں۔ حوروں کے سلسلے میں ایک دلچسپ بات جسے ہر شخص انجوائے کیا کرتا تھا کہ جامعہ نصرت گرلز کالج کی پرنسپل مسز شاہ' نصرت گرلز ہائی سکول کی ہیڈ مسٹریس مسز بشیر اور فضل عمر فاؤنڈیشن انگلش میڈیم سکول کی پرنسپل تینوں بیوہ تھیں۔ اکثر لوگ از راہ مذاق کہا کرتے تھے کہ تینوں "میڈموں" نے نہ جانے کیوں اپنے شوہروں کو دنیا سے باجماعت رخصت کر دیا ہے اور مرزائی مرکز نے زنانہ تعلیمی اداروں کے لیے تین بیوائیں ہی کیوں منتخب کیں۔

ہمارے چنیوٹ کے ایک دوست کی بہن جو نصرت گرلز ہائی سکول کی طالبہ تھی اس کے گھر والوں نے چنیوٹ سے لاہور منتقل ہونا تھا چنانچہ اس نے آٹھویں جماعت پاس کرنے کے بعد نویں کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنا چاہا مگر سکول کی ہیڈ مسٹریس مسز بشیر نے سرٹیفکیٹ دینے سے انکار کر دیا اور کہا "بچی لائق ہے' اسے ہم میٹرک پاس کرنے تک سکول سے نہیں فارغ کریں گے۔" سکول کے مینیجر چودھری علی اکبر ہمارے دوست مقصود الرحمٰن کے والد تھے' ان کی سفارش کرائی مگر بے سود۔ آخر ہمارے ایک اور کلاس فیلو عبدالحئی طاہر دُور کی کوڑی لائے۔ انہوں نے یونائیٹڈ بنک کے منیجر لطیف اکمل سے بات کی جنہوں نے ایک فون کیا اور اگلے ہی لمحے مسز بشیر نے سرٹیفکیٹ دینے کی ہامی بھر لی۔ ہمارا کام تو ہو گیا مگر لطیف اکمل سے اس انہونی کے ہو جانے کے اسباب پوچھے تو انہوں نے آنکھ دبا کر کہا "بھائی یاری کی کچھ تو پردہ داری ہونی چاہیے۔"

ایک مرتبہ ہمارے ایک جاننے والوں کی نصرت گرلز ہائی سکول کی طالبہ بیٹی نویں جماعت میں فیل ہو گئی۔ لڑکی کے والد نے سکول انتظامیہ سے ملنے کے بعد لڑکی کے پرچے دوبارہ چیک کر کے اسے رعایتی نمبر دلوا کر پاس کرانے کی درخواست کی۔ اس سلسلے میں اس کی ملاقات

لڑکی کی کلاس ٹیچر سے ہوئی جس نے لڑکی کے باپ کو بتایا کہ لڑکی کی نالائقی کی وجہ اس کا چال چلن ہے۔ یہ اور اس کی سہیلیوں کا گروپ کلاس سے اکثر غائب رہتا ہے اور یہ سب ایک دوسرے کے بوائے فرینڈز کو محبت نامے پہنچانے اور ملاقاتیں ارینج کرانے میں مصروف رہتی ہیں' جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ پڑھائی میں کمزور رہ گئی ہے۔ لڑکی کا والد جو پہلے ہی بیٹی کی ناکامی پر سرپیٹ رہا تھا' اب بچی کے مشکوک چال چلن کی خبر پر سخت پریشان ہوگیا۔ جب لڑکی اور اس کی سہیلیوں سے معلوم کیا گیا تو انہوں نے ایک اور ہی کہانی سنا ڈالی کہ موصوف ٹیچر کے خود کچھ مشکوک لوگوں کے ساتھ تعلقات ہیں اور وہ اپنی ''خوب رُو'' طالبات کو ان لوگوں سے ملاقات پر مجبور کرتی ہے' اور جو لڑکیاں بات نہیں مانتیں' انہیں نہ صرف کلاس میں زچ کیا جاتا ہے بلکہ امتحان میں بھی فیل کر دیا جاتا ہے۔ یہ مسئلہ جب اعلیٰ سطح پر اٹھایا گیا تو سکول انتظامیہ نے یہ کہہ کر بات دبا دی کہ اس طرح اساتذہ اور طالبات کی بدنامی ہوگی۔ چنانچہ لڑکی کو پاس کر کے اگلی کلاس میں بھیج دیا گیا۔

ہمارے محلّہ میں ایک لڑکا رفیق رہتا تھا جس کے اپنی پڑوسن اور میٹرک کی طالبہ جمیلہ سے تعلقات تھے۔ دونوں کے والدین نے انہیں باز رکھنے کی بے حد کوشش کی مگر بے سود' دونوں نے اپنی ڈگر سے ہٹنے سے انکار کر دیا۔ رفیق کا والد راج گیری کا کام کرتا تھا' وہ اسے اپنے ساتھ کوئٹہ لے گیا جبکہ جمیلہ کے گھر والوں نے اس کی شادی کر دی۔ فریقین کا خیال تھا کہ دوری دونوں کے سروں سے عشق کا بھوت اتار دے گی۔ مگر مرض دوا کرنے کے ساتھ بڑھتا گیا اور رفیق باپ کو جُل دے کر کوئٹہ سے چنیوٹ آگیا اور ایک آٹو ورکشاپ میں کام سیکھنا شروع کر دیا۔ اس دوران رفیق اور جمیلہ کی ملاقاتیں پھر سے ہری ہوگئیں۔ چنانچہ جمیلہ نے طلاق' اور رفیق نے اپنے استاد کی مدد لے کر نکاح کر ڈالا۔

ربوہ کے ایک حکیم صاحب کے پڑوس میں ملتان کا ایک لڑکا شاکر اپنی ماں کے ہمراہ قیام پذیر ہوا۔ حکیم صاحب نے اپنی تربیت کے مطابق اس سے ملاقات کی اور پوچھا کہ ''بیٹے آپ احمدی ہیں'' جواب ملا ''نہیں'' حکیم صاحب نے فوراً اسے تبلیغ کرنے کا فیصلہ کیا اور ''مرزا غلام احمد'' کی نبوت ان کے خلفاء کے بارے میں جملہ کہانیاں سنا ڈالیں۔ شاکر اگرچہ مذہبی ذہنیت رکھنے والا مسلمان نہیں تھا' تاہم اسے مرزائیت سے بھی کوئی رغبت نہیں تھی۔ حکیم صاحب نے اسے مسجد اور دیگر اجلاسوں میں آنے کی بہت پیشکش کی مگر وہ ہر بار طرح دے جاتا۔ ایک دن حکیم صاحب نے اسے گھر بلایا اور ڈرائنگ روم میں بٹھایا۔ ابھی تبلیغ کا باب دوبارہ شروع ہوا ہی تھا کہ حکیم صاحب کی بیٹی چائے لے کر ڈرائنگ روم میں آئی۔ بس پھر کیا تھا شاکر لڑکی کو دیکھتے ہی دم

بخود ہوگیا۔ ''اتنی حسین لڑکی شاید میں نے پہلے کبھی دیکھی ہی نہیں'' خود کلامی کے انداز میں وہ بڑبڑایا۔ حکیم صاحب نے یہ صورت حال دیکھی تو کہنے لگے ''بیٹے! یہ میری بیٹی طاہرہ ہے' اس سال فرسٹ ایئر میں داخل ہوئی ہے۔'' شاکر طاہرہ کے حسن قیامت خیز میں اس قدر کھویا کہ اس نے حکیم صاحب کی شبینہ روز تبلیغ کو گوارا کرنے کا فیصلہ کرلیا اور کہا ''حکیم صاحب! مجھے آپ کی باتیں بہت اچھی لگی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ تمام باتیں مجھے رفتہ رفتہ بتائیں اور سمجھائیں۔'' حکیم صاحب تیار ہوگئے۔ یوں اس نے ایک مقررہ وقت پر ان کے گھر جانے کا معمول بنالیا۔ حکیم صاحب ایک نیا احمدی جماعت میں لانے میں مگن تھے جبکہ شاکر ترچھی نگاہوں سے طاہرہ کو تسخیر کرنے میں مصروف تھا۔ حکیم صاحب کی مسلسل کوشش کے باوجود شاکر غرزائی تو نہ ہوسکا' مگر طاہرہ اس کے دام محبت میں آ گئی۔ شاکر طاہرہ سے تعلق برقرار رکھنے اور حکیم صاحب کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے ''نیم مرزائی'' ہوگیا۔ ان دونوں کی دوستی اور محبت کا حکیم صاحب کو بھی علم تھا مگر وہ شاکر کے مکمل مرزائی ہونے تک سب کچھ گوارا کرنے پر تیار تھے جبکہ شاکر انہیں ٹالنے کے لیے نت نئے بہانے بنالیتا۔ کبھی کہتا میں اپنی تعلیم مکمل کرلوں' پھر مرزا ناصر کی بیعت کرلوں گا۔ فوری طور پر بیعت کرنے پر مجھے گھر والے عاق کردیں گے۔ حکیم صاحب اس کی دلیلوں کو مانتے رہے اور اپنے گھر آنے جانے سے نہ روکا۔ اس دوران وہ اپنا مقصود بھی حاصل کرتا رہا۔ یوں اس نے پہلے ایف۔ اے پھر بی۔ اے کرلیا اور مرزائیت پر لعنت بھیجتا ہوا واپس ملتان چلا گیا جبکہ حکیم صاحب اور طاہرہ ہاتھ ملتے رہ گئے۔

ایک لڑکی نورالنساء ڈار کی داستان بھی مدتوں ربوہ کے کوچہ و بازار کا شاہکار بنی رہی۔ جن دنوں نیا نیا ٹی وی آیا تو ربوہ کے متمول گھروں کی چھتوں پر بلند و بالا انٹینے لگے نظر آتے تھے۔ جماعت کی طرف سے بالا بلندیوں کو ٹی وی رکھنے کی سختی سے ہدایت تھی۔ ٹی وی پر جب ہفتہ وار فلم لگتی تو جماعت کے امراء غرباء ہم مذہبوں کو اجتماعی طور پر فلم دیکھنے کی دعوت دیا کرتے تھے۔ یہ بات میرے ذاتی مشاہدے میں ہے کہ ہم نے بھی حوروں کے جلو میں بیٹھ کر پرانی فلم ''جھومر'' دیکھی تھی۔

غلہ منڈی بازار میں ایک جنرل سٹور کا مالک عبدالباسط انتہائی وجیہہ اور خوبرو نوجوان تھا۔ کبڈی کے اس کھلاڑی کی ایک لڑکی بشریٰ کے ساتھ گہری چھنتی تھی۔ ویسپا پر دونوں کھلے عام گھومتے۔ بشریٰ اپنی سہیلیوں کے جلو میں دکان پر شاپنگ کرنے آتی تو جو دل چاہتا' سمیٹ کر لے جاتی۔ اس دریا دلی کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد دکان خالی ہوگئی۔ تو بشریٰ نے بھی اپنا رخ زیبا

موڑ لیا۔ موصوف دن بھر کوئے جاناں کی خاک چھانتا لیکن وہ پری رُو تو جیسے گم ہو گئی۔ بعد میں اسے پتہ چلا کہ بشریٰ اس کے ساتھ فلرٹ کر رہی تھی' حالانکہ اس کا نکاح تو پہلے ہی کہیں ہو چکا تھا۔

مبارکہ بیگم محکمہ تعلیم کی ملازم تھی جس نے طلاق لینے کے بعد دوسری شادی نہ کی۔ حالانکہ کئی مرزائی رشتے اس کے ساتھ ''جڑنے'' کے لیے پر تول رہے تھے۔ لیکن اس نے کسی کو گھاس نہ ڈالی۔ اس کے بارے میں یہ تاثر عام تھا کہ وہ محکمہ تعلیم کے اعلیٰ حکام سے جو کام چاہے کروالیتی ہے۔ مخالفین سے تبادلوں کے ذریعے انتقام لینا اس کا معمول تھا۔ ربوہ کے ''خاندان'' کے سرکردہ افراد ہوں یا مسلمان جاگیردار اس کی ''نگاہِ کرم'' سب کے لیے یکساں تھی۔

''سدومیت اور گے کلچر'' ربوہ کی آل نبوت اور امت کے تشخص کا لازمی جزو ہے۔ القابات اور الہامات کی رداؤں میں لپٹی ہوئی اس ''ذریتِ مبشرہ'' کا یہ کردار مرزا غلام احمد کے الہامات کی ساری حقیقت کھول کر رکھ دیتا ہے۔ میں نے غایت تحریر میں مرزا طاہر کی احمدیہ نیٹ ورک ٹیلی ویژن پر کی گئی ایک تقریر کا حوالہ دیا ہے جس میں انہوں نے پاکستانی علماء کرام' خطیبوں اور مساجد کے اماموں پر اغوا' زیادتی' اغلام اور ناجائز اسلحہ رکھنے کے الزام لگائے ہیں جبکہ ان کے مقابلے میں خود کو پاکیزہ اور پوتر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ بات اس ''دروغ گو'' مرزا طاہر کے لیے جس کا حافظہ ختم ہو چکا ہے' ایک آئینہ ہے جسے دیکھ کر وہ اپنا سا منہ لے کر رہ جائے گا۔

یوں تو قصر خلافت ربوہ کے در و دیوار پر بنات امت کے ساتھ کیے جانے والے ''پاکیزہ'' اعمال کی کہانیاں ہی ربوہ کی آل نبوت کے کردار کا تجزیہ کرنے کے لیے کافی ہیں لیکن اس امت کے ''مسلک ہم جنس پرستی'' پر روشنی ڈالنی بھی ناگزیر ہے' تاکہ ان لوگوں کو پتہ چل جائے کہ سٹلائٹ پر ''کف'' اور شیشے کے گھر میں بیٹھ کر دوسروں پر سنگ وخشت برسانا آسان نہیں کہ وہ بھی اندرون خانہ کی پوری پوری خبر رکھتے ہیں۔

ہماری کلاس میں پڑھنے والے خانوادگانِ مرزائی نبوت کے تین سپوتوں' مرزا طیب' مرزا احسن اور سیّد قمر سلیمان کا ذکر پہلے بھی آ چکا ہے۔ ہم لوگ نویں جماعت میں پڑھتے تھے۔ کسی بات پر ان تینوں کی آپس میں لڑائی ہو گئی۔ تیز گفتگو' دشنام طرازی سے ہوتی ہوئی کردار تک جا پہنچی۔ تینوں نے ایک دوسرے کے بخیئے ادھیڑ کر رکھ دیئے۔ خانساموں' ماشکیوں اور گھر کے ملازموں کے علاوہ کزنوں اور رشتہ داروں کے ساتھ ایک دوسرے کی ''سدومیت داری'' کی داستانیں سنا دی گئیں۔ پوری کلاس نہایت دلچسپی سے جھوٹے نبی زادوں کے کردار کی حکایتیں سن رہی تھی۔ اسی دوران ماسٹر احمد علی کلاس میں تشریف لائے۔ انہیں دیکھ کر بھی شاہی خاندان کے ''اصیلوں'' نے

زبان کو لگام نہ دی اور باہمی کردار و اخلاق کی دھجیاں بکھیرتے رہے۔ ماسٹر احمد علی بھی سیدوی صفات سے مالا مال تھے اور ''اپنی امت'' کی اس روایت پر پوری طرح عمل پیرا رہتے تھے۔ تاہم ''مرزوں'' کو بھری کلاس کے سامنے ایک دوسرے کی پگڑی اچھالتے دیکھا تو کہنے لگے:

''دیکھو صاحب زادو! اگر نبیوں کی اولادیں ہی آپس میں اس طرح تھوکا فضیحتی کرنا شروع کردیں گی تو امت کے ان طلباء کا کیا بنے گا' جنہوں نے اپنے کردار کو آپ لوگوں کے طرز عمل کی مثالؑ سے سنوارنا ہے۔''

نبی زادے لڑتے رہے۔ ماسٹر احمد علی انہیں خاموش کرانے میں جب ناکام ہوگئے تو معاملہ ہیڈ ماسٹر صاحب کے سامنے پیش کیا گیا۔ انہوں نے نہ جانے کس طرح تینوں کو ''کول ڈاؤن'' کیا۔ لیکن اس دوران ان کی لڑائی سے قصر خلافت کے شہزادوں کی اصلیت اور ان کی ''کردار کہانی'' کھل کر سامنے آگئی۔ کلاس کے ایک طالب علم ظفر باجوہ نے اس صورت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا' نبی زادوں نے ماشکیوں اور خانساموں کا تو زور و شور سے ذکر کیا لیکن میرے سمیت سکول کے بہت سے ساتھیوں کا تذکرہ کرنا ہی بھول گئے جن کا ان شہزادوں کی خدمت میں برابر کا حصہ ہے۔

فیکٹری ایریا محلہ میں ہمارا ایک کلاس فیلو اعجاز اکبر رہا کرتا تھا۔ اس نے ایک بار مجھے اپنے محلے کی دو انتہائی سرکردہ اور مذہبی اکابر شخصیات کا تذکرہ سناتے ہوئے کہا کہ مولانا غلام باری سیف اور قانون دان سعید عالمگیر کی آپس میں گہری چھنتی ہے۔ شاید اسی وجہ سے دونوں اپنے ذوقِ طبع کی تسکین کے لیے ایک دوسرے کے بیٹوں کو تختہ مشق بناتے ہیں۔ شہر کے در و دیوار ''نونہالانِ جماعت'' کے باہمی اختلاط کے قصوں سے سیاہ رہتے تھے۔ ''گگوتے ابرار والی'' نظم تو مدتوں نوشتہ دیوار بنی رہی تھی جو دو نہالوں کی سیاہ کاری کی ترجمان تھی۔

جسم فروشی کا رجحان اس قدر زیادہ تھا کہ ہر خوش شکل لڑکا ایک چلتا پھرتا ''بروتھل'' تھا۔ ایسے طلباء جن کے والدین اپنی قلیل آمدنی سے جماعت کا ''دوزخ'' بھرتے اور اپنی اولاد کی ادنیٰ سی خواہش بھی پوری نہیں کرپاتے ۔ [illegible] بچوں کے لیے پیسہ کمانے کے لیے یہ آسان ترین راستہ تھا۔ بے شمار لڑکے کھلے عام ''معاملہ'' طے کرتے اور چل پڑتے تھے۔ والدین اور اساتذہ کی اکثریت اپنے بچوں اور طلبہ کی ان ''مصروفیات'' سے آگاہ تھی۔ تعلیمی اداروں میں تمام اساتذہ نے اپنے اردگرد ''خوبرو طلبہ کی منڈلی بنا رکھی ہوتی تھی۔ ایک دوسرے کے گروپ سے ''لڑکا'' توڑنا ایک معرکہ سمجھا جاتا تھا۔ اس قبیح عمل کی بجا آوری کو یہ لوگ اپنے آباء کی سنت اور اتباع خیال

کرتے تھے۔

گول بازار کے ایک بہت بڑے دکاندار کا بیٹا شبیر شاہ بھی ہمارا کلاس فیلو تھا۔ وہ بھی اپنے نبی کی تعلیمات پر پوری طرح عمل پیرا رہتا تھا۔ لیکن اس بے چارے کے ساتھ عجیب قسم کا ''دھرو'' ہو گیا جس کی صفائیاں دیتے ہوئے اس کی زبان تھک گئی مگر رسوائی کی داستان پھر بھی ہر کوچے میں جا پہنچی۔ قصہ یہ تھا کہ شبیر شاہ ایک شخص کے ساتھ طے شدہ پروگرام کی خلاف ورزی کر کے کسی اور کے ہاں جا پہنچا۔ اوّل الذکر نے انتقامی کارروائی کرتے ہوئے ایک منصوبے کے تحت ''خصوصی لمحات'' کی تصاویر بنا کر سکول میں تقسیم کر دیں۔

تصاویر کے ذریعے بلیک میلنگ کی دھمکی عام تھی۔ اکثر شہری اس سے کام نکال لیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ تیزاب سے چہرہ داغ دینے کی دھمکی بھی کام کر جاتی تھی۔ ''مساجد'' ''جائے نماز'' کے علاوہ جائے عمل بھی تھیں۔ مرزا ناصر کا زمانہ گزر چکا تھا مگر مرزا طاہر کے بے شمار ہم جولی ''مرزا تاری'' کے ساتھ گزارے ہوئے ''شب و روز'' پر نازاں ہوا کرتے تھے۔ مرزا لقمان کی ''صحبت'' سے فیض یاب ہونے والے بھی خود کو امت کے برہمن خیال کیا کرتے تھے۔ علی ہذا القیاس ربوہ ''شہر سدوم'' جہاں بسنے والوں کا مذہب سدومیت ہے جسے ہر کس و ناکس نے اپنے دائرہ کار میں اختیار کر رکھا تھا۔

مولوی محمد ابراہیم بھانبڑی ہمارے سکول کے استاد اور بورڈنگ ہاؤس کے وارڈن تھے۔ ان کی ''نگاہِ لطف و کرم'' ہر لڑکے پر یکساں ہوتی۔ تاہم لڑکوں سے وصول کیے ہوئے جسمانی خراج کا حساب ان کے بیٹے انور بھانبڑی کو چکانا پڑتا تھا۔ مولوی صاحب اپنی افتادِ طبع سے اس قدر مجبور تھے کہ بعض اوقات ان سے کئی حرکات کھلے عام ہی میں سرزد ہو جایا کرتی تھیں جن سے انہیں شرمندگی اٹھانے کے علاوہ سکول انتظامیہ کی طرف سے محتاط رویہ اختیار کرنے کا نوٹس آ جایا کرتا تھا۔

تعلیم الاسلام کالج میں دو لڑکوں امین الدین اور طیب عارف کے حسن کے اس قدر چرچے تھے کہ ہر شخص ان سے بات کر کے اور ہاتھ ملا کے اپنے نصیب پر ناز کیا کرتا تھا۔ امین الدین کے فرسٹ ایئر میں داخلے کے بعد تمام اساتذہ کے دل مچل رہے تھے کہ کاش انہیں اس کی کلاس مل جائے۔ یہ لڑکا جب سامنے سے گزرتا تھا تو لڑکے باجماعت یہ گیت گایا کرتے تھے۔ ''تک چن پیا جاندا ای'' طیب عارف کے رخسار کے تل پر تو یار لوگ شاعرانہ ماحول بنا لیتے۔ ہر شخص بساط بھر اشعار اس ''تل'' کی نذر کر دیا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ بھی کئی ''امرد'' ایسے تھے جن کے حسن کے قصیدے ربوہ کی ''گے'' سوسائٹیوں میں پڑھے جاتے تھے۔ یہ تو چیدہ چیدہ لوگوں کے

قصے ہیں ورنہ یہاں کا ہر فرد سدومیت کو اختیار کر کے فخر محسوس کرتا ہے۔ اگر فرداً فرداً داستانیں لکھی جائیں تو کئی دفتر تصنیف ہو جائیں۔

تعلیم الاسلام کالج کے ایک پرنسپل چودھری محمد علی اس کھیل کے مرد میدان تھے۔ فضل عمر ہوسٹل کی وارڈن شپ کے دوران ان کی ''داستانِ سدومیت'' ہوسٹل اور وارڈن خانے کے در و دیوار پر رقم رہی۔ پرنسپل بننے کے بعد وہ مرزا ناصر احمد والی بڑی کوٹھی کے مکین بنے تو وہاں انہوں نے مرزا ناصر احمد اور ان کے کارناموں کو زندہ رکھا۔ بعض اوقات انتہائی دلچسپ صورت حال پیدا ہو جاتی جب پرنسپل کے ساتھ ساتھ جانے والے کسی بھی ''خوش رُو'' لڑکے کو اس کے ساتھی دیکھ لیتے' بعد میں ''یاروں'' میں بیٹھ کر اسے وضاحتیں کرنا پڑ جاتی تھیں۔ اس کے علاوہ جو لڑکا چودھری صاحب کے گھر سے آتا ہوا نظر آ جاتا' اس پر تو مدتوں ''انگلیاں'' اٹھتی رہتی تھیں۔ ان سب باتوں کے باوجود پرنسپل کا بلانا اور پری جمالوں کا ان کے گھر بلا تامل چلے جانا کسی دور میں بند نہ ہوا۔

ربوہ کے ملاں و پیر اور میر و وزیر ہر قسم کی اخلاقی مذہبی اور سماجی قید سے آزاد ہیں۔ وہ خوش وقت ہونے کے لیے صنف موافق و مخالف کی تفریق نہیں کرتے۔ دونوں اجناس ان کے ہاں ارزاں اور وافر ہیں۔

مرزا ناصر احمد بھی اپنے والد مرزا محمود احمد کی طرح تعداد ازدواج کے زبردست شوقین تھے مگر ان کی بیوی منصورہ نے ان کی لگام ایسے کھینچ کر رکھی ہوئی تھی' وہ ادھر ادھر منہ تو مار لیتے مگر اس کی زندگی میں دوسری شادی کوشش کے باوجود نہ کر سکے۔ لیکن جونہی منصورہ آنجہانی ہوئی تو مرزا ناصر نے اس لڑکی سے شادی رچالی جو مرزا لقمان کی محبوبہ تھی۔ باپ بیٹے میں بہت جنگ ہوئی۔ لقمان نے یہاں تک کہا ''ابا حضور! پچ میں نے بنائی مگر بیٹنگ آپ نے کر ڈالی'' مرزا ناصر احمد نے نوجوان دلہن کی برابری کرنے کے لیے طب یونان اور ہومیو پیتھک کے کئی نسخے آزمائے۔ انہی نسخوں نے آخرکار انہیں جہنم واصل کر دیا۔ اکثر مرزائی منچلے کہا کرتے تھے کہ ''ہمارے حضرت صاحب کو گھونگٹ کی ہوا لگ گئی ہے۔''

''پتا پہ پوت اور نسل پر گھوڑا بہت نہیں تو ضرور تھوڑا'' والی مثال کے مطابق مرزا ناصر کا بیٹا لقمان اپنے باپ بلکہ دادا مرزا محمود احمد کے خصائل کا مکمل پرتو تھا۔ چھٹی جماعت میں یہ ہمارے ساتھ پڑھتا تھا۔ مسلمان کیا اپنے جیسے مرزائیوں کو بھی خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ اور اگر بھولے سے کسی امتی کے ساتھ ہاتھ ملا لیتا تو وہ مرزائی اپنی خوش نصیبی پر نازاں ہوتے ہوئے گھنٹوں کبھی خود کو کبھی اپنے ہاتھ کو دیکھتا رہتا تھا۔ ایک بدمعاش بچپن میں جو ''کچھ'' ہوتا ہے مرزا لقمان ان حقائق کا

عین عکاس تھا۔ فرعونی خصوصیات' یزیدی اوصاف مرزا لقمان کی شخصیت کا جزو لاینفک تھے۔ کتے پالنا' گھوڑے رکھنا' چادر اور چاردیواری کے تقدس کو پامال کر کے اپنی جنسیت کی تسکین کرنا اس شخص کی زندگی کے لوازم تھے۔ شرفاء کی لاج کو مرزا لقمان نے لچوں کا قہقہہ بنا کر رکھ دیا تھا۔

جن لوگوں نے مرزا محمود احمد کی جوانی دیکھی' ان کا کہنا تھا کہ مرزا لقمان کے سارے چلن اپنے دادا جیسے تھے۔ جس طرح موصوف اپنی تخریبی چالوں سے فتوحات حاصل کرنے کے خوگر تھے اسی طرح لقمان بھی تخریبی کارروائی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا۔ طالب علم رہنما رفیق باجوہ نے مرزائیت کے خلاف بغاوت کا پرچم بلند کیا تو مرزا لقمان نے اس کو ختم کرنے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا۔ اس کی تلاش میں رفیق باجوہ کے باپردہ گھرانے میں داخل ہو کر چادر اور چاردیواری کے تقدس کی دھجیاں اڑا دیں۔

مرزا محمود احمد کی طرح مرزا لقمان بھی امت کی جس حور شمائل کو چاہتا' قصر خلافت بلا لیتا اور اپنے دادا کی ''سنت'' ادا کر لیتا تھا۔ شہر کے غنڈوں کی ایک فوج مرزا لقمان کے اشارے پر ہر جرم کرنے پر آمادہ رہتی تھی اور اس بے مہار فوج کا یہ سپہ سالار کرائے کے بازوؤں سے اپنے مقاصد حاصل کر لیتا تھا۔

مرزا ناصر بھی اپنے اس سپوت سے ڈرتے تھے۔ مرزا لقمان کے بڑے بھائی مرزا فرید نے ایک مرزائی خاندان کی لڑکی اغوا کر لی تو مرزا ناصر نے امت اور لڑکی کے والدین کی اشک شوئی کے لیے مرزا فرید کو ربوہ بدر کر دیا جبکہ مرزا لقمان ایسے کئی کارنامے انجام دینے کے باوجود ہر گرفت سے بالا تھا۔

ربوہ میں بدمعاشوں اور قبضہ گروپ کے کئی دھڑے تھے' جن کی پشت پناہی مرزا انور چیئرمین ٹاؤن کمیٹی اور مرزا طاہر کیا کرتے تھے۔ لیکن جب سے مرزا لقمان نے جوانی میں قدم رکھا' ہر بدمعاش اس کے ساتھ وابستہ ہو گیا تھا۔ جماعت اور جھوٹی نبوت کے خاندان کے قواعد و احکام سے سرتابی کرنے والوں کے لیے عقوبت خانے اور ٹارچر سیلز قائم تھے جن کی سربراہی بھی مرزا لقمان ہی کیا کرتا تھا۔

شہر میں نوجوانوں کی مختلف ٹولیاں رات کو پہرہ دیا کرتی تھیں۔ ان کی تشکیل بھی مرزا لقمان کے دائرہ اختیار میں تھی۔ انہی گروہوں سے کئی افراد چوری کی وارداتوں میں ملوث ہوا کرتے تھے۔ ایسے تمام چور بھی خلیفہ زادے کے پروردہ تھے۔ ربوہ والے اپنے ساتھ ہونے والے کسی ظلم و زیادتی کی اطلاع پولیس کو نہیں کر سکتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ مرزائی مرکز کی خود ساختہ

امور عامہ سے دادرسی حاصل کرلی جاتی تھی۔ اگر کوئی شخص پولیس کے پاس جانے کی کوشش کرتا تو اسے نہ صرف مرکز کے انصاف بلکہ جماعت سے بھی محروم ہونا پڑتا تھا۔ مرزا لقمان ربوہ کے نام نہاد نظام انصاف کی سرپرستی بھی کرتا تھا۔

چودہ سو سال قبل عرب کا معاشرہ جس اخلاقی انحطاط کا شکار تھا' اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے خالق کائنات نے حضرت نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرما کر معاشرے میں انقلاب برپا کر کے رکھ دیا لیکن قادیان کے جھوٹے پیغمبر کے دعویٰ نبوت کے بعد اخلاقی لحاظ سے ایک ایسے پست معاشرے نے جنم لیا جس کی اصلاح عبث ہو چکی ہے۔ مرزائی خلیفۂ وقت کی دورخی پالیسی کا یہ عالم تھا کہ اغوا کے کیس میں ملوث مرزا فرید کو شہر بدر تو کر دیا گیا مگر اسے یہ سہولت بھی دے دی گئی کہ وہ جب چاہے ربوہ آ سکتا تھا۔ جس خاندان کی لڑکی اغوا ہوئی تھی' وہ مرزا فرید کو ربوہ میں دیکھتا تو خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتا مگر مرزا لقمان کے خوف سے ان میں دم مارنے کی بھی مجال نہیں تھی۔

ربوہ میں ''قدے' چھدے' چکے' بشیر بلے' مقصودے پٹھان اور لطیف ننھے'' جیسے ناموں سے موسوم بدمعاشوں کے کئی دھڑے تھے۔ ان گروپوں کی آپس میں لڑائی اور پھر ان میں فیصلہ کر کے اپنی چودھراہٹ قائم رکھنے کے لیے مرزائی خاندان نبوت نے ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کا اصول بنا رکھا تھا۔ ابتدائی صفحات میں ایک پٹھان کا ذکر کیا گیا ہے۔ مذکورہ بدمعاشوں کے گروہوں میں مقصودا پٹھان گروپ کا مقصود خان اور اسی کا بیٹا تھا جب کہ اس کے دیگر دو بھائی رفیقا پٹھان اور فاروقا پٹھان بھی اپنے بڑے بھائی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہر وقت اپنے خلیفہ زادے کے حکم کے غلام رہتے تھے۔

مرزا طاہر کو جب میں نے دیکھا وہ ایک مکمل ''پلے بوائے'' تھے۔ منہ میں پان' جیب میں کیپسٹان ڈالے سرخ رنگ کی لیڈیز سائیکل پر پھرنے والا یہ شخص شہر بھر کی خواتین کے دل کی دھڑکن تھا۔ عمر کی قید سے قطع نظر ہر خاتون ان سے تعلق و واسطہ پر فخر کیا کرتی تھی۔ نوجوان خواتین تو بڑے ناز سے انہیں ''میاں تاری'' کہا کرتی تھیں۔

مرزا طاہر بھی اپنے بڑے بھائی مرزا ناصر کی طرح ہومیو پیتھک ڈاکٹر تھے۔ ان کا کلینک صبح اور شام کھلا کرتا جہاں ماہ رخان شہر کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔ کسی خاتون کو کوئی مرض ہو یا نہ ہو' وہاں جا کر دل پشوری کر لیا کرتی تھی۔ کسی نوجوان لڑکی کے پیٹ میں ہلکا سا درد بھی اٹھتا' والدین اسے تریاق لینے میاں تاری کے پاس بھیج دیا کرتے۔
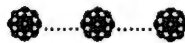
قادیانیوں کی جنسی حیا سوزیاں

بشیر احمد مصری

الحافظ بشیر احمد مصری 1914ء میں ہندوستان کے قصبہ قادیان میں پیدا ہوئے' جہاں انہوں نے گورنمنٹ کالج لاہور سے عربی میں بی۔ اے آنرز میں ڈگری لی۔ آپ جامعہ الازہر (مصر) کے شعبہ عربی کے بھی فارغ التحصیل ہیں اور لندن سے صحافت (Journalism) میں بھی سند یافتہ ہیں۔ آپ کی زندگی کے بیس برس مشرقی افریقہ میں بسر ہوئے جہاں وہ ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر کے علاوہ بہت سی انجمنوں اور سماجی اداروں کے ذمہ دارانہ عہدوں پر کام کرتے رہے۔ 1961ء میں آپ نے انگلینڈ ہجرت کر لی۔ 1964ء سے 1968ء تک پانچ برس آپ ماہنامہ ''اسلامک ریویو'' کے ایڈیٹر رہے۔

جناب بشیر احمد مصری معروف قادیانی لیڈر عبدالرحمٰن مصری کے صاحبزادے تھے۔ عربی' انگلش' اردو اور فارسی کے فاضل تھے۔ ان کے والد قادیانی خلیفہ مرزا محمود کے دست راست تھے۔ مرزا محمود ایسا ہوس پرست' خواہشات نفسانیہ کا پجاری اور زنا کار بیوپاری تھا کہ اپنے دوستوں کی اولاد پر ہاتھ صاف کرنا' یا ان کی عزتوں سے کھیلنا اس کی لغت میں کوئی معیوب نہ تھا۔ اس نے اپنی ہوس کا نشانہ عبدالرحمٰن مصری کے خاندان کو بنایا۔ مصری نے مرزا محمود کو ایسے دردمندانہ خطوط لکھے جس نے مرزا محمود کی تقدس مآبی کو خاک میں ملا دیا۔ خطوط میں مصری نے اپنی مظلومیت کو ایسے انداز میں ثابت کیا ہے' جسے پڑھ کر دل کانپ کانپ جاتا ہے۔ عبدالرحمٰن مصری نے مرزا محمود کے کرتوت دیکھ کر لاہوری گروپ میں شمولیت اختیار کر لی تھی۔ آسمان سے گرا' کھجور میں اٹکا۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ فرماتے تھے کہ عبدالرحمٰن نے غلط کار پایا محمود کو اور سزا دی اس کے ابا مرزا قادیانی کو' کہ وہ پہلے اسے نبی مانتے تھے پھر ولی ماننے لگے۔ حافظ بشیر احمد مصری' لاہوری گروپ کے مرکز ووکنگ مسجد لندن کے امام بن گئے۔ 11 فروری 1968ء کو مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر'' نے ووکنگ مسجد لندن میں تقریر کی۔ تقریر کے اختتام پر

حافظ بشیر احمد مصری نے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا اور مسجد مسلمانوں کے سپرد کر دی۔ آج بھی وہ مسجد اہل اسلام کے پاس ہے۔ مرزا طاہر نے جب مباہلہ کا چیلنج دیا تو اس کی کاپی حافظ بشیر احمد مصری کو بھی بھجوائی۔ خدا کا کرم دیکھئے مصری صاحب نے اس کا جواب لکھا۔ مرزا محمود سے مرزا طاہر تک اس کے تمام خاندان کو زانی' شرابی' بدکار' اغلام باز' نہ معلوم کیا کچھ تحریر کیا۔ مرزا طاہر کو سانپ سونگھ گیا۔ مصری نے اس کا اردو اور انگلش ایڈیشن شائع کرایا۔ مصری صاحب ہر سال ختم نبوت کانفرنس برطانیہ میں شرکت کرتے تھے۔ عالمی مجلس کے رہنماؤں سے اُن کے والہانہ تعلقات تھے۔ چند سال ہوئے فوت ہو گئے ہیں۔ قدرت ان سے اپنے رحم و کرم کا معاملہ فرمائے۔

الحافظ مصری صاحب برطانیہ میں ایک امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ ریڈیو پر آپ کے خطاب' ٹیلی ویژن پر تقاریر و مکالمات اور مختلف جرائد میں مضامین نے اس ملک میں انہیں ایک قابل رشک ادیبانہ اور فاضلانہ مقام دیا۔ ان کی ایک کتاب انگریزی اور عربی میں ''الرفق بالحیوانات فی الاسلام'' (اسلام میں جانوروں کے حقوق) (The Islamic Concern for Animals) کے عنوان سے چھپی' جس میں سو کے قریب آیات قرآنی اور پچاس کے قریب احادیث رسول ﷺ کے حوالہ جات سے اس موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ کتاب ساری دنیا میں خصوصاً مغربی ممالک میں بہت مقبول ہو رہی ہے۔ اسی موضوع پر آپ کی دوسری کتاب جو بہت جامع ہے ''اسلام اور حیوانات'' کے عنوان سے انگریزی میں زیر طبع ہے۔ موصوف کئی دوسری کتابوں کے بھی مصنف تھے جو انگلش میں ہیں۔

زیر نظر مضمون میں الحافظ مصری صاحب نے اپنے ذاتی مشاہدات پر مبنی اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے' جو سب مسلمانوں کی آنکھیں کھول دے گا۔ خصوصاً ان سیدھے سادے نوجوانوں کے لیے جو قادیانیت جیسے مذہبی دھوکہ بازوں کے دام فریب میں پھنس سکتے ہیں یا ان کی مظلومیت سے متاثر ہیں۔

''میرے بہت سے دوستوں نے متعدد مرتبہ مطالبہ کیا ہے کہ میں قادیانیت پر مبنی اپنے مشاہدات اور خیالات قلم بند کروں' تاکہ میری زندگی میں ہی وہ ضبط تحریر میں آ جائیں۔ اس مختصر مضمون میں یہ ممکن نہیں کہ تفصیلات میں جایا جائے۔ اس لیے میں اختصار کے ساتھ صرف ان حالات کا خلاصہ درج کر رہا ہوں جن کی بناء پر میں نے قادیانیت کی بے راہ رو اور منافقانہ جماعت سے توبہ کی۔

1914ء میں سوئے اتفاق سے قادیان میں پیدا ہوا۔ میری پیدائش کی جائے وقوع کا حادثہ میری 74 سالہ زندگی میں کلنک کا ٹیکہ بنا رہا۔ بچپن میں مجھے یہ ذہن نشین کرایا گیا کہ ''احمدیوں'' کے علاوہ دنیا بھر کے سب مسلمان کافر ہیں۔ یہ درس و تدریس اس انتہا تک تھی کہ خدا کی ذات پر ایمان بھی نہیں ہو سکتا' جب تک کہ ''احمدیت'' کے بانی مرزا غلام احمد کی نبوت پر ایمان

نہ ہو--- نیز یہ کہ اس کے جانشین ہی اب بندے اور خدا کے درمیان وسیلہ ہیں۔

لیکن اس کے برعکس جب میں نے سن بلوغت میں قدم رکھا تو اپنے اردگرد قادیانیوں کی اکثریت کو بدکردار' عیار اور مکار پایا۔ اس میں شک نہیں کہ ان لوگوں میں چند ایسے بھی تھے' جو اس سلسلہ کے ابتدائی ایام میں اخلاص کے ساتھ اس جماعت میں شامل ہوئے تھے اور دھوکے کا شکار ہوگئے تھے کہ یہ تحریک اسلام میں ایک تجدیدی تحریک ہے' لیکن اس قسم کے مخلصین کی تعداد بہت کم دیکھنے میں آئی اور پھر جن کو نیک ومخلص پایا' ان میں بھی اکثر یا تو اتنے سادہ لوح تھے کہ ان میں اپنے گردونواح کے مذموم ماحول پر ناقدانہ نظر ڈالنے کی صلاحیت ہی نہ تھی اور یا پھر اپنے حالات کی مجبوریوں میں اتنے لاچار تھے کہ کچھ کر نہ پاتے تھے۔

میں نوعمری کے زمانہ میں اس قابل تو نہ تھا کہ ذہنی اعتبار سے اس بات کی اہمیت کو سمجھ سکتا کہ تحریک قادیانیت نے کس طرح اسلام کے مذہبی عقائد میں فتور ڈالنا شروع کردیا ہے' البتہ ان لوگوں کے خلاف میرا ابتدائی ردعمل بداخلاقی اور جنسی بدکاریوں کی وجہ سے تھا۔ میری ذہنی اور روحانی نابالغی کی اس غیر پختگی کی حالت میں ہی قادر تقدیر نے مجھے طاغوتی آگ کی بھٹی میں پھینک کر میری آزمائش کی۔

میں ایک 18 برس کا صحیح الجسم اور کسرتی نوجوان تھا' جبکہ مجھے خلیفہ قادیان بشیر الدین محمود کا پیغام ملا کہ وہ کسی نجی کام کے سلسلہ میں بلاتے ہیں۔ یہ وہ دور تھا کہ جب کہ میں اس شخص کو نیم دیوتا سمجھا کرتا تھا اور اس جذبہ کے تحت میں نے اس پیغام کو باعث عزت وفخر کے طور پر لیا۔ مجھے گمان ہوا کہ ''حضور'' میرے ذمہ کوئی ایسا مذہبی کام لگانا چاہتے ہیں جو رازدارانہ قسم کا ہوگا۔

ہماری پہلی ملاقات باضابطہ اور مقررہ اسلوب کے مطابق رہی۔ خلیفہ مجھ سے ادھر ادھر کے ذاتی سوالات پوچھتا رہا اور میں باادب واحترام جواب دیتا رہا۔ رخصت ہوتے وقت مجھے یہ ''حکم'' دیا گیا کہ میں اس ملاقات کا کسی سے ذکر نہ کروں اور دوسری ملاقات کا تعین کردیا۔ اس کے بعد مزید ملاقاتیں بتدریج غیر رسمی ہوتی گئیں اور مجھے رغبت دلائی گئی کہ میں ایک مخصوص ''حلقہ داخلی'' میں شامل ہوجاؤں۔

پتہ چلا کہ اس نیم دیوتا نے زناکاری کا ایک خفیہ اڈہ بنا رکھا ہے' جس میں منکوحہ' غیر منکوحہ حتیٰ کہ محرمات کے ساتھ کھلے بندوں زناکاریاں ہوتی ہیں۔ اس عیاشی کے لیے اس نے دلالوں اور کٹنیوں کی ایک منڈلی منظم کر رکھی ہے' جو پاکباز عورتوں اور معصوم دوشیزاؤں کو بہلا پھسلا کر مہیا کرتی ہے۔ جو عورتیں اس طرح ورغلائی جاتیں' وہ اکثر ان خاندانوں کی ہوتی تھیں' جو

اقتصادی لحاظ سے جماعتی نظام کے دست نگر ہوتے تھے یا جن کے دماغ اندھی تقلید سے معطل ہو چکے تھے۔ اس کے علاوہ اور بہت سی وجوہات اور مجبوریاں بھی تھیں' جن کے باعث بہت سے لوگ اس ظالمانہ فریب کے خلاف مزاحمت کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ گاہے بگاہے جب بھی کوئی ایسا شخص نکلا' جس نے سرکشی کی تو اس کا منہ بند کرنے کے لیے اسے جماعت سے خارج کر دیا جاتا' اس کا مقاطعہ کر دیا جاتا یا شہر بدری کا حکم صادر ہو جاتا اور اس کے خلاف منظم طریق طنز و استہزاء کی مہم شروع کر دی جاتی تاکہ اس کی بات پر کوئی بھروسہ نہ کرے۔

مرزا خاندان مذہبی اثر و رسوخ کے علاوہ قادیان اور گردونواح کی اکثر زمینوں پر حقوق جاگیرداری بھی رکھتا تھا اور روحانی عقیدت کے ساتھ ساتھ ساکنان قادیان' قوانین جاگیرداری میں بھی جکڑے ہوئے تھے۔ اپنے مکانوں کی زمینیں خریدنے کے باوجود بھی انہیں مالکانہ حقوق نہیں ملتے تھے اور ان کی زمین و مکانات جاگیردار کی اجازت کے بغیر غیر منقولہ ہی رہتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو اپنا سب کچھ بیچ کر قادیان کی نام نہاد مقدس بستی میں اپنے بیوی بچوں کو بسانے کے لیے لائے تھے۔ اس قسم کے حالات میں اور خصوصاً اس زمانہ میں کون جرات کر سکتا تھا کہ اس خاندان کا مقابلہ کرے۔ جن لوگوں نے ذرہ بھی صدائے احتجاج بلند کی' وہ یا تو اس طرح مار دیئے گئے کہ ظاہراً کسی حادثہ سے مرے ہوں اور یا پھر ایسے لاپتہ ہو گئے کہ ان کا نام و نشان بھی نہ رہا۔ جب یہ سب ستم ہائے پارسائی ہو رہے تھے' مسلمان علماء سادگی میں یہ گمان کیے بیٹھے تھے کہ مرزائیت کو عقائد کی رو سے مناظروں اور مباحثوں کے مجالوں میں شکست دے دیں گے۔

جب میں اس انتہائی ذلیل اور وحشیانہ ماحول سے دوچار ہوا تو اپنی لاچارگی کے احساس سے دماغ مختل ہو گیا۔ مجھے ابھی تک وہ بیدار راتیں یاد آتی ہیں جن میں' میں بے یار و مددگار خاموش آنسوؤں سے اپنے تکیئے تر کیا کرتا تھا۔ اس خیال سے کہ میری باتوں پر یقین نہیں کیا جائے گا' میں اپنے والدین کو بھی نہیں بتا سکتا تھا کہ کیا اودھم مچا ہوا ہے۔ اسی طرح اپنے دوستوں سے بھی ان حالات پر تبادلہ خیالات نہ کر سکتا تھا کہ کہیں وہ خلیفہ کے مخبروں سے ذکر نہ کر دیں۔ میرے لیے ایک راستہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ کہیں روپوش ہو جاؤں' لیکن اس کا ایک نتیجہ یہ ہوتا کہ یونیورسٹی میں میری تعلیم چھوٹ جاتی۔ اس کے علاوہ یہ اخلاقی ذمہ داری بھی مانع تھی کہ اپنے والدین کو ان بدچلنیوں اور بدکاریوں سے لاعلمی کی حالت میں چھوڑ کر فرار ہو جانا' ان سے دغا کرنے کے مترادف ہو گا۔

اس ذہنی کشمکش کی حالت میں یہ خیال بھی آتا کہ اس مذہبی دھوکہ باز کو قتل کر دوں' لیکن

باوجود کم عمری کے منطقی استدلال غالب آجاتا کہ قتل کی صورت میں عوام الناس یہ غلط نتیجہ نکال لیں گے کہ قاتل کوئی مذہبی متعصب تھا اور مقتول کو تاریخی اسناد ایک شہید کا درجہ دے دیں گی۔ پھر یہ بھی سوچتا تھا کہ فوری اور ناگہانی موت اس شخص کے لیے عقوبت کی بجائے ایک نعمت بن جائے گی۔ اس قسم کا شخص تو ایسی موت مرنے کا مستحق ہوتا ہے جو معذبانہ ہو' محض اس لیے نہیں کہ وہ اس قسم کے پاجیانہ اور ظالمانہ افعال کرتا ہے' بلکہ خصوصاً اس لیے کہ وہ یہ افعالِ مذمومہ خدا اور مذہب کے نام پر کرتا ہے۔

چنانچہ بعد کے حالات نے میری توجیہات کی تصدیق کی۔ انجام کار یہ شخص (مرزا بشیر الدین محمود) فالج میں مبتلا ہو کر کئی سال تک گھسٹتا رہا اور ایڑیاں رگڑتے جہنم رسید ہوا۔ ایک ڈاکٹر نے جو آخری ایام میں اس کا معالج تھا' بتایا کہ وہ انتہائی ضعیف العقل ہو چکا تھا اور کلمہ یا اور کسی دعا کے بجائے' فحش اناپ شناپ بکتے اس نے دم توڑا۔

ان سب توجیہات کے علاوہ ایک وجہ اور بھی تھی' جس کے ماتحت میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس ایک فرد کا قتل بے نتیجہ اور بے اثر ہوگا۔ مجھ پر یہ حقیقت واضح ہو چکی تھی کہ قادیان کے معاشرہ میں اس قسم کی بدچلنیاں اور بدمعاشیاں اس ایک شخص کے مرجانے سے ختم نہ ہوں گی۔ صرف یہ بدذات شخص اکیلا جنسی خبط میں مبتلا نہ تھا' بلکہ اس کے دونوں بھائی اور نام نہاد ''خاندان نبوت'' کے اکثر افراد بھی اسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ اس جماعت کے سرکردگان جو ذمہ دارانہ عہدوں پر فائز تھے' ان میں سے بھی اکثر نمائشی داڑھیوں کو لہراتے اپنے اپنے سیاہ کاریوں کے اڈے جمائے بیٹھے تھے اور یہ سب کچھ ان لوگوں کی آپس میں اس خاموش تفہیم کے ماتحت ہو رہا تھا کہ ''تم میری داڑھی نہ نوچو تو میں تمہاری داڑھی نہ نوچوں گا۔''

درحقیقت قادیان کے نظام میں اعلیٰ عہدوں پر تقرر اکثر اسی قماش کے لوگوں کا ہوتا تھا جو مرزا خاندان کے اسلوب زندگی اور ان کی جنسی قدروں کو اپنا لیتے تھے' یعنی اس خاندان کی مطلق العنان جنسی قدروں کے مطابق جس خاندان کو یہ لوگ ''خاندان نبوت'' کے نام سے موسوم کرنے کی جرأت اور گستاخی کرتے ہیں۔

یہ کوئی غیر متوقع بات نہ تھی کہ اس قسم کی اخلاقی قیود سے آزاد عیاشیوں کی افواہیں باہر بھی پھیلنا شروع ہو گئیں اور باہر سے اوباش نوجوان اس جماعت میں شامل ہونے لگے' تاکہ ان جنسی پابندیوں سے آزاد ہو جائیں جو ایشیائی تمدن و ثقافت ان پر عائد کرتا ہے اور اس طرح یہ شیطنت مآب دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا۔

خلیفہ کے اس خفیہ اڈے سے قطع تعلق کر لینے کے بعد میری زندگی دائمی طور پر خطرہ میں رہنے لگی۔ اس کے غنڈوں نے سایہ کی طرح میرا تعاقب کرنا شروع کر دیا۔ ایسی مایوس کن اور پر خطر حالت میں میرے لیے کوئی چارہ نہ تھا' سوائے اس کے کہ کھلم کھلا مقابلہ پر اتر آؤں اور انجام خدا پر چھوڑ دوں۔ چنانچہ میں خلیفہ سے ملنے گیا اور اسے ایک تحریر کی نقل دکھائی جس میں' میں نے اس کی کرتوتوں کی تفاصیل لکھی تھیں اور اس کے شرکائے جرم کے نام' تاریخیں وغیرہ درج کی تھیں۔ میں نے اسے بتایا کہ اس تحریر کی نقول میں نے بعض ذمہ دار احباب کے پاس محفوظ کرا لی ہیں اور انہیں ہدایت کی ہے کہ ان لفافوں کو میری موت یا میرے لاپتہ ہو جانے پر کھول لیا جائے۔ اس حکمت عملی نے مطلوبہ مقصد پورا کر دیا اور میں بلاخوف وخطر' آزادی سے قادیان کے گلی کوچوں میں پھرنے لگا۔

جیسے جیسے مجھ پر قادیان کے اس گندے ماحول کا انکشاف ہوتا گیا' اسی نسبت سے میں مذہب سے بیزار ہوتا گیا۔ صرف قادیانی مذہب سے ہی نہیں' بلکہ مجموعی طور پر مذہب کے ادارے سے اور بتدریج یہ حالت دہریت تک پہنچ گئی' لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس سقیم حالت نے ایک روحانی خلاء بھی پیدا کر دیا' جس کو پُر کرنے کے لیے میری تنہا ذات میں طاقت نہ تھی۔ مجھے اپنے والد صاحب کو یہ سب حالات بتانا پڑے جو طبعاً ان کے لیے انتہائی صدمہ کا باعث ہوئے۔ قدرتاً وہ ایک بچے کی باتوں کو بلاتصدیق مان نہیں سکتے تھے' لیکن انہوں نے محتاط طور پر تحقیقات کرنا شروع کر دی اور کچھ عرصہ میں ہی ان پر ثابت ہو گیا کہ میں سچ کہہ رہا ہوں۔

میرے والد صاحب نے اس نام نہاد خلیفہ کو ایک خط لکھا جس میں مطالبہ کیا کہ وہ ان الزامات کی تکذیب کرے یا اپنی بدکاریوں کا کوئی شرعی جواز پیش کرے یا پھر خلافت سے معزول ہو جائے۔ اس خط کا خلیفہ نے کوئی جواب نہ دیا' لیکن دو مزید خطوط کے بعد اس نے اعلان کر دیا کہ شیخ عبدالرحمان مصری (یعنی میرے والد صاحب) اور ان کے خاندان کے سب افراد کو جماعت سے خارج کر کے ان کا مقاطعہ کیا جاتا ہے۔ میرے والد صاحب کے یہ تینوں خطوط اس زمانہ میں چھپ گئے تھے۔

اس قسم کے مقاطعہ کے اصل ہتھکنڈے یہ ہوتے تھے کہ کسی شخص یا خاندان کا کلیتاً بائیکاٹ کر کے اس کا ''حقہ پانی'' بند کر دیا جاتا تھا۔ ان حالات میں ہمارے خاندان کی جانیں اتنے خطرہ میں تھیں کہ حکومت کو ہماری حفاظت کے لیے فوجی پولیس کے دستے متعین کرنا پڑے جو 24 گھنٹے ہمارے مکان کے گرد پہرہ دیتے تھے۔ ہم میں سے کسی کو بھی بغیر پولیس کی نگرانی کے گھر

سے جانے کی اجازت نہ تھی' لیکن باوجود اس قسم کی حفاظتی پیش بندیوں کے' مجھ پر اور میرے دو ساتھیوں پر قادیان کے بڑے بازار میں دن دہاڑے حملہ ہوگیا۔ میرے ایک سن رسیدہ ساتھی کو چاقو کا گھاؤ لگا' جس سے وہ جاں بحق ہوگئے۔ دوسرے ساتھی کو گردن اور کندھے پر چاقو سے زخم آئے اور انہیں کافی عرصہ ہسپتال میں رہنا پڑا۔ مجھے پروردگار نے اس طرح بچالیا کہ میرے ہاتھ میں ایک پہاڑی ڈنڈا تھا' جو میں حملہ آور کی کھوپڑی میں اتنے زور سے مارنے میں کامیاب ہوگیا کہ اس کے سر سے خون بہنے لگا۔ اس زخمی حملہ آور کو اس کے شرکائے جرم سہارا دے کر آناً فاناً غائب ہوگئے اور اسے ایک ایسی پوشیدہ جگہ میں چھپا دیا جو پہلے سے معین کر رکھی تھی' لیکن پولیس اس کے سر سے ٹپکے ہوئے خون کے قطرات دیکھ کر وہاں پہنچ گئی اور اسے گرفتار کرلیا۔ عدالت عالیہ میں اس کا جرم ثابت ہوا اور اسے پھانسی دی گئی۔ اس زمانہ کی قادیانی ''ریاست'' میں امن و قانون کی اتنی برملا تحقیر کی گئی۔ قاتل کی میت کا جلوس دھوم دھام سے نکالا گیا اور خلیفہ نے خود نماز جنازہ پڑھائی' جو قادیانی مریدوں کی نظر میں بہت بڑی عزت افزائی سمجھی جاتی تھی۔

اس حادثہ کے بعد مسلمانوں کی ایک جماعت ''مجلس احرار الاسلام'' نے ہماری حفاظت کے لیے رضا کاروں کے جتھے بھیجنا شروع کر دیئے' جو فوجی پولیس کے علاوہ تھے۔ ان رضا کاروں نے ہمارے بنگلے کے گرد میدان میں خیمے نصب کر دیئے اور ہمارا گھر ایک محصور قلعہ کی طرح بن گیا۔ اس اثناء میں مرزائی ٹولے نے میرے والد صاحب کو جعلی مقدمات میں الجھانا شروع کر دیا' تاکہ جماعت میں ان کی ساکھ اٹھ جائے' نیز یہ کہ ان پر مالی بوجھ پڑے۔ الغرض وہ تمام کمینی چالیں چلی گئیں' جن سے ان کی زندگی اجیرن ہوجائے۔ اپنے گیارہ بچوں پر مشتمل کنبے کی پرورش کے لیے نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ انہیں خاندانی زیورات اور گھر کے ساز و سامان بیچ بیچ کر گزارا کرنا پڑا۔ ان آفات انگیز حالات کا سب سے بڑا سانحہ یہ تھا کہ اس دوران خاندان کے بچوں کی تعلیم کے سلسلہ میں خلل پڑ گیا۔ ہم اس حملہ اور دیگر زیادتیوں کے حالات ہندوستان کے اخبارات میں باقاعدہ بھیجتے رہتے تھے۔

ہمارے خاندان کو سرکاری افسران اور بہت سے مخلص دوست احباب کی طرف سے بھی یہ ترغیب دی جارہی تھی کہ ہم قادیان سے نقل مکانی کرلیں اور ہم طوعاً و کرہاً لاہور منتقل ہوگئے۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے' میرا ایمان بحیثیت مجموعی ہر مذہب سے اٹھ چکا تھا' اس لیے میں نے اپنے آپ کو ان بندھنوں سے آزاد رکھا۔ زندگی کے اس دور میں میرا تعلق مجلس احرار الاسلام کے سرکردہ احباب سے بڑھنا شروع ہوگیا' جو میرے لیے بہت روح افزا ثابت ہوا۔ ان بزرگوں

میں سے بعض کے نام درج کرنا ضروری محسوس کرتا ہوں۔ مثلاً سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب' مولانا حبیب الرحمان صاحب لدھیانوی' چوہدری افضل حق صاحب' مولانا مظہر علی صاحب اظہر وغیرہ۔ ان سب کو قریب سے دیکھنے پر احساس ہوا کہ یہ لوگ نیک سیرت مسلمان اور پرخلوص دوست ہیں۔

گو میرے والد صاحب نے میری دہریت کو ظاہراً تسلیم و رضا کے ساتھ قبول کرلیا تھا' لیکن میں جانتا تھا کہ دل میں یہ صدمہ ان کے لیے سوہان روح بنا ہوا ہے' وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرے لیے بہت دعائیں کرتے ہیں اور مجھے بھی نصیحت کرتے رہتے تھے کہ میں دعاؤں کے ذریعہ اللہ سے ہدایت کا طالب ہوں۔ اس کا جواب میں یہ دیا کرتا تھا کہ آپ مجھ سے ایک ایسی ہستی سے دعا کرنے کو کہہ رہے ہیں جس کا وجود ہی نہیں۔ ایک عرصہ کے بحث و مباحثہ کے بعد انہوں نے یہ مشورہ دینا شروع کیا کہ میں اپنی دعاؤں کو مشروطی رنگ میں کیا کروں۔ اور میں نے اس قسم کے اناپ شناپ الفاظ میں دعائیں کرنا شروع کردیں' "یا اللہ! مجھے یقین ہے کہ تیری کوئی ہستی نہیں' لیکن اگر تیری ہستی ہے تو اس کی کوئی علامت مجھ پر ظاہر کر' ورنہ مجھے قابل الزام و ملامت نہ ٹھہرانا کہ میں تجھ پر ایمان نہ لایا" وغیرہ وغیرہ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ راسخ العقیدہ مومنوں کی نظر میں اس قسم کی دعا کلمۂ کفر کے مترادف ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شان پاک میں بے ادبی ہے' لیکن اس کے باوجود میری اس طرح کی دعائیں میرے لیے ایسی کارگر ثابت ہوئیں کہ ایک سال کے عرصہ میں ہی ان کے روحانی نتائج نکل آئے۔ مجھے تواتر کے ساتھ دو خواب دکھائے گئے۔ چونکہ وہ خواب شخصی اور نفسیاتی کیفیت کے ہیں' اس لیے ان کے بیان کرنے کی جرأت نہیں کرتا۔ صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہوگا کہ یہ خواب' خصوصاً دوسرا خواب بہت لمبا' آسانی سے سمجھ میں آنے والا اور مربوط تھا۔ ایسا کہ مجھ ایسے گنہگار کے لیے بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات پر کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہی۔ یہاں پر اتنا بتا دینا مناسب ہوگا کہ دوسرے خواب کے آخری لمحات میں مجھے مرزائی خلیفہ کا چہرہ دکھایا گیا جو بھیانک طور پر سیاہ فام اور فسق و فجور سے مسخ شدہ تھا۔

ان خوابوں کے بعد میرے دل و دماغ سے بہت بڑا بوجھ اتر گیا اور میں نے فیصلہ کیا کہ اپنی کتاب زندگی کا نیا ورق الٹا کر باضابطہ اسلام قبول کرلوں' چنانچہ سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری مجھے اپنے ساتھ مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ہاں مہرولی لے گئے۔ مہرولی' دہلی سے چند میل پر وہ قصبہ ہے جہاں مولانا محمد الیاس صاحب نے تبلیغی جماعت کی بنا ڈالی تھی۔

اس طرح 1940ء میں' میں مولانا محمد الیاس صاحب جیسے بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کر کے مسلمان ہوا۔ اس مبارک موقع پر یہ حسن اتفاق تھا کہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب بھی موجود تھے۔ مغرب کی نماز پڑھانے کے بعد مولانا محمد الیاس صاحب اور چالیس 40 کے قریب معتقدین نے میرے حق میں دعا کی۔

1941ء میں' میں مشرقی افریقہ ہجرت کر گیا۔ ہندوستان کو خیر باد کہتے ہوئے میرے احساسات مسرت و الم کا مرکب تھے۔ بمبئی کی بندرگاہ میں جہاز کے عرشہ پر کھڑے زیر لب میں قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کر رہا تھا "اور تمہارے پاس کیا عذر برات ہے کہ تم ان ضعیف و بے بس مردوں' عورتوں اور بچوں کی مدد کے لیے اللہ کی راہ میں جنگ نہیں کرتے' جو آہ و زاری سے دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نجات دلوا' جس کے باشندے ظالم ہیں۔" (سورۃ النساء آیت:75)

افریقہ میں بیس سال کی سکونت کے بعد میں نے 1961ء میں انگلینڈ ہجرت کر لی' جہاں پہلے 4 برس کے قریب' بطور طالب علم' اپنی تعلیمی کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ اس کے بعد "اسلامک ریویو" رسالہ کا بلاشتراک ایڈیٹر بن گیا اور 1964ء میں شاہ جہاں مسجد دوکنگ کا سب سے پہلا سنی امام مقرر کیا گیا۔ یہ مسجد برطانیہ میں سب سے پہلی مسجد تھی اور اس زمانہ میں سارے یورپ کے اسلامی مرکز کی حیثیت رکھتی تھی۔ پانچ سال کی امامت کے بعد 1968ء میں مستعفی ہو کر بذریعہ کار قریباً 43 ممالک کا تین برس تک دورہ کرتا رہا' جن میں زیادہ تر اسلامی ممالک تھے۔ اس دورہ کا اصل مقصد اپنی ایک دیرینہ خواہش کو پورا کرنا تھا کہ بلاتوسط' بچشم خود مطالعہ کروں کہ اسلامی دنیا میں' عوام الناس کس طرح اسلامی قدروں کو عملی طور پر نبھا رہے ہیں۔ میری ہنگامی اور نزاعی زندگی میں خدا نے جو سب سے زیادہ مسرت بخش اسلام کی خدمت کرنے کی مجھے توفیق دی' وہ یہ تھی کہ دوکنگ مسجد کی امامت سے مستعفی ہونے سے قبل ایسے حالات پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا کہ اس مسجد اور مرکز میں اب کبھی بھی کسی مرزائی امام کا تقرر نہیں ہو سکتا۔ وما توفیقی الا باللہ۔

چونکہ میرے الزامات اخلاقی خباثت اور جنسی گناہائے کبیرہ کو فاش کرنے سے متعلق ہیں' جن میں اس قسم کی کریہہ باتیں بھی کہنا پڑیں گی جن کا ذکر عام طور پر شریف معاشرے میں نہیں کیا جاتا۔ اس لیے اس کی توضیح کر دینا ضروری ہے کہ کن وجوہات کی بناء پر میں اس قسم کی شرمناک باتوں کو قلمبند کرنا محض بجا ہی نہیں بلکہ اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں۔

عام طور پر کسی ایک فرد کو یہ حق نہیں ہوتا کہ وہ دوسرے فرد پر ناقد بن کر بیٹھ جائے لیکن جب کوئی شخص کسی اہم اور اخلاقی ذمہ داری کے عہدہ پر فائز ہوتا ہے تو اس کی انفرادیت ادارہ کا جزو بن جاتی ہے۔ ایسی صورت میں اس کے انفرادی اختیارات و حقوق، ادارہ کے حقوق و اختیارات میں مدغم ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ ہر مہذب معاشرہ میں ڈاکٹر، مدارس کے معلمین، محتاجین کے اداروں اور یتیم خانوں کے کارکنان، غرضیکہ ہر اس قسم کے کارندوں پر سرکاری قوانین کے علاوہ اخلاقیات اور نیک چلنی کے قواعد کی پابندی بھی عائد ہو جاتی ہے۔ باوجود اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کے معاشرے میں مذہبی ڈھونگیے اور جعلساز اخلاقی قواعد کی پابندی سے آزاد رہتے ہوئے سادہ لوح اور کم عقل لوگوں کو دھوکہ دیتے رہتے ہیں۔ اس قسم کے مذہبی ڈھونگیوں پر اخلاقی پابندیاں اس لیے عائد کرنا مشکل ہوتی ہیں کہ دنیوی حکومتیں مذہبی معاملات میں دخل دینا پسند نہیں کرتیں۔ وہ اسی میں عافیت سمجھتی ہیں کہ اخلاقی نظم و نسق کی پابندی مذہبی اداروں پر ہی چھوڑ دو۔ اس طرح مذہبی اداروں پر تنقیدی نظر رکھنا معاشرے کی ذمہ داری بن جاتی ہے۔

ان کریہہ باتوں کے بیان کرنے کی دوسری وجہ معقول یہ ہے کہ قادیانی جماعت کے سرکردہ گروہ نے جو جنسی اور اخلاقی قواعد کی خلاف ورزی شروع کی ہوئی ہے، وہ انفرادی یا شخصی حیثیت سے نہیں کی جارہی بلکہ ان بداعمالیوں کو ایک جتھہ بندی اور تنظیم کا روپ دے دیا گیا ہے اور طرہ یہ کہ یہ سب کچھ اسلام کے نام پر کیا جارہا ہے۔ اگر یہ لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہلانا چھوڑ کر ایک نئے مذہب کا اعلان کر دیں اور اپنی جماعت کا نام ''احمدی'' کی بجائے کوئی بھی اور غیر مسلم نام رکھ لیں تو مسلمان ان سے مذہبی معاملات میں الجھنا بند کر دیں گے۔

میرے الزامات جماعت قادیان کے عوام کے خلاف نہیں۔ اس جماعت میں بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں، جو دیانت داری اور اخلاص سے قادیانی عقائد پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ وہ عقائد غلط اور غیر اسلامی ہیں۔ ہم مذہبی عقائد میں اختلافات کی بناء پر کسی سے مار پیٹ نہیں شروع کر دیتے۔ لیکن جب کوئی منظم گروہ مذہب و عقائد کے روپ میں معاشرہ کے طریقۂ ماند و بود میں تخریب پیدا کرنا شروع کر دے، تب ہی عوام الناس اس تخریب کی روک تھام کے لیے ایستادہ ہوتے ہیں۔ اگر بنی نوع انسان میں اس قسم کے ناخلف اور بے غیرت لوگ موجود ہیں، جو اپنی محرم بہو بیٹیوں اور نوعمر بیٹوں کی آبرو اور عصمت کو اپنے بدچلن پیروں کی پُرجوش عقیدت پر قربان کر دینے کے لیے تیار ہیں تو ایسے بھیڑیوں کو کون بچا سکتا ہے۔ بحث طلب مسئلہ تو آبرو دار معاشرے کے لیے ہے جس میں سادہ لوح انسان نادانستہ اس قسم کے دھوکوں کا شکار

ہونے لگیں۔ ایسی حالت میں معاشرہ کو اختیار ہو جاتا ہے کہ وہ شرفاء کو مارِ آستین سے خبردار کریں۔

''میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر میں جھوٹا بیان دوں' تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور میں ایک سال کے عرصہ میں مرجاؤں کہ

(الف) مرزا طاہر احمد (موجودہ قادیانی سربراہ) کا والد مرزا بشیر الدین محمود احمد (جو بانی سلسلہ احمدیہ' مرزا غلام احمد کے تین بیٹوں میں سب سے بڑا بیٹا اور قادیانی جماعت کا خلیفہ' ثانی تھا) بدکار تھا' اور منکوحہ وغیر منکوحہ عورتوں کے ساتھ زنا کرنے کا عادی تھا' حتیٰ کہ خاندان کی ان عورتوں کے ساتھ بھی زنا کیا کرتا تھا جن کو نہ صرف اسلامی شریعت نے' بلکہ سب الہامی مذاہب نے محرمات قرار دیا ہے۔

(ب) مرزا طاہر احمد کا پدری چچا مرزا بشیر احمد (جو مرزا غلام احمد کے تین بیٹوں میں دوسرے نمبر کا بیٹا تھا اور جسے قادیانی ''قمرالانبیاء'' کہتے ہیں) لواطت کا عادی تھا اور بالخصوص' اسے نوعمر لڑکوں سے بدفعلی کی بہت عادت تھی۔

(ج) مرزا طاہر احمد کا پدری چچا مرزا شریف احمد (جو مرزا غلام احمد کے تین بیٹوں میں تیسرے نمبر کا بیٹا تھا) لواطت کا عادی تھا اور مرزا بشیر احمد کی طرح اسے بھی نوعمر لڑکوں سے بدفعلی کی بہت عادت تھی۔

(د) مرزا طاہر احمد کا بڑا بھائی مرزا ناصر احمد (پسر مرزا بشیر الدین محمود' احمد قادیانی' مرزا غلام احمد کا پوتا اور قادیانی جماعت کا خلیفہ' ثالث) زانی ہونے کے علاوہ لواطت بھی کیا کرتا تھا۔

(ر) مرزا طاہر احمد کی دادی کا بھائی (یعنی مرزا غلام احمد کی بیوی کا بھائی) میر محمد اسحاق قادیانی جماعت کے نظام میں ایک بلند اور باعزت حیثیت رکھتا تھا اور محدث کے خطاب سے سرفراز ہوا تھا' وہ بھی لواطت کا عادی تھا۔ قادیان کے یتیم خانہ کے محاسب ہونے کی حیثیت میں بیچارے کم سن یتیم بچے اس کی برگشتہ خواہشات شہوانی کے شکار ہوا کرتے تھے۔
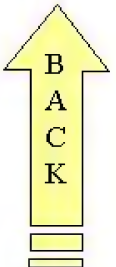
اگر میں چاہوں تو بہت سے ایسے ناموں کی فہرست لکھ سکتا ہوں جو قادیانی نظام میں بڑے بڑے عہدوں پر مامور تھے اور جو اپنے اثر و رسوخ کے بل بوتے پر اپنی شہوانی برگشتیوں میں اخلاقی پابندیوں سے آزاد تھے' لیکن ان فحش باتوں کی زیادہ تفاصیل لکھنے کی ضرورت نہیں۔

BACK

قادیانیوں کی عریاں تصویریں

علامہ سلطان

کالی شلوار اور سیاہ چادر کسی اور کا موضوع ہے اپنا ذوق نہیں۔ چونکہ داغِ ندامت اور اظہارِ حقیقت میں بہت فاصلہ ہے۔ اس لیے اہل قلم پر یہ قدغن نہیں لگائی جاسکتی کہ وہ واقعہ زنا کو پاکیزہ الفاظ میں بیان کریں۔ کوئی ایسا کرنا چاہے بھی تو یہ ممکن کب ہے؟ اگر بات ازار بند کھولنے چھاتیاں ٹٹولنے اور ثمر جوانی مسلنے کی ہو تو لکھنے والا کیا کرے؟...... پائل کی چھن چھن، تنفس کی الجھن اور طبلے کی دھن دھن، شائستہ تحریر میں کیسے سماسکتی ہے؟ مچلتے بدن، چنچل چہرے، بہکی نظریں اور شرابی فقروں کے رسیا کو ہم تلچھٹ تو نہیں کہیں گے۔ جہاں بھوکی نگاہیں حسینوں، بیباک ہاتھ سینوں اور لپکتے ہوئے پاؤں زینوں کی جانب...... دکھائی دیں، وہاں چراغ گل کر دیئے جانے کا سبب، میں بھی جانتا ہوں اور آپ بھی۔

عصمتیں ہیں جس طرح سڑکوں پر ٹوٹے آئینے
جانے اس بستی کی بربادی کہاں تک جائے گی

ربوہ کا قصر خلافت روحانی تشنج اور جسمانی تکنز کا ماحصل ہے۔ یہ عزتوں کا بوچڑ خانہ ہے اور عصمتوں کا کمیلا...... ننگی فوٹو مکروہ خدوخال...... مکروفریب کے خفیہ گوشے...... اندھے موڑ...... پیر کنشت کی رنگ رلیاں...... سنہری زلفوں کا دہکتا آلاؤ...... پیشانی پر دامن عصمت کے لہو کے قشقے کی جھلکار...... ہونٹوں پر دوشیزاؤں کی شرم گاہیں سہلانے کا داغ...... نگاہوں سے نپ نپ کے کرایہ طے ہونا...... اعضاء نمائی...... مرتشی کا ضمیر...... وقار و کردار کا مرگھٹ...... ایک نہ ایک غنچہ نارسیدہ کی پامالی...... مرقد اتقا...... سارنگی کی میٹر...... سرخ دوپٹوں کا جنازہ...... اٹھتی جوانیاں......

اور بوسیدہ مسہری...... ریا کاریوں کی دیوار...... خباثتوں کے حصار...... یہ ہے قادیانی پروہتوں کی جمع شدہ تمام پونجی!

قصر خرافات کا سنگین راز یہ ہے کہ وہاں ہر شب' شب یلدا ٹھہرتی ہے۔ تقدیس کے قحبہ خانے میں جانے کیا کیا ہوتا رہا ہے؟ جو کچھ ہم جانتے ہیں' ان میں...... ظالم شراب...... اطالوی حسینہ...... مس رد فو ایک قیامت...... حقیقت پسند پارٹی کے انکشافات...... ایک احمدی خاتون کا بیان...... چاردیواری کے راز گھر کے بھیدی کی زبان سے...... نوجوان لڑکیاں خلافت مآب کے چنگل میں...... امرد پرستی...... مستورات کی بھڑکتی چھاتیاں...... تین سہیلیاں تین کہانیاں...... مرزا محمود کی ایک بیوی کا خط...... سادہ رُخوں کی پوجا...... غیور پٹھان کا کمرہ حور و غلمان کے نرغہ میں...... حلیفہ شہادتیں...... جنسی نبوت کا جنس بازار...... میدانِ معصیت اور دستاویزات...... دریا کے کنارے...... جسم فروشی کا دھندہ...... شہر سدوم کے باسی...... بیٹی کے بستر پر...... تاریخ محمودیت کے چند اہم مگر پوشیدہ اوراق...... یہ ہے قادیانی مذہب کا طویل' مختصر تعارف۔

راقم الحروف اپنے قلم کو اس عنوان سے آلودہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسے مغلظ حوالوں میں الجھا دینا باعث شرم ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ بوس و کنار' چھیڑ چھاڑ اور لپٹا لپٹی کا نقشہ کھینچ دینا بھی ایک طرح سے فحش نگاری یا برائیوں کو مزید ہوا دینے کے زمرہ میں ہی آتا ہے۔ آپ پوچھ سکتے ہیں کہ پھر مجھے یہ داستان رقم کرنے کی کیا سوجھی؟ میں فقط یہ چاہتا ہوں کہ قادیانی احباب پر ان پیشوایانِ مذہب کی عفریت و عفونت' جنسی دلدلوں' مہذب ہیرامنڈی' شغل بغلگیری' سحر شب گزیدہ' اجالا داغ داغ اور مرزائی سرکس کے درونِ خانہ مناظر کا بھید کھل جائے۔ انہیں معلوم ہو کہ ایوانِ خلافت میں صرف عقیدتوں کا خراج ہی بھینٹ نہیں چڑھتا۔ مختلف حیلے بہانوں سے عصمتیں بھی لٹتی رہی ہیں۔ عوام کو پتہ چلے کہ ایک احمدی خلیفہ کے محکمہ جنسیات نے ''شکار'' گرفت میں لانے کی خاطر کتنے دلکش پھندے لگا رکھے تھے۔ مقدس بازیگر کو معصوم لڑکیوں کے کپڑے اتار پھینکنے کا کتنا سلیقہ تھا۔ قادیانی خلیفہ کے عشرت کدے میں زیارت کو جانے والی ہر عورت اپنا شباب لٹوا اور عزت گنوا کر آتی۔ اس کو صرف حسیناؤں کے ننگے بدن تسکین دیتے نئے نویلے الہڑ روپ اور خوبصورت عورتوں کے پستان سے کھیلتے رہنا ہی اس کی ہیجانی طبیعت کو راس تھا۔ قادیان اور ربوہ میں ایوانِ خلافت کے بھیدی بتاتے ہیں کہ قادیانی ملت کے خلیفہ ثانی مرزا محمود کے پلنگ پر کئی دفعہ ٹوٹی ہوئی چوڑیاں دیکھی گئیں' لہو کے دھبوں کی وجہ سے ہر صبح چادر بدلنا پڑتی۔ شب کے سکوت میں نسوانی سسکیاں اور سحر کے اجالے میں بستر کی معنی خیز شکنیں اپنی زبان میں رات کا پورا افسانہ

کہہ سناتی تھیں۔ خلیفہ صاحب میاں محمود کی جمالیاتی حس، رنگین مزاجی اور تنہائیوں کا خلاصہ کسی شاعر نے یوں بیان کیا ہے۔

تمام شب تمہیں تنہا برہنہ رکھیں گے
ہم آج پھر تیری ہمت کو آزمائیں گے

حسن آوارہ

یہ جرم ہوس رانی اور چوما چاٹی ''رائل فیملی'' کے کسی مخصوص فرد پر موقوف نہیں۔ بلکہ ان کے بانی سلسلہ مرزا قادیانی بھی لڑکپن میں ایک دل جلے عاشق کے ہاتھ چڑھ گئے تھے۔ یہ داغ محبت بہت ہی رسوا کن تھا۔ وہ غنڈہ جانے کب تک اپنے ہرجائی معشوق کا جوبن لوٹتا رہا تاہم ان کی سادہ آٹوگراف پر اس کم بخت کے وحشیانہ دستخط ہمیشہ کے لیے ثبت ہو کر رہ گئے...... مرزا صاحب کے حقیقی بیٹے صاحبزادہ بشیر احمد ایم اے اس واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں۔

''بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ اپنی جوانی کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود تمہارے دادا کی پنشن وصول کرنے گئے تو پیچھے پیچھے مرزا امام الدین بھی چلے گئے جب آپ نے پنشن وصول کر لی تو وہ آپ کو پھسلا کر اور دھوکہ دے کر بجائے قادیان لانے کے باہر لے گیا اور ادھر ادھر پھراتا رہا پھر جب آپ نے سارا روپیہ اڑا کر ختم کر دیا تو آپ کو چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا۔ حضرت مسیح موعود اس شرم سے واپس گھر نہیں آئے...... اس لیے آپ سیالکوٹ شہر میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازم ہو گئے۔''

(سیرت المہدی جلد اوّل ص 44,43 از مرزا بشیر احمد ایم اے)

چھٹتی نہیں یہ منہ سے کافر لگی ہوئی

مرزا صاحب کو شراب کی شروع سے لت تھی۔ وہ بوتلوں میں ناچتے ہوئے پانی سے کسی طور منہ نہ موڑ سکتے۔ زندگی زندہ دلی کا نام ہے اور بنتی نہیں بادہ و ساغر کہے بغیر۔ مذکور کے ایک مرید خاص بیان فرماتے ہیں۔

''حضور (مرزا صاحب) علیہ السلام نے مجھے لاہور سے بعض اشیاء لانے کے لیے ایک فہرست لکھ کر دی۔ جب میں چلنے لگا تو پیر منظور محمد صاحب نے مجھے روپیہ دے کر کہا کہ دو بوتل برانڈی کی میری اہلیہ کے لیے پلومر کی دکان سے لیتے آویں۔ میں نے کہا کہ اگر فرصت ہوئی تو لیتا آؤں گا۔ پیر صاحب فوراً حضرت اقدس کی خدمت میں گئے اور کہا کہ حضور، مہدی حسین

میرے لیے برانڈی کی بوتلیں نہیں لائیں گے۔ حضور ان کو تاکید فرمادیں۔ حقیقتاً میرا ارادہ لانے کا نہ تھا۔ اس پر حضور اقدس (مرزا صاحب) نے مجھے بلا کر فرمایا کہ میاں مہدی حسین! جب تک تم برانڈی کی بوتلیں نہ لے لو لاہور سے روانہ نہ ہونا۔ میں نے سمجھ لیا کہ اب میرے لیے لانا لازمی ہے میں نے پلومر کی دکان سے دو بوتلیں برانڈی کی غالباً چار روپیہ میں خرید کر پیر صاحب کو لادیں ان کی اہلیہ کے لیے ڈاکٹروں نے بتلائی ہوں گی۔ (شاید)''

(اخبار الحکم قادیان جلد 39 نمبر 25 مورخہ 7 نومبر 1936ء)

ایک خط میں مرزا صاحب بقلم خود تحریر کرتے ہیں۔

''اس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے۔ آپ اشیاء خوردنی خود خریدیں۔ اور ایک بوتل ٹانک وائن کی پلومر کی دکان سے خرید دیں۔ مگر ٹانک وائن چاہیے' اس کا لحاظ رہے۔ باقی خیریت ہے۔'' (خطوط امام بنام غلام ص 5 مجموعہ مکتوبات مرزا قادیانی بنام حکیم محمد حسین قریشی قادیانی)

ٹانک وائن کیا بلا ہے۔ اس کی حقیقت بھی مرزا صاحب کے چاہنے والوں میں سے ایک کی زبانی سنتے جائیں۔

''ٹانک وائن کی حقیقت لاہور میں پلومر کی دکان سے ڈاکٹر عزیز احمد صاحب کی معرفت معلوم کی گئی۔ ڈاکٹر صاحب جواباً تحریر فرماتے ہیں حسب ارشاد پلومر کی دکان سے دریافت کیا گیا' جواب حسب ذیل ملا۔

ٹانک وائن ایک قسم کی طاقتور اور نشہ دینے والی شراب ہے جو ولائت سے سر بند بوتل میں آتی ہے۔'' (سودائے مرزا ص 39 حاشیہ مصنفہ حکیم محمد علی پرنسپل طیبہ کالج امرتسر)

میں ہوں گناہ تو گناہگار کون ہے؟

مرزا صاحب کو اپنی نامردی کا پختہ یقین تھا۔ ایسے میں شادی ہوئی' جانے کس نے زوجگی کا خراج وصول پایا کہ سلسلہ اولاد شروع ہو جاتا ہے نسب پر شک کرنے والے ہم کون ہوتے ہیں۔ مگر کوئی شخص اگر خود ہی یہ راز اگل دے تو ''گناہگار'' کا سراغ ملے نہ ملے ''گناہ'' کا بہر حال پتہ چل جاتا ہے یوں دکھائی دیتا ہے کہ ان کے ہم نفس حکیم نورالدین صاحب کی قوتِ باہ نے یہ کمی اپنے طور پر پوری کردی۔ بیگمات کی ویران راتیں حکیم صاحب کے دم سے آباد ہو گئیں۔ الغرض اقبال جرم خود جرم کی عبارت میں دیکھیے!

''جس قدر ضعف دماغ کے عارضہ میں یہ عاجز مبتلا رہا ہے مجھے یقین نہیں کہ آپ کو ایسا

ہی ہو۔ جب میں نے شادی کی تھی۔ تو مدت تک مجھے یقین رہا کہ میں نامرد ہوں' آخر میں صبر کیا...... اور ضعف قلب تو اب بھی اسقدر ہے کہ میں بیان نہیں کرسکتا۔''

(مرزا قادیانی کا خط محررہ 22 فروری 1887ء مکتوبات احمدیہ جلد پنجم خط نمبر 14)

یہ حمل کس کا تھا؟

''قصبہ قادیان میں کئی برس تک مستقلاً تبلیغی خدمات سرانجام دینے والے معروف عالم دین حضرت مولانا عنایت اللہ چشتی (سابق امیر جماعت و منتظم مرکز شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام (قادیان' انڈیا) اپنی آنکھوں دیکھا ایک واقعہ لکھتے ہیں۔

''پورے قصبہ (قادیان) کے گرد کسی زمانے میں مٹی کی بنی ہوئی بڑی موٹی فصیل تھی اور پھر اس کے گرد خندق بھی تھی۔ فصیل کا زیادہ حصہ اب گر چکا تھا اور خندق صرف نشیبی انداز اختیار کرچکی تھی' عموماً تین ماہ بارش ہوتی اور وہ تمام نشیبی حصہ جو کبھی خندق تھی' پانی سے بھر کر بڑا جوہڑ بن جاتا تھا اور قصبہ میں داخل ہونے والے تمام راستے مسدود ہوکر رہ جاتے تھے۔ قصبہ میں داخلہ کے لیے کچی پلیاں بنانی پڑتی تھیں۔ اپنے راستوں میں تو مرزائی یہ پلیاں ''سمال ٹاؤن کمیٹی'' سے بنوا لیتے تھے اور دوسرے لوگ برسات کے موسم میں بڑی مشکلات سے دوچار رہتے تھے۔ ایک دفعہ اس جوہڑ سے ایک انسانی ''کچہ بچہ'' برآمد ہوا۔ پولیس کی تفتیش میں بچہ مرزائی خلیفہ کی کنواری لڑکی کا ثابت ہوا۔ میری جوانی کا زمانہ تھا اور ان کی حرکت کی وجہ سے طبیعت میں غصہ بھی تھا۔ میں نے جمعہ کے خطبہ میں اس کا تذکرہ کردیا۔ پھر کیا تھا؟ مرزائیہ کی دنیا میں ایک غضب کا شور برپا ہوگیا لیکن میرا کیا کرسکتے تھے؟ ان کے ''جن'' بڑے سمجھ والے تھے' سوچ سمجھ کر ایکشن لیا کرتے تھے میری جماعت ''احرار'' نے اعلان کر رکھا تھا کہ ''اگر ہمارے آدمی کو نقصان پہنچا تو دوسرا آدمی ان کی جگہ لینے کے لیے تیار بیٹھا ہے اور مزید برآں کہ پھر ملک بھر میں مرزائی خلیفہ سمیت کوئی عام مرزائی بھی احرار رضا کاروں اور مجاہدین کے ہاتھوں محفوظ اور مطمئن نہ رہ سکے گا۔'' اس لیے وہ مجھ پر ہاتھ اٹھانے سے پہلے نتائج پر غور کرلیتے تھے۔''

(مشاہدات قادیان از مولانا عنایت اللہ چشتی ص 130)

سوال یہ ہے کہ خلیفہ کی کنواری لڑکی کے پیٹ میں یہ بوجھ کس نامراد کا تھا؟ بادی النظر تو خلیفہ صاحب کا ہی فیض دکھائی دیتا ہے۔ بالفرض ایسا نہیں تو پھر یقیناً کسی ''مرید صادق'' کا نذرانہ عقیدت ہوگا

آنکھ ناقص ہے وگرنہ اس جہاں کا اصل روپ
دیکھ لے اک بار جو وہ خوف سے مر جائے گا

قادیانی خلیفہ مرزا محمود احمد نے اپنی ایک صاحبزادی کو رشد و بلوغت تک پہنچنے سے پیشتر ہی اپنی ہوس رانی کا نشانہ بنا ڈالا' وہ بیچاری بیہوش ہوگئی جس پر اس کی ماں نے کہا اتنی جلدی کیا تھی ایک دو سال ٹھہر جاتے یہ کہیں بھاگی جارہی تھی یا تمہارے پاس کوئی اور عورت نہ تھی...... دواخانہ نورالدین کے انچارج جناب اکرم بٹ کا کہنا ہے کہ میں نے حکیم صاحب سے پوچھا یہ صاحبزادی کون تھی تو انہوں نے بتایا' لمتہ الرشید...... ملک عزیز الرحمان صاحب بحوالہ ڈاکٹر نذیر ریاض اور یوسف ناز (قادیانی) بیان کرتے ہیں کہ جنسی بے راہ روی کے ان مظاہر پر جب مرزا محمود سے پوچھا جاتا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں تو وہ کہتا ''لوگ بڑے احمق ہیں۔ ایک باغ لگاتے ہیں اس کی آبیاری کرتے ہیں جب وہ پروان چڑھتا ہے اور اسے پھل لگتے ہیں تو کہتے ہیں اسے دوسرا ہی توڑے اور دوسرا ہی کھائے۔'' (شہر سدوم از شفیق مرزا ص 108 راوی صالح نور)

اندھے موڑ

غالباً 45-1944ء کی بات ہے کہ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ کے ایک سرکردہ مرزائی کی دو بیٹیوں کی بیک وقت شادی کے سلسلہ میں موسیو مرزا بشیرالدین محمود ڈسکہ آئے اور قادیانی جماعت کے سربراہ ہونے کے ناطے رسم معاہدہ شادی بھی انہوں نے ادا کرنی تھی اس رسم سے قبل لڑکیوں کے قادیانی والد نے سلام تعظیم پیش کرنے کے لیے دونوں لڑکیوں کو مرزا کے سامنے پیش کیا۔ قبولیت سلام کے دوران مرزا کی نگاہِ غلط انداز نے ایک لڑکی لمتہ الحفیظ کو پسند کرلیا۔ اگلے روز شادی ہونے والی تھی مگر ایک خود ساختہ الہام کے ذریعے شادی کو اگلے روز پیر تک ملتوی کروادیا اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے مرزا نے اپنے عقل سے عاری مریدوں کو کہا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ لمتہ الحفیظ کا نکاح اس خاکسار (بشیرالدین مرزا) کے ساتھ کردیا جائے اور اس کے بطن سے جو بیٹا پیدا ہوگا وہ بڑے مرتبہ پر فائز ہوگا۔ مرزا کے اس حکم پر قادیانی عقل کے اندھوں نے ''ہاں'' کردی اور اس طرح لمتہ الحفیظ کی شادی مرزا سے کردی گئی' اس زمانہ میں لاہور سے دوسرے اخبارات کے علاوہ ایک اخبار ''دیر بھارت'' نکلا کرتا تھا۔ اس کے ایڈیٹر پریم چنائی اور پنڈت میلا رام دفا تھے۔ حضرت رائیس امروہوی کی طرح دیر بھارت میں پنڈت میلا رام دفا جو ایک نغز گو اردو شاعر تھے' روزانہ کے اہم واقعات پر دو شعروں میں شعری تبصرہ کیا کرتے تھے مرزا کی

شادی پر پنڈت میلارام وفا نے لکھا۔

”خدا نے دیا حکم بندے نے مانا
بڑھاپے میں سولہ برس کی بیاہی
یہی تو خدائی ہے اے نیک بندے
نہ منزل رہے گی نہ رہبر نہ راہی“

(قادیانیت کی بھیانک تاریخ از ابن فیض)

قادیانی حوریں مسلمانوں کے تعاقب میں

مرزائیہ فرقے کے افراد ہر وہ کام کر گزرتے ہیں جس سے ان کا مکتبہ فکر ترقی پا سکے۔ اس سلسلہ میں اسلامی غیرت وحمیت کے خلاف ایک گہری سازش خاص طور پر قابل غور ہے۔ وہ سمجھتے ہیں، جب مسلمانوں کا اخلاقی دیوالیہ نکل جائے گا تو پھر ان سے کوئی بھی کام لیا جاسکتا ہے۔ اس کی ایک مثال 1979ء میں راولپنڈی کے (پیراڈائز) ہوٹل پر پولیس کی چھاپہ مار ٹیم کے اقدامات سے منظر عام پر آئی۔ یہاں 28 افراد تیرہ لڑکیوں کے ساتھ دادعیش دے رہے تھے۔ ان میں سے بیشتر شراب کے نشہ میں دھت تھے اور دو لڑکیاں لباس سے بے نیاز برہنہ رقص میں مصروف تھیں۔ تفتیش سے معلوم ہوا کہ یہ گھناؤنا کاروبار ہوٹل کے مالک ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر صلاح الدین اور اس کے بیٹے محی الدین احمد مطاہر کے دم سے کسی خوف وخطر کے بغیر کھلے بندوں جاری تھا۔ مصدقہ اطلاعات کے مطابق یہ بدکار شخص، قادیانی خلیفہ آنجہانی مرزا ناصر احمد کا خالو ہے ملزم نے دوران تفتیش تسلیم کیا کہ اس نے کاروبار کو زیادہ وسعت تحریک ختم نبوت 1974ء کے بعد دی۔ نیز لڑکیوں میں اکثریت احمدیوں کی ہے ہم اپنے رنگ میں مسلمانوں کو بدکاری پر آمادہ کر کے ان سے انتقام لے رہے تھے اور یہ کاروبار میں میرے بعض بااثر ہم فرقہ افراد بھی شامل ہیں۔
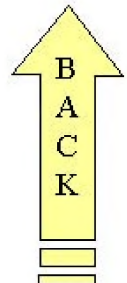
قادیانیت

اُس بازار میں

یہ کتاب محض ایک روائتی کتاب نہیں.... یہ کوزے میں سمندر اور قطرے میں دجلہ کی مظہر ہے۔ یہ کتاب قادیانی جماعت کے بانی مرزا قادیانی، اس کی اولا، نام نہاد خلیفوں اور دیگر قادیانیوں کی مستند تصانیف اور انھی کے اخبارات و رسائل میں مطبوعہ غلیظ و شرمناک عبارتوں اور رکیک و کریہہ حماقتوں کے ناقابل تردید عکسی و دستاویزی شواہد لیے ہوئے ہے۔ قادیانی جرائم کے یہ ثبوت اتنے واضح ہیں کہ دنیا کی کسی بھی عدالت میں ان عکسی دستاویزات کی صداقت کو چیلنج کرنا کسی بھی قادیانی کے لیے ممکن نہیں ہے۔ میں اس کتاب میں درج تمام حوالہ جات اور عکسی شواہد کی ثقاہت کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں۔ قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر احمد سمیت دنیا کے تمام قادیانیوں (بشمول لاہوری گروپ) کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر اس کتاب میں موجود کوئی بھی عکس غیر حقیقی یا ایک بھی حوالہ من گھڑت پایا جائے تو مؤلف ہر قسم کی سزا پانے کے لیے تیار ہے! بصورت دیگر انھیں ضد اور ہٹ دھرمی کی تاریک راہ چھوڑ کر اسلام کی کشادہ آغوش میں آ جانا چاہیے۔

اس وسیع و عریض کرۂ ارض پر...... ہے کوئی
جگر دار قادیانی جو اس چیلنج کو قبول کرے!

محمد متین خالد